27

لَن یَجْعَلَ اللّٰہُ لِلْکَافِرِینَ عَلَی الْمُؤْمِنِینَ سَبِیلًا

(ترجمہ)

ہرگز نہ کریگا اللہ واسطے کافروں

کے اوپر مسلمانوں کے غلبہ"

درِ فیضِ محمد وا ہے آئے جسکا جی چاہے
نہ آئے آتشِ دوزخ میں جائے جسکا جی چاہے

الحمد للہ کہ رسالہ

تُرکِ اسلام

یعنی بابو دھرم پال بی اے (عبد الغفور سابق نو آریہ حال غازی محمود) کے

ترکِ اسلام کا سب سے پہلا جواب

مصنفہ

مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب (مولوی فاضل) مصنف تفسیر ثنائی وغیرہ

باہتمام

خاکسار ابو رضا عطاء اللہ منیجر "اہلحدیث"

پبلشر

برقی مطبع روز بازار ہال بازار امرتسر میں شیخ غلام یٰسین پرنٹر کے اہتمام سے چھپا

قیمت ۸؍ | بار ششم | علاوہ محصول

ہفتہ وار اخبار

اہلحدیث

امرتسر

یہ اخبار کیا ہے؟ مجمع البحرین ہے۔ یعنی دین و دنیا کا مجموعہ۔ ۱۸×۲۲ تقطیع کے ۲۰ بڑے صفحوں پر ہر جمعہ کے دن ہفتہ وار امرتسر سے شائع ہوتا ہے۔ جس میں مضامین مذہبی۔ اخلاقی۔ مسائل۔ فتاوے اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات وغیرہ درج ہوتے ہیں۔ ایک دو صفحوں پر دنیا بھر کی چیدہ چیدہ خبریں بھی درج ہوتی ہیں۔ سیاسی اور ملکی مضامین بھی ہر پرچہ میں لکھے جاتے ہیں۔ غرض یہ اخبار توحید و سنت کا حامی، شرک و بدعت کا دشمن، مخالفین کے سامنے ڈھال کا کام دینے والا، دنیا کی چیدہ چیدہ خبریں بتانے والا، اور سیاسیات ملکی پر مناسب روشنی ڈالنے والا ہے۔ قیمت سالانہ مبلغ پانچ روپے (صہ)

(پتہ)

منیجر اخبار "اہلحدیث" امرتسر

Marfat.com

26
13539

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پہلے مجھے دیکھئے

زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز

زمانہ کی نیرنگیاں عجیب ہیں۔ جو اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہتیں۔ انسان کچھ سمجھتا ہے ہوتا کچھ ہے۔ ابھی کل ہی کا ذکر ہے۔ ایک نوجوان مسلمان زادہ عبدالغفور نامی اکیس سالہ نے گجرانوالہ کی آریہ سماج میں داخل ہو کر دھرمپال بنکر اپنا رسالہ موسومہ "ترکِ اسلام" شائع کیا۔ جس سے مسلمانوں میں اس سرے سے اُس سرے تک بجلی کی طرح آگ لگ گئی۔ ہر [illegible] نے اس کے جواب دیئے۔ سب سے پہلے خاکسار راقم کی طرف سے جواب نکلا جس کا نام تھا "ترکِ اسلام" اس کے دیباچہ میں میں نے وجدانی طور پر یہ لکھا تھا کہ

"مسٹر دھرمپال کے اسلام میں واپس آنے کی وجدانی طور سے ہمیں امید ہے" (ص ۲)

یہ فقرہ وجدانی تھا۔ مگر اس کی صحت مثل الہامی کے ظاہر ہوئی۔ چنانچہ مسٹر دھرمپال اسلام میں آکر غازی محمود بنے اُن کی واپسی ہم اونہی کے الفاظ میں بتلاتے ہیں آپ لکھتے ہیں۔

"۱۴ جون ۱۹۰۳ء کو میرے بارے میں جس قسم کی نمائش اور جس قسم کے جلسے یا رسم رسوم ادا کرنے کا سوانگ رچا گیا تھا۔ میں دیکھتا ہوں

کہ اسلام میں داخل ہونے کیلئے مجھے ہرگز ہرگز اس قسم کی نمائش
یا رسم رسوم ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ ۱۴
جون سنہ ۱۹۰۳ء سے پورے گیارہ سال کے بعد یعنی ۱۴ جون سنہ ۱۹۱۴ء
کو بغیر کسی شخص کی موجودگی کے تن تنہا اپنے خداوند قدوس کے حضور
میں صدق دل سے دوزانو ہو کر میں نے جو اقبال کیا تھا۔ اسی اقبال
کا میں یہاں پر اعلان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ اقبال یہ ہے کہ

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّنِي هَدَانِي رَبِّي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ دِينًا قِيَمًا
مِّلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّ صَلَاتِي
وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ
وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ (پ انعام ع ۲۰)

(المسلم بابت جولائی سنہ ۱۹۱۴ء)

اس انقلاب کا سبب کیا ہوا۔ اور "ترک اسلام" نے اس سبب میں کیا حصہ لیا؟
اس کا ذکر بھی اونہی کے الفاظ میں درج ذیل ہے۔

"جب مولوی نور الدین صاحب (قادیانی) نے رسالہ "نور الدین"[۵۱] کے
ذریعہ اور مولوی ثناء اللہ صاحب نے "ترک اسلام" وغیرہ کے ذریعہ
اسلام اور ملا ازم[۵۲] کے درمیان خط امتیاز کھینچ دیا۔ تو میری تعلیمات
کی قیمت ایک دیاسلائی کے برابر بھی نہ تھی۔ میرے اعتراضات
کا جواب دینے میں "نور الدین" کے مصنف کا [illegible]
کی بدولت بے خطا ہوتا تھا۔ مگر "ترک اسلام" کا [illegible]
تھا جبکہ وہ میرے قلعہ کو جو میں سخت جدو[illegible]

۵۱ مولوی حکیم نور الدین صاحب قادیانی نے بھی [illegible] رسالہ
لکھا تھا جس کا نام تھا "نور الدین" اسی [illegible]
۵۲ ملا ازم یعنی اقوال الرجال یا تقل[illegible]

کی بنا پر تعمیر کرتا تھا صرف اتنا سا فقرہ لکھکر مسمار کر ڈالتا تھا۔ کہ "تفسیر کا جواب تفسیر لکھنے والوں سے لو۔ قرآن مجید اس کا ذمہ وار نہیں ہے" اس ایک فقرے نے ترکِ اسلام اور تہذیب الاسلام کو چیلنی کر ڈالا۔ میں نے نتیجہ نکال لیا کہ "نورالدین" کے مصنف کے ساتھ تو بحث چل سکتی ہے۔ مگر "ترکِ اسلام" کے مصنف کیساتھ جو ملاازم کا سیرے سے ہی منکر ہے۔ بحث کا چلنا مشکل ہے۔ مگر لطف یہ ہوا کہ "نورالدین" کے مصنف نے میرے مقابلہ پر دوبارہ قلم نہ اُٹھایا حالانکہ میں آرزومند تھا کہ اس کے ساتھ بحث کا سلسلہ جاری رہے۔ لیکن "ترکِ اسلام" کے مصنف نے "تہذیب الاسلام" کے جواب پر پھر قلم اٹھایا مگر میں اُس کے ساتھ بحث کرنے کیلئے تیار نہیں تھا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ "نورالدین" کے مصنف نے میرے مقابلہ پر دوبارہ قلم نہ اٹھایا۔ اور میں نے "ترکِ اسلام" کے مصنف کے مقابلہ پر قلم اُٹھانے سے انکار کر دیا اسطرح ہماری پہلی جنگ کا خاتمہ ہو گیا۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد "ملاازم" کو دوبارہ رگڑنے کا خیال میرے دلمیں پیدا ہوا۔ اسلئے میں نے تواریخ سے مدد لی اور "نخل اسلام" کے نام سے جلی سٹری ہوئی کتاب شائع کی۔ آریہ سماج کے اخبارات نے اس کتاب کا نہایت زوردار الفاظ میں ریویو کیا مسلم اخبارات نے اسکے برخلاف شور مچایا میں چاہتا تھا کہ پرانے ٹائپ کے مُلا لوگ میرے مقابلہ پر آئیں تاکہ مجھے اس بات کے جاننے کا موقع ملے۔ کہ وہاں باتوں کا کیا جواب رکھتے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے اسدفعہ بھی وہی "ترکِ شیرازی" میدان میں آکودا۔ اور یہ کہکر کہ قرآن مجید یا اسلام تواریخ یا تفاسیر کا جواب دہ نہیں ہے "نخل اسلام" پر "تبراسلام"* مار کر چلتا ہوا اس طرح پرانے "ٹائپ کے جن ملانوں کو

* تبر اسلام ہمارے رسالہ کا نام ہے جو نخل اسلام کے جواب میں نکلا تھا (مصنف)

Marfat.com

رگرڈ نے بھیلائے ہیں نے یہ درستی ... کی تھی۔ وہ پھر بچ گئے۔ آ...
جب میں نے دیکھا کہ "ملا اعظم کے ملنے والے" تو میدان میں آتے نہیں
اور جو میدان میں آتے ہیں۔ وہ "ملا اعظم کے ملنے والے" نہیں ہوتے
تو میں نے اس تمام بحث کا قطعی فیصلہ کر ڈالا۔ اور "تُرک اسلام" سے لیکر
اپنی آخری تصنیف تک جبقدر کتابیں تھیں ان سب کو میں نے ۱۴ جون
۱۹۱۱ء کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا" (المسلم ص۳۹۳ دسمبر ۱۹۱۳ء)

کتاب تُرک اسلام کے علاوہ خاکسار کی شخصیت نے اس میں کہاں تک حصّہ لیا۔ یہ ایک لطیف داستان ہے۔ گذشتہ اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر دھرمپال ۱۴ جون ۱۹۱۴ء کو اسلام میں آکر غازی محمود کے نام سے موسوم ہوئے۔ مگر میری ملاقات ان سے بہت پہلے ہوئی تھی اس ملاقات کی ضرورت اور شرح خود انہی کے الفاظ میں مزہ دیگی جو درج ذیل ہیں۔ آپ لکھتے ہیں۔

"میری گذشتہ ایک سال کی بے ایذا زندگی نے میرے مسلمان بھائیوں کے دلوں پر بھی میرے لئے اسقدر محبت پیدا کر دی ہے۔ کہ جب اُن کو میری بیماری کا حال معلوم ہوا تو وہ جوق در جوق میرے پاس آنے لگے ان میں سے مولوی ثناء اللہ صاحب کا نام خاصکر قابل ذکر ہے۔ مولوی صاحب کے ساتھ تحریری دست پنجہ تو سالہا سال تک ہوتا رہا۔ مگر رُو در رُو ہونے کا غالبًا یہ پہلا ہی موقع تھا۔ جسکو ایک مبارک موقع ہی سمجھنا چاہیئے۔ خواہ وہ بیماری کی شکل میں ہی نمودار ہوا ہو۔ مولوی صاحب فطرتًا خوش مذاق اصحاب ... ہیں اسلئے سمجھ لینا چاہیئے کہ جہاں ایک طرف "ترک اسلام" ... الاسلام" بلکہ "نخل اسلام" کا مصنف بستر ... طرف "ترک اسلام" اور "تغلیب الاسلام ... اس کے سرہانے بیٹھا اسکی تیمارداری کر ... ت والا رمن دلی مسّرت سے یہ ...

Marfat.com

شکرِ ایزد کہ میانِ من و او صلح فتاد
حوریاں رقص کناں ساغرِ شکرانہ زدند

تو کوئی عجب کی بات نہیں ہے۔ اس سے پیشتر میرا یہ خیال تھا۔ کہ مولوی ثناء اللہ جو احمدیہ فرقے کے ساتھ ملانوں جیسی فضول چھیڑ چھاڑ کرتا رہتا ہے وہ ضرور کوئی "کٹھ ملا" ہوگا۔ یہی وجہ تھی کہ باوجود اُن کی کوشش کرنے کے میں کبھی اُن سے ملنا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن پہلی ہی ملاقات میں مجھے معلوم ہوا۔ کہ مولوی ثناء اللہ ایک خوش مزاج۔ خوش مذاق۔ خوبصورت اور خوب سیرت جنٹلمین ہے۔ اور قدرت نے اُس کو ایک دلربا ادا دی ہے سچ تو یہ ہے۔ کہ اس ابن یعقوب کو دیکھکر مجھے اپنے دل کو تھامنے میں بڑی دقت پیش آئی۔ وہ ہر تیسرے روز امرتسر سے میری خبر لینے کے لئے لاہور پہونچتے تھے[1] (اندر ص۹۲۔ بابت دسمبر ۱۲ء)

اس بیماری سے بھی بہت پہلے کا ایک واقعہ بہت دیرینہ صحبت یاد دلانیوالا ہے۔ وہ بھی مسٹر دھرمپال ہی کے الفاظ میں درج ہے۔

حسن اتفاق سے ایک دفعہ سیالکوٹ آریہ سماج کے جلسہ میں بضرورت بحث میرا جانا ہوا۔ تو بعد مباحثہ دوسرے روز اسٹیشن کو جاتے ہوئے دونوں جماعتیں (مسلم اور آریہ) مل گئیں۔ اُس موقع پر میں سب کے سامنے مسٹر دھرمپال سے بغلگیر ہوا۔ اور کچھ الفاظ بھی کہے جو انہی کی عبارت میں آتے ہیں۔ آہ! اس بغلگیری کا لطف اُستاد مومن خاں مرحوم کو حاصل ہوتا۔ تو وہ کبھی مندرجہ ذیل شعر نہ لکھتے ؎

رکھ لیو یگے پتھر مگر ان سنگدلوں کو
توبہ ہے کہ سینے سے لگایا نہ کریں گے

اس واقعہ کا ذکر مسٹر دھرمپال یوں کرتے ہیں۔

"نہیں معلوم اسلام میں کونسا جادو ہے۔ اور مسلم قوم میں کونسی سپرٹ کام کرتی ہے۔ کہ جسکو دیکھکر میں بعض اوقات حیران و ششدر رہ گیا ہوں

[1] ...قت کی حاضری کیلئے اپنے ایک دوست مولوی حاجی عبدالکریم کو لاہور میں مقرر کر رکھا تھا ۱۲

Marfat.com

اور مجھے بے ساختہ کہنا پڑتا ہے کہ اسلام میں کوئی نہ کوئی ایسا جادو ضرور ہے جو میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ اور کہ یہ ایک ایسی بلا کی قوم ہے کہ جسقدر میں اس قوم سے دور بھاگتا ہوں اسی قدر وہ میرے نزدیک آنیکی کوشش کرتی رہی ہے یہانتک کہ جن دنوں میں اسلام اور مسلمانوں کے برخلاف میرا قلم نہایت ہی خوفناک آگ برسا رہا تھا۔ عین اسی گولہ باری کے دنوں میں میرے اُس حریف نے جس نے میری آتش بار قلم کے مقابلہ پر سب سے زیادہ آتش باری کی تھی ایک روز موقع تاڑ کر مجھے سینکڑوں دیانندیوں کے مجمع میں لپک کر سینے سے لگا لیا اور حسرت بھرے لہجہ میں کہا۔ کہ "آخر یہ جُدائی کب تک" ۱۹۰۳ء سے لیکر آجتک مجھے مسلم قوم کی سپرٹ کا دوسری قوموں کی سپرٹ سے مقابلہ کرنیکا دو دفعہ موقع ملا ہے۔ اور میں دونوں دفع مسلم سپرٹ کی برتری کا قائل ہونے کیلئے مجبور رہا ہوں سب سے پہلا موقعہ تو اسوقت ملا تھا جبکہ میں نے اپنا سب سے پہلا لیکچر "ترکِ اسلام" شائع کیا تھا۔ "ترکِ اسلام" شائع کرنیکو میں شائع تو کر چکا۔ مگر چند ہی روز میں مجھے معلوم ہو گیا۔ کہ میں نے بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالا ہے۔ چنانچہ چھ ہی ماہ میں دو درجن کے قریب مسلمانوں نے اس کے جوابات شائع کئے اور اس کے بعد کئی سالوں تک اس کے جوابات بھی شائع ہوتے رہے۔ کم از کم تیس رسالے یا کتابیں تو میری نظر سے گذر چکی ہیں۔ جو کہ مسلمانوں نے "ترکِ اسلام" کے جواب میں لکھی تھیں۔ اور جن کے مصنف خود ہی اپنی تصنیف کی ایک کاپی میرے پاس بھیجتے رہے اہلحدیث۔ شیعہ۔ سُنی۔ نیچری۔ احمدی۔ چکڑالوی غرضیکہ ہر ایک فرقہ کی طرف سے "ترکِ اسلام" کے جوابات شائع ہوتے چونکہ ان جوابات میں سوامی دیانند کی تعلیم پر بھی الزامی حملے ہوتے تھے اس لئے ان کتابوں نے ڈبل گولہ باری کا کام دیا۔ ایک تو "ترکِ اسلام" پر اور دوسرا "آریہ سماج" پہ گولہ برستا تھا۔ میں تو گروکل کانگڑی کے

جنگل میں ایک جھونپڑی میں بیٹھا ہوا چپ چاپ اس تماشہ کو دیکھ رہا تھا لیکن مسلمانوں کی اس گولہ باری سے آریہ سماج میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہل چل مچ گئی۔ اور آریہ سماج کی کشتی منجدھار میں جا پڑی۔ آریہ سماج کے کارکنوں نے اس بات کو محسوس کرنا شروع کیا کہ "ترکِ اسلام" کے شائع کروانے میں غلطی ہوئی ہے۔ آخرکار جب انہوں نے دیکھا۔ کہ اہل اسلام کی طرف سے آتشباری دن بدن تیز ہوتی جاتی ہے۔ تو اونھوں نے یہ خیال کر کے کہ جس شخص کی بدولت آریہ سماج پر یہ آفت نازل ہوئی ہے اسی کو اس آگ میں جھونک دینا چاہئیے۔ مجھے یہ جان کر کہ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے اہل اسلام کے مقابلہ پر کھڑا ہونے کیلئے مجبور کیا۔ چنانچہ۔ یہ وہ موقع تھا۔ جبکہ میں نے مسلمانوں کی آگ کے مقابلہ پر "تہذیب الاسلام" وغیرہ کے ذریعہ آگ برسانی شروع کی۔ اور چھ سال تک متواتر آگ برساتا گیا۔ گو میں اس کام کو کرتا تھا مگر مجھے بار بار خیال آتا تھا۔ کہ میں سدسکندری کے ساتھ ٹکر مار رہا ہوں۔ چنانچہ مجھے کامیابی نہ ہوئی نتیجہ یہ ہوا کہ میں نے اپنی رفتار کو غلط جانکر اور اپنی طاقت کو ضائع ہوتے دیکھکر اپنی تمام کتابوں کو جلا دیا۔ اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا"

(المسلم صفحہ ۴۹-۵۰ بابت جولائی ۱۹۱۲ء)

اس ساری داستان کا مختصر مطلب یہ ہے کہ میں نے مسٹر دہرمپال کو علیحدگی کے دنوں میں بھی اسی محبت سے دیکھا۔ جس محبت سے کوئی اپنے دور افتادہ عزیز کو دیکھا کرتا ہے ہمیشہ میں اسی کوشش میں رہا کہ ہمارا عزیز گمراہی سے نکلکر ہدایت پر آجاوے۔ چنانچہ بحمد اللہ ایسا ہی ہوا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس صورت میں ترکِ اسلام بھی جل گیا۔ اور اس کا مصنف خود قائل اسلام ہو گیا۔ تو اب ترکِ اسلام کی اشاعت کی کیا ضرورت؟

یہ سوال غازی محمود نے خود مجھ پر کیا تھا۔ کہ جس صورت میں میں اپنی کتابوں کو جلا چکا ہوں

آپ کیوں اپنی کتابیں شائع کرتے رہے ہیں۔ میں نے جواب دیا تھا کہ ہم دونوں کی حیثیت میں فرق ہے۔ آپ نے اُن کتابوں کے مضامین سے رجوع کر کے وہ کتابیں جلائی ہیں اور میں ابھی اپنی کتابوں کے مضامین پر جما ہوا ہوں۔ اس لئے میرا حق ہے۔ کہ میں شائع کروں۔

اس جواب کے علاوہ عام جواب یہ ہے کہ ہمیں اُن اعتراضات کے جواب دینے منظور ہیں۔ جو رسالہ ترکِ اسلام میں مرقوم ہیں۔ ممکن ہے مصنف کے سوا اور کوئی بھی اعتراض پیش کرے اُسکو یہ کہا جائے کہ مصنف ترک اسلام تو اِن سوالوں کو خود ترک کر چکا ہے۔ اس کے جواب میں وہ کہدے میں اُسکی سمجھ کا پابند نہیں۔ چونکہ سوالات ملک میں شائع ہیں۔ لہذا جواب بھی شائع رہیں گے۔ چنانچہ ابھی تک انکی مانگ بھی ہے۔

نوٹ ! ترک اسلام آج تک پانچ دفعہ چھپ کر ختم ہو چکا ہے۔ اب یہ چھٹی دفعہ ہے خدا قبول کرے۔ آمین۔ پہلے طبعات سے جو اس میں اختلاف ہوگا وہ زمانہ کے اقتضا سے ہوگا ناظرین اسی میں مصلحت سمجھیں۔

خاکسار
ابو الوفاء ثناء اللہ
مصنف "ترک اسلام"
امرتسر

طبع اوّل نومبر ۱۹۰۳ء
طبع ششم ۔۔۔

کہتی ہے ہمکو خلق خدا غائبانہ کیا

رسالہ ترک اسلام کے متعلق معزز ناظرین کی رائیں

۱۔ جناب مولانا ابو محمد عبد الحق مرحوم مصنف تفسیر حقانی دہلی۔

مولانا الکرم المعظم السّلام علیکم! آپکا رسالہ ترک اسلام برترک اسلام پہنچا والله مید ان مناظرہ میں آپ نے مخالف کو ایسے جواب دیئے ہیں کہ ہر طرف سے صدائے آفرین و تحسین آرہی ہے جزاکم مرحبا۔ میں نے بھی ایک رسالہ اسی مضمون کا بنایا تھا۔ ابھی وہ شائع نہ ہونے پایا تھا کہ اُسکا بھائی ترک اسلام نکل آیا جس نے ترک اسلام کے مصنف کی وہ خبر لی کہ یاد ہی کریگا۔ اللہ اکبر آریہ اور اسلام پر اعتراض؟ مولانا زندہ رہو۔ سلامت رہو۔

۲۔ جناب مولانا حافظ محمد عبد العزیز صاحب رئیس رحیم آباد ضلع دربھنگہ

مولانا المحترم اخدائت نیکو دارد۔ ترک اسلام شما ماشاء اللہ تعالیٰ سکہ خویش بروئے لہاے دشمناں زو بل دمارا از ایشاں بر آورد۔ توفیق ایزد توانا رفیق مشکور تو باد وحسن جزا در دنیا و آخرت نصیب بود۔

۳۔ جناب مولانا وحید الزمان صاحب الملقب نواب وقار جنگ بہادر حیدر آباد دکن

مولوی صاحب! مخدوم ومکرم دام لطفکم! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپکی

سے مولانا حقانی زندہ ہوتے۔ تو آج دیکھتے کہ ترک اسلام کا مصنف آپ کی پیشگوئی کے مطابق اللہ اکبر کے نعرے لگا رہا ہے۔ (مصنف)

Marfat.com

کتاب ترک اسلام دیکھکر بہت خوشی حاصل ہوئی۔ جزاکم اللہ خیراً۔ اسوقت جہاد لسانی مخالفین دین سے جیسے آریہ۔ نصاریٰ وغیرہ ہیں جہاد سیفی سے زیادہ ثواب اور اجر رکھتا ہے مہلانا یہاں بھی آریوں کا بڑا بلوی ہو رہا ہے۔ میں آپکی کتاب کی فکر کر رہا ہوں۔ اور اہل اسلام کو اُسکے منگوانے کی ترغیب دے رہا ہوں۔ سرکار میں بھی کوشش کر رہا ہوں فی الحال دس نسخے ترک اسلام کے بذریعہ وی پی بھیجدیجئے۔

۴۔ جناب مولانا حافظ محمد عبداللہ صاحب غازی پوری زاد مجدھم

اما بعد۔ ہندوستان میں ایک صاحب سوامی دیانندجی پیدا ہوئے۔ جنہوں نے ایک کتاب ستیارتھ پرکاش لکھی جس میں قرآن شریف پر بسم اللہ سے لیکر اخیر تک اعتراضات کئے۔ اس کے جواب کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک شیر مرد بندے مولانا ابو الوفا ثناء اللہ مولوی فاضل معنف تفسیر ثنائی سلمہ اللہ کو کھڑا کر دیا۔ جس نے اپنی خداداد لیاقت سے ایک بے نظیر کتاب حق پرکاش بجواب ستیارتھ پرکاش لکھکر شائع کر دی۔ جو تمام ملک میں قبولیت کی نگاہ سے دیکھی گئی۔ اتنے میں ایک نو آریہ صاحب نے اپنے تبدیل مذہب پر ایک لیکچر دیا۔ جسکا نام ترک اسلام تھا۔ آخر اس کے جواب کیلئے بھی پھر وہی شیر مرد مولوی ثناء اللہ کھڑا ہوا۔ اور بہت ہی جلد گویا دم کے دم میں اسکا بھی بہت عمدہ جواب ترک اسلام شائع کیا۔ اسلام کے سچے فدائیوں سے امید ہے کہ اس جواب کی اشاعت میں مقدور بھر کوشش فرمائیں گے۔ اور اہل وسعت مسلمان حصول ثواب کی غرض سے اس کے متعدد نسخے خرید کر اپنے بیگانوں میں تقسیم فرمادیں۔ تَعَاوَنُوا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی (نیکی کے کاموں پر ایک دوسرے کی مدد کیا کرو)

۵۔ جناب منشی محمد اسمٰعیل صاحب داروغہ سیداس ریاست بھوپال

مخدوم من! میں نے آپکی کل تصانیف کو عموماً اور حق پرکاش اور ترک اسلام کو دیکھا۔ سبحان اللہ! نہایت فائدہ بخش ہیں۔ ہر مسلمان کو ان کا مطالعہ لازم ہے۔ کو بھوپال کے طبقہ علماء نے ان کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا

Marfat.com

۶۔ حافظ احمد مسیح صاحب مسیحی از دہلی

مخدومی کرمی جناب مولنا صاحب! تسلیم بصد تکریم۔ آپ کی مرسلہ کتابیں (وی۔ پی) پہونچیں۔ نہایت شکر گزار ہوں۔ واقعی آپ کی تصانیف قابل قدر معلومات سے مملو (پُر) ہوتی ہیں۔ اور میرا یقین ہے کہ اگر ہوشیار آدمی اُن سے استفادہ کرے۔ تو مخالف کے مقابلہ میں بہت کچھ کامیابی حاصل کرسکتا ہے۔ جہانتک میں نے دریافت کیا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ماشاء اللہ ایک نوجوان ہیں۔ اور یہ جو کچھ ہے آپ کی ابتدائی جودتِ طبع کا نتیجہ ہے۔ اس لئے میں اس خداداد ذہانت اور طباعی کی آپ کو مبارکباد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آپکی کتابوں میں اختصار اور جامعیت کا التزام بالکل زمانہ جدید کے لائق مصنفوں کا طرز ہے اور اس مخاص میں آپ کی تحریر ایک بہترین نمونہ ہے۔ صفائی اور سادگی اور پھر ظرافت کی چاشنی بالکل سونے پر سہاگہ بن گئی ہے امید کہ اسی اسلوب سے آپ اپنی کوششوں کا سلسلہ برابر جاری رکھیں گے۔ میں آپ کا بے حد مشکور ہوں گا۔ اگر آپ میرا نام اپنی کتابوں کے مستقل خریداروں کی فہرست میں درج کردیں۔ اور جب کبھی آریوں کی تردید میں آپ کوئی کتاب لکھیں تو مجھے اطلاع دیا کریں۔

۷۔ جناب مولوی امیر اللہ صاحب بریلوی

جامع علوم عقلی و نقلی قاطع رسوم کفری و بدعی جناب مولوی صاحب سلامت۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ تُرک اسلام فی الواقع بمقابلہ تُرک اسلام تُرکِ اسلام ہی ہے۔ جو فصول اوّل رسالہ میں مقدم فرماتے ہیں۔ سبحان اللہ! قابل تقدیم ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مختصر حالات بہت اچھی طرح تحریر فرماتے جزاک اللہ خیر الجزاء۔

Marfat.com

ترک اسلام کی اپیل اعیان اہل اسلام کی خدمت میں

بھائیو! میرا کام آپ نے دیکھ لیا میرا حملہ آزما لیا۔ میری مدافعت کو جانچ لیا۔ میری تجربہ کاری کی شہادت بزرگان قوم بلکہ دشمن سے سُن لی۔ پھر ابھی کچھ کسر ہے؟ نہیں تو کیوں میری طرف خیال نہیں کرتے۔ کیا آپ نے نہیں سُنا؟ کہ میرے بھگیلے رسالہ ترک اسلام کی مٹھی بھر آریوں نے کتنی آؤ بھگت کی ہے کہ ہزارہا تعداد میں اس کو شائع کیا۔ پس آپ حضرات بھی میرے قوت بازو بنئے اور مجھکو آریوں میں بھیجئے۔ پھر دیکھئے کہ کس زور سے جا کر میں اپنا کام کروں۔ ایسا کہ سلطان محمد فاتح کی یاد دلا دوں۔ میرے متعدد متعدد نسخے خرید کر مفت تقسیم کرائیں۔ تو پھر دیکھیں کہ ترک بہادر کیسی تیز رفتاری سے جا کر اپنا سکہ جماتا ہے۔ کیسے گھڑے کی مچھلی بناتا ہے۔

پس اب اور کونسا وقت ہوگا؟ کہ آپ صاحبان ترک اسلام جیسے قومی اور نامی پہلوان کی قدر افزائی کریں گے۔ والسلام

خاکسار

ترک اسلام ابو الوفا ثناء اللہ

بر (بقلم)

ترک اسلام امرتسری

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد باری تعالیٰ

ثنائے حضرتِ رحمٰن واللہ
یہی کافی ہے کہہ الحمد للہ

اسی میں ہے ثنا کا مرحلہ طے
کہ جز الحمد للہ ہو نہ در پے

یہ جامع حمد ہے قرآں میں آئی
کہ اُس نے اپنے اُمّی کو سکھائی

نعتِ سیّد المرسلین

وہ اُمّی کون ؟ فخر دین و ملت
وہ اُمّی مصدرِ اسرار وحدت

وہ اُمّی صاحب و مخدوم جبریل
وہ اُمّی ناسخ توریت و انجیل

وہ اُمّی مخزنِ علم خداوندا!
کہ جس کے آگے ہر عالم کا دم بند

وہ اُمّی عارفِ علم معانی!
وہ یکتا کوئی بھی جس کا نہ ثانی!

وہ اُمّی عالم علم لدن ہے
وہ اُمّی واقف اسرارِ کُن ہے

وہ اُمّی جس کی بعثت اور رسالت
بحق اُمّتِ مقبولِ رحمت

وہ اُمّی جس کی ذات باکرامت
پئے الزام ہر بے دین حجت

وہ اُمّی جس کی اِک اِک بات اعجاز
وہ اُمّی جس سے عاجز فتنہ پرداز

وہ اُمّی کیا کہوں اب میں کہ کیا ہے
دلیلِ دین حق ہے معجزہ ہے

وہ اُمّی جس کی فرخندہ بشارت
رقم توریت میں ہے بالوضاحت

وہ اُمّی وصف میں جس کے خود انجیل
مبشر ہے باجمال و تفصیل

وہ اُمّی کون ؟ محبوبِ الٰہی!
محمدؐ جس نے ہے معراج پائی

سلام اُس نورِ رب العالمیں پر
سب اُسکی آل اور اصحابِ دیں پر

Marfat.com

مقدمۂ جواب

جواب دینے سے پہلے بغرض آسانی چند امور بطور اصول موضوعہ کے ضروری ہیں مخالف کو اگر ان کے تسلیم میں تردد ہو۔ تو وجوہ انکار پیش کرنے کا اسے حق ہے۔

۱۔ دنیا میں جو افعال ہیں سب اپنے اپنے اسباب سے وابستہ ہیں۔ مگر تمام اسباب کے سلسلے کو چونکہ خدا ہی نے مرتب کر رکھا ہے۔ اس لئے افعال کی نسبت جیسی ان کے اسباب کی طرف کرنی جائز ہے۔ مسبب الاسباب یعنی خدا کی طرف بھی روا ہے۔ مثلاً جیسا یہ صحیح ہے۔ کہ پانی کھیت کو ہرا بھرا کرتا ہے۔ ایسا یہ بھی درست ہے کہ خدا سرسبز کرتا ہے۔ جس سے کسی کو انکار نہ ہوگا۔ اگر ویدک مت سے اس کا ثبوت چاہیں۔ تو سنئے پرمیشور کہتا ہے۔

"میں پرمیشور اُس راج میں جہاں دھرم کی پابندی ہوتی ہے۔ قائم رہتا ہوں میں اُس راج میں فوج کے گھوڑوں اور بیلوں کو قوت عطا کرتا ہوں" (دیکھو وید ادیہا سکے ۲ مفترہ)

۲۔ مخلوق سب کی سب ضرور قانون قدرت سے وابستہ ہے۔ گو کوئی واقعہ کیسا ہی بعید المدت ہزارہا سال نہیں لاکھا بلکہ کروڑہا بلکہ اربہا سالوں بعد بھی کیوں نہ ہو ضرور کہ اُس کے لئے بھی کوئی نہ کوئی قانون ہوگا۔ جب کبھی کسی وقوعہ کا علم ہو۔ خواہ دیکھنے سے ہو یا صحیح خبر سے اسکو ہم خلاف قانون نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ یہ کہیں گے کہ اُس کا بھی کوئی قانون ہوگا۔ مثلاً عام قانون ہے۔ کہ حیوانات کی دو آنکھیں ہوتی ہیں لکھنؤ کے عجائب خانہ میں اسوقت بھی بکری کے ایک بچہ کی شبیہ [illegible] جس کی دو آنکھوں کی بجائے صرف ایک ہی آنکھ ہے [illegible] خلاف قانون نہیں بلکہ ہم کہیں گے کہ اُس [illegible] اُس کی اطلاع نہ ہو۔

ـلـہ۔ اصول موضوعہ ہونگا مخالفین اسلام کے [illegible] کو ہم اس کتاب میں بعض لیں اور کسی سے نہ لیں۔

۳۔ قدرتی اور مصنوعی تعلق اور رشتوں میں فرق ہے۔ قدرتی تعلقات اور رشتے جو قدرت نے وابستہ کر رکھے ہیں۔ وہ تو کبھی نہیں ٹوٹتے۔ اور مصنوعی قابل انفصال ہیں جنکی مثال بھائی اور دوست کی ہے کہ بھائی ہر حال میں بھائی ہے دوست آج اگر دوست ہے تو ممکن ہے چند دنوں بعد دشمن ہو جائے۔

۴۔ خدا تعالےٰ نے جو مخلوق کیلئے قدرتی قانون جاری کئے ہیں۔ اُن پر اُسکی رضا لازم نہیں بسا اوقات اُن کے استعمال سے خدا ناراض بھی ہوتا ہے۔ مثلاً یہ اُس کا قانون ہے کہ زورآور کمزور کو دبا لے۔ تلوار بندوق والا۔ بے ہتھیار کو مار ڈالے مگر ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ مارنے والا اگر بے وجہ مار ڈالتا ہے۔ تو ظالم ہونے کی وجہ سے مجرم ہے۔ گو قانون قدرت کے مطابق مظلوم کا گلا کاٹتا ہے۔ کیونکہ تلوار کا چلانا اور تلوار سے مظلوم کا سر اُتر جانا بالکل قانون قدرت ہے مگر فاعل مجرم ہے۔

۵۔ ہر ایک زبان میں الفاظ کا اصلی اور لغوی ترجمہ معتبر ہوتا ہے۔ لیکن جہاں کوئی قرینہ ایسا ہو۔ جو اصل معنی سے روکتا ہو۔ تو اُس کے مناسب دوسرے معنے لئے جاتے ہیں مثلاً شیر کا لفظ اگر بغیر کسی قرینہ کے ہوگا۔ تو وہی جنگلی درندہ مراد ہوگا۔ اور اگر کسی قرینہ کیساتھ ہوگا تو بہادر کے معنے بھی ہو سکیں گے اس اصول کو دیانندجی نے بھی بھومکا میں خود تسلیم کیا ہے (مترجمہ ابوہنال سنگھ کرپال صفحہ ۱۰)

۶۔ ہر ایک کلام کے صحیح معنی وہی ہونگے۔ جو متکلم آپ بیان کرے یا اسکی منشا اور حیثیت کے مطابق ہوں۔ متنازعہ کلام کے متصل ہی متکلم کا بیان ہو یا آگے پیچھے۔ بیان حالی ہو یا مقالی۔ یعنی وہ اپنے کلام کا مطلب لفظوں میں بتلا دے۔ یا اُسکی وضع اور طریق برتاؤ سے ظاہر ہو اس اصول کو سوامی دیانندجی نے بھی دیباچہ ستیارتھ پرکاش صفحہ پر منظور بلکہ خود تجویز کیا ہے۔

۷۔ خدا تعالیٰ دنیا کیلئے علت موجدہ اور مثبتہ دونوں ہے۔ یعنی اُسی نے اس دنیا کو پیدا کیا۔ کوئی شئے اس کے حکم کے بغیر وجود پذیر نہیں ہوتی۔ اور وہی اُسکو تھامے ہوئے ہے اگر اُسکی حفاظت نہو۔ تو کوئی چیز موجود نہیں رہ سکتی۔ رگ وید۔ منڈل سوکت ۱۶۴

منتر ۳۹ میں - اور یجروید - ادھیائے ۴۰ منتر ۱ - مندرجہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۰ - میں یہ مضمون تسلیم ہے کہ خدا تعالیٰ سب کا خالق اور منتظم بھی ہے -

۸ - کسی چیز کے ذکر نہ ہونے سے اُس کا عدم لازم نہیں آتا - مثلاً گھر میں دو آدمی زید و عمرو ہیں کسی نے کہا زید گھر میں کھانا کھا رہا ہے تو عمرو کی نفی نہ ہوگی - کیونکہ عدم علم یا عدم ذکر سے عدم شے لازم نہیں آتا - دنیا کی بہت سی چیزوں کو ہم نہیں جانتے تو وہ معدوم ہیں ؟ ہرگز نہیں -

۹ - اصول فطرت اور قانون قدرت خدا کا فعل ہے - اور الہامی کتاب اسکا قول - قول و فعل میں مطابقت نہیں - تو قول غلط ہے -

۱۰ - جیسے جسمانی اشیاء کیلئے جسمانی اسباب کا سلسلہ ہے - اسی طرح روحانی صحت اور امراض کی ترقی اور تنزل کیلئے بھی اسباب کا سلسلہ ہے - کہ ایک نیک کام کرنے سے دوسرے کی رغبت ہوتی ہے کبھی ایک گناہ دوسرے گناہ تک پہونچانیکا سبب ہوجاتا ہے اور اس مضمون پر دیانندجی بھی ستیارتھ پرکاش میں دستخط کر چکے ہیں - جہاں لکھتے ہیں -

"بودھوں نے جہالت میں کس درجہ ترقی کی ہے یہ اُن کو وید اور ایشور کے چھوڑنے کی سزا ملی ہے - صفحہ ۵۰۱ -

۱۱ - جس طرح بعض غذائیں جسم کو مضر ہوتی ہیں - اسی طرح بعض غذائیں روحانی طاقت میں بھی مخل ہیں مثلاً اپنے ہاتھوں کی محنت اور مزدوری میں جو خیر و برکت اور روحانی بشاشت اور توفیق خیر ہوگی - وہ چوری کی غذا میں نہ ہوگی - علیٰ ہذا القیاس -

۱۲ - بعض اوقات سلسلہ روحانی سلسلہ جسمانی پر مؤثر ہوتا ہے - چنانچہ آریوں کا مسئلہ اصول ہے کہ شروع دنیا میں جو لوگ پیدا ہوتے ہیں - اُن کے اعمال ہی اس پیدائش کے مقتضی ہوتے ہیں (ستیارتھ پرکاش باب ۸ نمبر ۲۳) بلکہ عورت مرد کی تفریق یا خوبصورت اور بدشکل کی تمیز بھی بقول آریہ سماج اعمال ہی کے نتائج ہیں -

۱۳ - الہامی کتاب کی مثال طبیب اور ڈاکٹر کی سی ہے جہاں ڈاکٹر بہت سی مفید چیزیں کھانے کا حکم کرتا ہے ایسے ہی بہت سی مضرات سے بچنے کی بھی راے دیتا ہے اسی طرح الہامی کتاب یا خود خدا تعالیٰ بہت سے مفید امور کا حکم کرتا

یاور بہت سی مضر باتوں سے منع کرتے ہیں۔ خواہ وہ افعال ہوں یا غذائیں۔

۴۔ خدا کے حکم دو قسم پر ہیں۔ ایک شرعی جو بذریعہ الہام مخلوق کو پہنچتے ہیں۔ یہ حکم تو بذریعہ الفاظ بندوں کو سنائے جاتے ہیں۔ ایک قسم ایجادی یا تکوینی ہے۔ یعنی مخلوق کی پیدائش کے متعلق۔ اس حکم (ایجادی) کے لئے الفاظ کی حاجت نہیں ہوتی بلکہ سلسلہ اسباب کا کمال اور اپنی انتہا پر پہونچنا ہی اُس مسبب اور معلول کے لئے حکم ہے۔

جوابات

چونکہ جواب سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ سائل کا مطلب سائل ہی کے لفظوں بتلایا جاوے۔ اس لئے ترک اسلام کی پوری پوری عبارت مصنف کے الفاظ میں پہلے لکھی جاتی ہے۔ جس پر آریہ کا لفظ ہوگا۔ پھر اُس کا جواب شروع ہوگا جس پر مسلمان کا لفظ ملیگا۔ لیکن جو باتیں سوال سے زائد بطور مخول اور مسخری کے حسب معمول بابو دھرمپال صاحب نے لکھی ہیں۔ اُن کو حذف کیا گیا۔ اصل سوال اُنہی کے الفاظ میں ہے۔ پس سنئے!

آریہ نمبر (۱) قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا بڑا مکار اور فریبی ہے۔ دیکھئے وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ (ترجمہ۔ مکر کیا کافروں نے اور مکر کیا خدا نے اور خدا بہتر ہے مکر کرنیوالوں سے" سورہ آل عمران آیت ۳۵)

(۲) قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا فریب کرتا ہے۔ اور دھوکا بازی کرتا ہے۔ کسی بھلے مانس آدمی پر جو سچ مچ فریبی نہ ہو۔ یہ الزام لگایا جائے۔ تو وہ گلے پڑ جاوے گا۔ اور عدالت تک پہونچیگا۔ مگر خدا پر فریب بازی کا الزام لگانا کسی بڑے ہی من چلے

Marfat.com

آدمی کا کام ہو سکتا ہے۔ افسوس میں اس بات کو تسلیم نہیں کرتا (سورہ انفال آیت ۳۰)

مسلمان نمبر ۱۲ — مکر کے معنی عربی کے اصل محاورے میں خفیہ تدبیر یا داؤ چلانے کے ہیں۔ چونکہ خدا کے تمام کام مخفی طور ہوتے ہیں۔ جو اندر ہی اندر اپنا کام کر جاتے ہیں۔ ورنہ کون کہہ سکتا ہے کہ کبھی کسی کو خدا نے سامنے آکر طمانچہ یا مکا مارا ہو؟ نہیں بلکہ اندر ہی اندر اُس کے احکام جاری ہو کر اپنا کام کر جاتے ہیں۔ اسی سے خدا کی نسبت مکر اللہ کہا جاتا ہے یعنی خفیہ خفیہ اپنے احکام جاری کرنیوالا سو قرآن شریف خود بتلاتا ہے لَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ (خدا کے مکر سے یعنی اُسکی تدبیر اور مخفی احکام سے ٹوٹا پانے والے ہی بے خوف رہتے ہیں) اسلئے کہ جو کوئی خدا پر ایمان رکھتا ہے وہ یہ بھی مانتا ہے کہ خدا کے احکام ہمیشہ مخفی طور پر جاری ہوتے ہیں۔ پس جو کوئی خدا کے اس وصف سے انکاری ہے۔ وہ حقیقت میں خدا ہی سے انکاری ہے۔ اور یہی وجہ ٹوٹا پانے کی ہے۔ یہ عام طور پر آریوں اور دیگر قوموں کی غلطی ہے۔ کہ عربی زبان سے ناواقفی کی وجہ سے عربی الفاظ کو اردو فارسی کے معنے میں سمجھتے ہیں۔ کئی ایک الفاظ ایسے ہیں۔ جو عربی میں کراہت اور ناپسندیدگی نہیں رکھتے۔ مگر اردو یا فارسی میں آن اُن میں ایک قسم کی کراہت اور ناپسندیدگی آجاتی ہے۔ اسکی مثال عربی میں شراب ہے۔ جس کے معنے پینے کی چیز کے ہیں۔ خواہ پانی ہو یا دودھ مگر اردو میں خالص نشہ آور کو کہتے ہیں۔ جس مکان پر "شراب کی دوکان" لکھا ہو۔ دیکھنے والا جان جاتا ہے کہ یہاں نشہ آور چیز بکتی ہے۔ اسیطرح کئی ایک مثالیں ہیں۔

آپ اگر عربی زبان سے واقف ہوتے۔ تو ہمیں اس تفصیل کی حاجت نہ ہوتی یوں کہیئے۔ کہ آپ یہ سوال ہی نہ کرتے۔

مختصر یہ کہ عربی میں ماکر یا مکار کسی بڑے پولیٹیشن یا مدبر سلطنت کو کہتے ہیں گلیڈسٹون یا سلطان عبد الحمید خاں نہ ہر ایک ہے؎

کلاہِ خسروی و تاجِ شاہی

Marfat.com

پس اس آیت کے معنے یہ ہوئے۔ کہ یہودیوں نے حضرت مسیح کے پکڑنے اور تکلیف پہونچانے میں ہر طرح کی خفیہ سے خفیہ تدبیریں کیں خدا نے اُن کو بچانے کی خفیہ تدبیر اور مخفی احکام جاری کئے۔ یعنی ایسے اسباب پیدا کئے کہ مخالف کامیاب نہ ہوئے پس خدا کی تدبیر سب پر غالب آئی۔ اسیطرح "کید" کا لفظ ہے جس کے معنے بعینہٖ مکر کے ہیں جو جواب اس کا ہے وہی اس کا بہرحال سوال ایک ہی ہے۔ جو مکر کے لفظ پر ہے۔ جسے آپنے متعدد بتلانے کو دو کر دیا۔

آریہ نمبر (۳) قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا روحانی بیماریوں کی روحانی بیماری کو دیدہ دانستہ زیادہ کرتا ہے۔ اور پھر اوپر سے عذاب بھی دیتا ہے۔ بیشک یہ پرلے درجے کی بے رحمی اور ظلم ہے۔ کوئی عقلمند اور پڑھا لکھا خدا کو ایسا ظالم اور بے رحم قرار نہیں دیگا (بقرہ آیت ۱۰)

مسلمان نمبر (۳) اصول موضوعہ نمبر اوّل کو ملحوظ رکھتے۔ تو بابو صاحب کبھی یہ اعتراض نہ کرتے۔ اصل ان کی بیماری تو اپنے سبب ہی سے بڑھتی ہے۔ جو حق سے گردن کشی اور بے جا غرور کی وجہ سے ہے مگر علت العلل کی نسبت کیا جانا چونکہ جائز ہے۔ اس لئے خدائی حکومت اور جبروت بتانے کو ایسا کہا گیا۔ قرآن شریف اصلی سبب خود اطلاع دیتا ہے۔ ذرا غور سے سُنو!

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ

اگر وید کا پرمان چاہو۔ تو سنو!

"جو پرمیشور علم عطا کرنے والا جس کے ظل حمایت و پناہ و عنایت سے محروم ہونا ہی موت ہے" (یجروید ادھیائے ۲۵ منتر ۱۳)

جس مضمون کو یہاں وید میں یوں لکھا ہے۔ کہ پرمیشور کی عنایت سے محروم رہنا ہی موت ہے اسی مضمون کو قرآن شریف نے ان لفظوں میں ادا کیا ہے۔ سنو!

فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا

[illegible] ان کے دلوں پر ان کے برے اعمال سے زنگ کر دیا ہے۔

[illegible] بیماری بڑھا دی [illegible]

Marfat.com

اور اگر آپ سوامی دیانند جی کے دستخط چاہتے ہیں تو سنئے سوامی جی لکھتے ہیں:-

"بودھوں کس درجہ اپنی جہالت کی ترقی کی ہے۔ جس کی نظیر ان کے سوا دوسری ہو ہی نہیں سکتی۔ یقین تو یہی ہے کہ وید اور ایشور سے مخالفت کرنے کا ان کو یہی نتیجہ ملا ہے" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵۴۱)

کہئے بابو صاحب! "خود غلط بود آنچہ تو پنداشتی" یا کچھ اور حاجت ہے؟ سچ ہے کہ ہٹ دھرمی متکلم کے منشا کے خلاف معنے کیا کرتے ہیں (دیباچہ ستیارتھ پرکاش ص۶)

آریہ نمبر (۴)

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا بڑا لڑاکا ہے۔ بھلا جب خدا ہی لڑاکا ہو گیا۔ تو پھر زمین پر صلح اور امن کون قائم کر سکتا ہے" (نساء آیت ۸۴)

مسلمان نمبر (۴)

جس آیت پر آپ کو شبہ ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:-

وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّ اَشَدُّ تَنْكِيْلًا (پ ۵ ع ۸)

یعنی خدا سخت لڑائی والا اور سخت عذاب والا ہے" مگر یاد رہے کہ لڑاکا ہونے کے وہی معنے ہیں، جو یجروید کے ہیں۔ پس غور سے سنو!

"میں اس محافظ کائنات صاحب جاہ و جلال نہایت زور آور فاتح کل تمام کائنات کے مالک قادر مطلق پرمیشور کو جس کے آگے تمام زبردست بہادر سر اطاعت خم کرتے ہیں۔ ہر جنگ میں فتح پانے کے [illegible] کرتا ہوں" (یجروید ۲۰ منتر ۵۰)

بتلائیے! جس کے آگے بڑے بڑے بہادر سر اطاعت خم کرتے ہیں وہ کیا [illegible] اور لڑاکا ہو گا؟ یہ آریہ سماج کے بانی اور باپ روحانی دیانند جی کی [illegible] ان کے چیلوں میں سرایت کر گئی ہے، کہ خدا کے کاموں کو اپنے [illegible] ہیں۔ لیکن ان کو یہ خبر نہیں۔ کہ خدا کے ہاتھ پاؤں نہیں مگر سب [illegible] رکھتا ہے" (ستیارتھ پرکاش باب، نمبر ۹ ۳)

اسی طرح اس کے پاس تلوار بندوق نہیں، لیکن تمام [illegible] سب سے طاقتور ہے۔ یہی معنے ہیں اس [illegible]

قرآن شریف بتلاتا ہے وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ضابطہ ہے کہیئے بابو جی متکلم کے خلاف منشاء معنے کرنیوالے کون ہوتے ہیں؟

آریہ نمبر (۵) قرآن کی یہ تعلیم ہے۔ کہ خدا لوگوں میں دشمنی ڈال دیتا ہے اور قیامت کے دن تک باہمی کینہ پھیلا دیتا ہے طالب حق اور عاشق خدا کیلئے اس سے بڑھکر مکروہ تعلیم کیا ہوسکتی ہے (مائدہ آیت ۱۵)

مسلمان نمبر (۵) بابو صاحب کو جس آیت پر اعتراض ہے۔ اُسکے الفاظ یہ ہیں وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ - یعنی خدا فرماتا ہے کہ ہم نے عیسائیوں سے تعمیل احکام کا وعدہ لیا۔ یعنی اُن کو احکام دیئے اور اُنہوں نے اُن کی تعمیل کا صدق دل سے اقرار کیا۔ مگر آخر کار وہ بہت سا حصہ اُن احکام کا جو اُن کو بتلائے گئے تھے۔ بھول گئے۔ توحید کی بجائے تثلیث۔ اور نیک اعمال کی بجائے کفارہ مسیح تجویز کر بیٹھے۔ پس یہ بدعملیاں اس بات کی باعث ہوئیں۔ کہ اُن میں عداوت کا تخم بویا گیا۔ اصل عداوت کا سبب اور موجب تو اُن کی بدعملیاں اور بداعتقادیاں ہیں مگر بحکم اصول موضوعہ نمبر (۱) اُسکو خدا کی طرف نسبت کیا گیا یعنی اصل سبب اُنکو تفرقہ کا یہ تھا کہ وہ خدائی ہدایت کو بھول گئے تھے۔ جیسے کسی کی موت کا قریبی سبب اُسکی زہر خوری ہو [illegible] خدا کی طرف بھی اُسکو نسبت کیا جاتا ہے۔ بحکم اصول [illegible] منزل کہیئے بابو صاحب کیا اعتراض ہے اصول مذکورہ میں دیکھو کہ پنڈت [illegible] کس طرح [illegible] ہے کہ [illegible] کام اُس نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔ افسوس! بقول آپ کے [illegible] اپنے پنڈت کو [illegible]

آریہ نمبر (۶) قرآن کی یہ تعلیم ہے۔ کہ خدا منصف ہے مگر توبہ قبول کر لیتا ہے اور گناہ معاف کر دیتا [illegible] انصاف اور معافی کا میل کہاں؟ جہاں معافی آئی انصاف [illegible] (۱۹۱)

مسلمان نمبر (۱)

انصاف اور عدل کے معنے یہ ہیں کہ ہر ایک شے کو اس کے اصل مقام پر رکھنا۔ پس تو بہ جو انسان کرتا ہے۔ خدا کے آگے گڑگڑاتا ہے، عاجزی کرتا ہے، روتا ہے۔ ناک زمین پر رگڑتا ہے۔ حالانکہ نہ تو خدا کو اور نہ اُس کے عذاب کو اُس نے دیکھا ہے۔ صرف اسکی قدرت اور خدائی کے آثار سے اتنا جانتا ہے کہ کوئی ہے۔ تو کیا اس عاجزی اور انکساری کی ... جگہ ہے جہاں اسکو رکھا جائے؟ اور انصاف اور عدل کے معنے اور اقتضا پورا ہو۔ اگر ... ہوتی تو فبہا ورنہ کہنا پڑیگا کہ اس بیچارے سے انصاف نہیں ہوا ... نہیں کیا۔ سچ پوچھو تو توبہ قبول ہونا ہی عدل کا مقتضا ہے۔ دنیا میں ... ہیں اُن سب کا سرچشمہ خدائے تعالیٰ کی ذات پاک ہے مثلاً رحم۔ سلوک۔ محبت۔ سخاوت وغیرہ یہ سب کی سب ایک نمونہ اور نشان ہیں اُس بحر مواج کے جس سے اُن کو وہی نسبت ہے جو قطرے کو سمندر سے ہے۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ سخت سے سخت دل آقا جو بڑا ہی کنجوس اور نامہربان ہو۔ وہ بھی اپنے نوکر سے جس کا اخلاص اُسکو کامل طرح معلوم ہو۔ اُسکی توبہ اور عاجزی پر خطا معاف کر دیتا ہے۔ حالانکہ اس کو اس ... کا پورا علم بھی حاصل نہیں کہ اخلاص سے توبہ کرتا ہے یا اتفاق سے ... تعالیٰ جو دلوں کے حال سے پورا واقف اور مطلع ہے۔ جو بندے کے اندر ... نیاز عبودیت سے پورا آگاہ ہے۔ وہ نہ بخشے تو سچ سمجھو کہ ہماری ... بخششوں سے کہیں بڑھ کر سنگدل ہوگا۔ سنئے قرآن شریف ... کی قبولیت کے حقدار کون ہیں؟ اور اس کا طریقہ کیا ہے؟ ...

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ ... يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا وَ ... حَتَّى إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي ...

یعنی توبہ انہی لوگوں کی قبول ہوتی ہے جو ... کرتے ہیں نہ ان لوگوں کی جو مرتے دم تک ...

Marfat.com

برے کاموں میں مشغول رہیں اور اُسوقت توبہ کرنے بیٹھیں اور نہ انکی جو کفر ہی کی حالت میں مرجائیں۔ اگر بعد میں وہ توبہ کریں گے تو قبول نہ ہوگی" (سورت نساء ع ۳)

مختصر یہ کہ ہوش و حواس صحت و سلامتی میں محض خدا کے خوف سے اُس کو اپنا مالک شہنشاہ جانکر اپنے گناہوں پر شرمندہ ہو۔ اور عاجزی سے توبہ کرے۔ تو خداوند تعالیٰ جو بڑا منصف اور عادل ہے اُسکی توبہ کو جو دل کے اخلاص سے کرتا ہے۔ فوراً قبول کرلیتا ہے اور ایسا کرنے پر اس کا وصف عدل اور انصاف مقتضی ہے کہ ایسا نہ کرے تو منصف اور عادل نہیں۔ اب سنئے ویدکیا پرمان دیتا ہے۔

"اے پرمیشور مجھے سچے نیک چلن اور دہرم پر عمل کرنے کی طاقت ہو آپ مجھکو ہمت دیجئے کہ میرا یہ سچے دہرم کا عہد آپکی عنایت سے پورا ہو۔ میں آج سے سچے دہرم کی پابندی اور جھوٹ کھوٹے چلن سے اور ادہرم سے دوری اختیار کرتا ہوں"

(یجروید۔ ادھیائے ۱۔ منتر ۵)

اسی مضبوط عہد کو قرآن شریف کی اصطلاح میں توبہ کہتے ہیں۔ کہئے! اس عہد کا فائدہ بھی کچھ ہے؟ اگر نہیں تو وید نے یہ دعا عبث کیوں سکھائی۔ ذرہ سوچکر جواب دیجیئگا۔ جو فائدہ اس عہد کا ہوگا وہی یا اُسکے قریب قریب توبہ کا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ توبہ سے وہ گناہ معاف نہیں ہوتے۔ جو بندوں کے حقوق سے متعلق ہوں کسی کا خون کرکے گھر جاکر توبہ کریگا تو یہ نہ سنا جاویگا۔ یا کسی کا مال دباکر توبہ کرنے لگیگا تو جبتک اُس کا مال اُس کو نہ دیگا یا اُس سے معاف نہ کرائیگا نہ بخشا جائیگا۔

آریہ نمبر (۷) قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا غفار ہے۔ مگر قرآن کو پڑھتے جاؤ اور دوزخیوں کی آہ وزاری پر خیال کرو کس طرح سے چلا رہے ہیں۔ معافی مانگ رہے ہیں۔ توبہ کر رہے ہیں۔ مگر خدا کے کان بہرے ہوگئے ہیں، کچھ نہیں سنتا۔ کیا خدا کی غفاری اگر وہ کوئی چیز ہے تو قیامت کے دن جاتی رہیگی؟ اور خدا سنگدل ہوجائیگا؟ اے آنکھ تو خون کے آنسو رو کہ اسلام میں خدا کے بارے میں تعلیم کیسی بعدی ہے (آیات ۵۹)

مسلمان نمبر (۷) خدا بے شک غفار ہے۔ گر اُس نے خود بتلادیا ہے کہ میری غفاریت کن لوگوں کے متعلق ہے۔ سنو! اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ۔ یعنی خدا مشرک کو کبھی نہ بخشیگا۔ اُن کے سوا جسکو چاہیگا۔ بخشیگا۔ (چاہنے کے معنے نمبر ۵ میں [illegible]) ہاں اگر زندگی میں توبہ کریں۔ تو بیشک قابل بخشش ہوسکتے ہیں۔ جسکی بحث اوپر گذر چکی ہے۔ بابو صاحب کہیئے تو شکم کے خلاف منشاء معنے کرنے والے کون ہوسکے ہیں؟ دیباچہ ستیارتھ دیکھکر جواب عنایت ہو۔

آریہ نمبر (۸) قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا [illegible] ہے۔ مگر کتنی شرم کی بات ہے۔ کہ اُسکو بدی کا پیدا کرنیوالا مانا گیا ہے۔ (نساء آیت ۸۷)

(۹) قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے۔ خدا کے حکم سے ہوتا ہے۔ تو پھر زنا کار لوگوں کی زناکاری۔ شراب نوشی۔ ڈاکہ۔ چوری۔ قتل۔ خون۔ لوٹ مار [illegible] بھی خدا کے حکم سے ہوئے۔ شیطان بے چارے کو کیوں بدنام کیا جاتا ہے [illegible] لوگوں نے کیا تماشہ بنادیا (یونس ۴۹)

مسلمان نمبر ۸-۹ بابو صاحب کے پتے تو ماشاء اللہ بے [illegible] خود ہی ظاہر کرتے ہیں۔ کہ قرآن شریف میں یہ [illegible]

لَا یَرْضٰی لِعِبَادِہِ الْکُفْرَ

یعنی خدا اپنے بندوں سے کفر کو پسند نہیں کرتا۔ اور یہ مضمون بھی [illegible] کے ملانے سے ملتا ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہوتا ہے۔ خدا کی مشیت سے ہوتا [illegible] معنی پر غور نہیں کیا۔ کرتے بھی کیسے جبکہ تحقیق حق منظور ہی نہ تھی [illegible] اُس کے لوازمات سے نا آشنا ہو کر تحقیق ہو کیسے سکتی ہے [illegible] کے قانون مجریہ کا نام ہے۔ جس پر بوجہ [illegible] اصول [illegible] تفصیل سے سُننا چاہو تو عذر کرو۔ کہ ایک [illegible]

اُس سے گلوگیر ہو کر کچھ کا کچھ کر گذرتا ہے۔ یہانتک کہ بعض جوشیلے عاشقوں سے تو اتنا بھی صبر نہیں ہو سکتا۔ کہ اپنے ننگ و ناموس کا بھی خیال رکھیں۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ سر بازار اُنہوں نے مُنہ کالا کیا۔ آخر پا بجولاں ہو کر بڑے گھر کی سیر کو بھی گئے لیکن سوال یہ ہے۔ کہ ایسے جوش کے لئے سبب کیا ہے اور وہ کس کا مقرر کردہ ہے؟ کچھ شک نہیں کہ آپ تک خدا کے قائل ہیں یہی کہیں گے۔ کہ خدا تعالیٰ ہی نے یہ قانون مقرر کیا ہوا ہے۔ کہ جوان مرد جوان خوبصورت عورت کو دیکھکر یہ سب کچھ کر گذرنے پر آمادہ ہو۔ اسیطرح باقی گناہوں کی مثال ہے۔ دراصل یہ سبب اُسی قانون قدرت کے کرشمے ہیں۔ کسی اہل دل نے اسی راز کی طرف اشارہ کیا ہے ؂

کار زُلفِ تست مشک افشانی اما عاشقاں ۔ مصلحت را تہمتے بر آہوئے چین بستہ اند

پس اگر ہمارا جواب پسند نہ ہو۔ تو آپ ہی فرمائیے۔ کہ پرمیشور ایسے کاموں پر مجرموں کو کُتے بلے اور سوروں کی جونوں میں بھیجتا ہے؟ کیا یہ انصاف ہو گا کہ بُرا کام اُسکے قانون کے مطابق ہو۔ اور سزا دیوے بندے کو؟ اسکی مثال دنیاوی طرز پر سننا چاہو تو نیشنل کانگرس کو دیکھو۔ جو کچھ نیشنل کانگرس کر رہی ہے گورنمنٹ کی اجازت یعنی قانون سے کر رہی ہے۔ کوئی خلاف قانون نہیں۔ مگر جہانتک ہمیں معلوم ہے یہ کام کانگرس موجب انعام تو کجا رضا بھی نہیں۔ بلکہ گورنمنٹ [illegible] کے بعض کاموں سے ناراض بھی ہو تو ممکن ہے ٹھیک اسیطرح جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے خدا کے حکم یعنی قانون مجریہ سے ہوتا ہے۔ لیکن وہ بدکاریوں سے راضی نہیں لَا یَرْضٰی لِعِبَادِہِ الْکُفْرَ ہم اپنے مطلب اس مقام پر اور بھی ذرہ تفصیل اور توضیح کرنے کو ایک دو آیتیں [illegible] پیش کرتے ہیں!

وَلَوْ شَآءَ رَبُّکَ مَا فَعَلُوْہُ فَذَرْھُمْ وَمَا یَفْتَرُوْنَ ۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَآ اَشْرَکُوْا

وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَا اقْتَتَلُوْا ۔ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا کُلَّ نَفْسٍ ھُدٰىھَا

[illegible] ت میں بھی اُسی قانون مجریہ کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی اگر خدا کا قانون ایسا نہ ہوتا [illegible] اپنے ارادے میں کم و بیش کامیاب ہوتا ہے۔ جس تلوار سے ایک

Marfat.com

مہاتما ایک دُشٹ ... کو واصل جہنم کرتا ہے۔ اسی کو لیکر ایک پاجی ایک ...
کو شہید کر دیتا ہے ایسا ہوتا تو مشرک کافر شرک اور کفر نہ کرتے۔ پس ہم بلند
آواز سے کہتے ہیں کہ جو کچھ ہوتا ہے۔ خدا کے حکم اور ارادے سے ہوتا ہے زانی زنا
کرتا ہے تو اس کے قانون قدرت سے کرتا ہے۔ چور چوری کرتا ہے تو اس کے
اذن سے کرتا ہے۔ سُبحان من لا تخرج شئ من جبتہ ومثبتہ لا تحرک
ذرۃ الا باذن اللہ۔ یعنی ... اس کے حکم سے باہر نہیں۔ بابو صاحب!
کہیئے تو یہ قرآن کی خوبی کی بات ہے یا ... کی؟ ... آگے پیچھے نہ دیکھنے والی کا علم کہاں؟
(بھومکا مصنفہ سوامی دیانند ص ۵۲)

شیطان کی مذمت اسی قدر ہے جتنی کسی شریر بدخو کی ہوتی ہے ... وہ
صرف بطور مشورے کے بُرا کام سجھاتا ہے۔ نہ کہ بطور جبر کے ... تو
پر آئیگی۔

ہم نے اس نمبر کو آپکی خاطر تفصیل سے لکھا ہے۔ پس امید ہے کہ آپ
اصول ... نمبر (۴) کو ملحوظ رکھکر یہ سوال منہ پر ... اگر لاوینگے تو ...
حوالہ دینے پر قناعت کیجئے۔ کیونکہ آپکے گرد ... دست ...
آپکا حق زائد نہیں ہے۔

آریہ نمبر (۱۰) قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ ...
... گمراہ ...
گمراہ کر رہا ہے۔ ... کا ...
ہیں اور جسکو ... کرتے ہیں۔ انکو ...
کی جان ... کی کیا ضرورت ...
کو ملزم گردانے کی کیوں نوبت آئی (رسالہ ... ص ۵۰)

مسلمان نمبر (۱۰) افسوس کہ ...
گمراہی کا ...

Marfat.com

سو قرآن مجید جو بانیٔ فطرت کا کلام ہے۔ کیسی پتہ کی بتلاتا ہے ۱۔

كَلَّآ إِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۱

اصل گمراہی کا سبب تو انسان کی اپنی ذاتی شرارت اور خدا سے بے نیازی ہے مگر چونکہ بموجب اصول موضوعہ نمبر اوّل اسکو خدا کی طرف بھی نسبت کرنا جائز ہے۔ اس لئے علت العلل پر اطلاع دینے کو قرآن شریف نے بتلا دیا ہے۔

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۲

آریہ (۱) قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا پاکیزگی کو پسند کرتا ہے مگر قرآن کو بغور پڑھنے سے پتہ لگتا ہے کہ خدا نے [illegible] پاک کرنا نہ چاہا۔ بلکہ ناپاکی کو اور بھی زیادہ کر دیا۔ اور گمراہی بڑھا دی [illegible] کا کھیل ہے ایک بے بنیاد بات کو قائم رکھنے کے واسطے بہت کچھ [illegible] کرنا پڑا مگر فضول۔ (مائدہ آیت ۲۵)

(۲) قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا تمام عیوب سے پاک ہے مگر دیکھئے شیطان کو بہکانے والا اور گمراہ کرنے والا خدا ہی ہے۔ ہم شیطانی ڈھکوسلے سے فرض کر سکتے ہیں کہ شیطان لوگوں کو بہکاتا ہے۔ مگر شیطان کا گمراہ کنندہ خدا ہے (اعراف ۔ ۱۶)

نمبر ۱۱-۱۲ افسوس ان نمبروں میں بھی آپ اصول نمبر اوّل کو بھول گئے جناب من! ہر ایک کام کیلئے خدا نے اسباب بنائے [illegible] ب سے کام نہ لیا جائے۔ کامیابی نہ ہوگی۔ جبتک آگ [illegible] نہ بجھے گی۔ تعجب تو یہ ہے۔ کہ جو بات آریہ سماج [illegible] تی ہے جب وہی مضمون قرآن شریف سے نکلتا ہے۔ تو اُن کی [illegible] ہو جاتے ہیں۔ پس جبتک کوئی نیک نیتی اور صاف دلی سے خدا

---

۱ [illegible] کی گمراہی کا سبب یہی ہے کہ وہ اپنے آپکو کسی کا محتاج نہیں جانتا (سورہ اقرا)

۲ [illegible] بہتوں کو ہدایت کرتا [illegible] ایک گمراہ کرتا ہے (سورہ بقرہ ع ۳)

کی طرف نہ جھکیگا۔ عصمت اور پاکی نصیب نہ ہوگی۔ یہی معنی اس آیت کے ہیں
جیسا آپکو شبہ ہوا ہے۔ غور کیجئے!

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ

سنئے! اس آیت سے پہلے یوں مذکور ہے۔

وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّاعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ
لَمْ يَأْتُوكَ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ يَقُولُونَ
هَٰذَا فَخُذُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا وَمَنْ يُرِدِ
لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَ
فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ

یعنی بعض یہودی جھوٹ سننے کے عادی ہیں۔ دوسرے لوگ
پاس نہیں آتے) باتیں سنتے ہیں۔ کلام کو اصل جگہ سے بگاڑ کے
معتقدوں کو کہتے ہیں۔ کہ اگر یہی مطلب جو ہم نے تم کو بتلایا ہے۔ کہیں
تو قبول کرنا۔ ورنہ اس سے بچنا جسکو خدا ہی کسی بلا میں مبتلا کرنا چاہے
تم ہرگز اس کے لئے ذرہ بھر بھی اختیار نہیں رکھوگے۔ یہی لوگ
جن کے دلوں کو خدا نے پاک کرنا نہیں چاہا۔ دنیا میں ان کے لئے
ہے۔ اور آخرت میں بھی عذاب۔

تمام آیات کو ملانے سے مطلب صاف ہے کہ وہ لوگ جو کہ خدا
کے مطابق ہدایت کی طرف رخ نہیں کرتے۔
اسی طرح کے الفاظ کو بحکم اصول موضحہ نمبر اول آں
کی طرف نسبت کیا۔ تو کیا اعتراض؟

بابو صاحب! آگے پیچھے کو ملا کر معنے نہ کرنے والے
دیا نند جی سے پوچھکر بتلانا (دیکھو مکالمہ)
شیطان کی حمایت پر آپ بہت

Marfat.com

[illegible]ول موضوعہ بھول جاتے ہیں۔ ہم بتلا آئے ہیں کہ فعل کی نسبت جیسی مسبب کی طرف ہوتی ہے مسبب الاسباب اور علت العلل کی طرف بھی جائز ہے۔ جہاں کہیں گمراہی کو خدا تعالیٰ کی طرف نسبت کیا گیا ہے وہ اسی بناء پر کیا ہے کہ خدا سب کا علت العلل ہے" درخانہ اگر کس است یک حرف بس است" دیکھو قرآن شریف جو علام الغیوب کا کلام ہے شیطان کی گمراہی کا سبب قریب بتلاتا ہے۔ غور سے سنو!

[illegible] وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ

یعنی شیطان نے خدا کے حکم کی تعمیل سے انکار اور تکبر کیا اور کافر ہو گیا

پس اس نے اپنے پروردگار کی حکم عدولی کی۔

ہاں چونکہ بموجب اصول موضوعہ نمبر اول علت العلل کی طرف بھی نسبت کرنا جائز ہے شیطان نے اپنی گمراہی کو خدا کی طرف نسبت کر کے بِمَا أَغْوَيْتَنِي (تو نے مجھے گمراہ کیا) [illegible] کیا ہے اور سوال کیا؟ اے ری جانبداری تیرا ستیاناس! تو انسان سے ضد کی حالت میں کیا کچھ [illegible] کرائی۔ ساجی دوستو! سچ ہے؟ ہٹ دھرمی مذہب کی تاریکی میں عقل کو نابود کر لیتے ہیں (دیباچہ ستیارتھ پرکاش)

آریہ نمبر (۱۳) قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا مخول کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے مگر افسوس وہی خدا مسخرا۔ مخول باز ٹھٹھول باز گردانا گیا ہے (بقرہ - آیت ۱۵)

مسلمان نمبر (۱۳) ع تو آشنائے حقیقت نہ خطا اینجاست

جس لفظ پر آپ کو شبہ ہے وہ استھزاء ہے جو آیت کریمہ میں صنائع کی صنعت میں آیا ہے۔ سنو!

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ

(منافقوں [illegible] مسلمان بنتے اور اندر سے کافر ہوتے تھے) بیان ہے

[illegible] کے دوستوں کی [illegible]

Marfat.com

مطلب بتلانے سے پہلے استہزاء کے معنے [illegible] ہیں [illegible]

استہزاء۔ افسوس کردن و انکار چیزے [illegible] کسی [illegible] دادن یا ناگاہ گرفتن بربائی (منتہی الارب)

پس ان معنے کو یاد رکھکر آیت کا مطلب سنئے! خدا فرماتا ہے جب منافق لوگ ایمانداروں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم مدت سے ایمان لائے ہیں۔ اور جب اپنے شیطانوں یعنی سرگروہوں کے پاس جاتے ہیں۔ تو کہتے ہیں ہم [illegible] ہیں [illegible] سے تو ہم صرف مخول اور ٹھٹھا کرتے ہیں (ان کے جواب میں خدا نے فرمایا) اس مخول کی ان کو سزا [illegible] گا۔ اور سردست ان [illegible] ہے۔ اس سے [illegible]

کہئے! کیا اعتراض ہے۔ کاش آپ [illegible] فرک کی بحثیں ہی دیکھ لیتے۔ تو آپکو معلوم ہو جاتا [illegible] ہیں۔ جو متکلم کی شان اور [illegible] کے موافق ہوں [illegible] بہت لوگ ایسے ضدی اور [illegible] ہوتے ہیں کہ [illegible] دیباچہ ستیارتھ [illegible]

اعتراض نمبر (۱۴)

قرآن کی یہ تفسیر [illegible] سمجھتا ہو گر قرآن کی [illegible] گردانی کر [illegible]

[illegible]

مسلمان نمبر [illegible]

[illegible] ایک لفظ بھی [illegible]

[illegible]تا ہم اپنی تحقیق کی رو سے خود ہی بتلا دیتے۔ مگر افسوس کہ ہمیں بھی تمام قرآن شریف میں ایسا کوئی حکم نہیں ملتا۔ جس کا یہ مطلب یا مفہوم ہو کہ خدا قسم کھانے کو اچھا نہیں سمجھتا۔ اس ایک مقام پر صرف آتا ہے۔

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ
عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ

یعنی تو ایسے [illegible] کے کہے میں نہ آنا جو بہت بہت قسمیں کھاتا ہے اور دل (اپنے جھوٹ کی وجہ سے) ذلیل ہے۔ لوگوں پر آوازے کسا کرتا ہے۔ ادھر ادھر کی چغلیاں لگاتا ہے۔ اپنی حد سے بڑھا ہوا بدکردار اکڑ اور بد اصل ہے"

اس حکم سے جو کچھ ثابت ہے۔ وہ کسی مزید تشریح کا محتاج نہیں۔ یعنی یہ کہ جھوٹی قسمیں [illegible] بازوں سے بچتے رہنا چاہئے۔ لیجئے اس پر ہمارا بھی صاد ہے۔ مگر اس [illegible] مطلب کہاں ثابت ہوا۔ جو آپکا دعویٰ ہے؟ جھوٹی قسم کھانا بے شک لعنتیوں [illegible] سچی قسم سے کون منع ہے؟ قسم تو صرف اعتبار جتانے کے لئے ہوتی [illegible] عدالتوں میں بھی دستور ہے۔ کہ شہادت سے پہلے ہر ایک شخص کو [illegible] مذہب کے مطابق قسم دی جاتی ہے۔ لطف تو جب ہو کہ سماجی عدالت [illegible] کے سامنے قسم نہ کھائیں۔ اور ستیارتھ پرکاش دکھا کر حاکم سے کہیں کہ قسم کھانا [illegible] ہے۔ ہم تو قسم نہ کھائیں گے۔ پھر دیکھیں کہ ستیارتھ پرکاش کتنی مدت تک [illegible] [illegible] ہے۔ سنئے اصل یہ ہے کہ قرآن شریف چونکہ عربی زبان میں الہام ہوا ہے اس لئے عربی لٹریچر (زبان) کی پابندی اس میں ضروری ہے۔ عرب [illegible] کو معیوب نہ جانتے تھے۔ بلکہ ان میں عام دستور تھا کہ قدرتی اشیاء [illegible] کرتے تھے۔ جس سے ان کی غرض خالق کی عظمت ہوتی تھی۔ سنئے!

[illegible] کہتا ہے

[illegible] زعمت لیلیٰ انی لا احبہا

[illegible] والشفع والوتر

یعنی سنو لوگو! لیلیٰ کہتی ہے۔ کہ مجھے اسکی محبت نہیں۔ کیوں نہیں۔ مجھے "اس راتوں اور جوڑے اور طاق کی قسم ہے"!

پیارے پال! آؤ ذرہ تمہیں آریہ دہرم کی پستک کے درشن بھی کرائیں۔ ستوا منوجی کیا پرمان دیتے ہیں:-

"عورت کی شادی میں اگر لڑکے والے اعتبار نہ کریں۔ یا گئو کی خوراک دینے کیوقت اور برہمن کی حفاظت کیواسطے اگنی ہوتر کے واسطے اینڈھن کی ضرورت جتلانے میں قسم کھانا برا نہیں" (ادھیائے ۸۔ شلوک ۱۱۲)

اور سنیئے!

"براہمن کو سچ کی قسم اور کشتری کو سواری اور ہتھیاروں کی قسم اور ویش کو گئو اور بیج اور سونا کی اور شودر کو تمام پاپوں کی قسم دلائے" (ایضاً شلوک ...)

آریہ نمبر (۱۵) قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا کن کہنے سے سب کچھ ... ہے۔ مگر کیا وہ پاگل ہوگیا تھا۔ یا اپنی کن کی طاقت کو بھول گیا تھا۔ کہ خواہ مخواہ زمین و آسمان بنانے میں چھ دن لگا دیئے۔ کن ... نہ کن ہی کہدیا۔ یا کیوں نہ تین دن میں ہی سب کچھ بنا دیا۔ (دریم علت؟)!

مسلمان نمبر (۱۵) ۵

اللہ رے ایسے حسن پہ یہ بے نیازیاں
بندہ نواز! آپ کسی کے خدا نہیں

آپکے اعتراضات پر بے ساختہ ہنسی تو آتی ہے۔ مگر شکر ہے۔ کہ آپ ... بلکہ کل آریہ سماج کے گرو نہیں مہاں گرو۔ سوامی دیانند جی مہاراج ستیارتھ پرکاش میں گوش گذار ہو چکے ہیں۔ اس لئے آپکی ... بات کہے کہ "آنچہ اُستاد ازل گفت ہماں میگویم" مجبوری اور ... رائے پاس کرتے ہیں۔ مگر ہاں اتنا کہنے سے باز نہیں رہینگے۔ کہ ... اسلام کرنے میں جلدی کی۔ عجب نہیں کہ ہمارا ...

: نقلہ سماجیوں کی شیریں کلامی او ...

Marfat.com

ہے۔ آخرکار صحیح نکلے۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔ سنئے!

دونوں آیتیں ٹھیک ہیں۔ کُنْ کہنے کا مطلب تو یہ ہے کہ جس چیز یا چیز کی کیفیت کو خدا کُنْ کہتا ہے۔ وہ اسی وقت ہو جاتی ہے مگر زمین و آسمان میں چونکہ کیفیات بیشمار ہیں جو حسب استعداد جسمانی بتدریج اپنے کمال کو پہنچنے کی قابلیت رکھتی ہیں اس لئے ہر ایک کیفیت جسکی استعداد موجود ہوئی۔ کُنْ ہی سے پیدا ہوئی۔ گیہوں کے کھیت بظاہر تو چھ مہینے میں پکتے ہیں۔ مگر واقف اسرار جان سکتے ہیں کہ ان میں کیفیات ان گنت ہیں جو ہر آن خدا کے حکم کُنْ سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور سنئے!

انسان اور گائے کا بچہ بظاہر تو ۹۔ ماہ بعد باہر نکلتا ہے۔ ناواقف سمجھیگا۔ کہ ۹۔ ماہ میں بنا ہے۔ مگر دانا جانتے ہیں کہ اس میں کیفیات بے شمار ہیں۔ جو حسب استعداد خود خدا کے حکم کُنْ سے ہر آن پیدا ہوتی رہی ہیں۔

خیال یہ بھی یاد رہے کہ کُنْ کہنے سے یہ مراد نہیں۔ کہ خدا کاف اور نون کا مرکب لفظ بولتا ہے۔ نہیں۔ اُس کے بولنے میں تو دو حرف درکار ہیں۔ جو خود حادث ہیں بلکہ خداوند تعالیٰ نے ہم کو ایک نقشہ دکھلایا ہے کہ تمہارے نزدیک جو چیز جلدی سے جلدی ہو سکتی ہے اسکی تصویر یہ ہے کہ تم کہو اور ہو جاوے پس تم یہ سمجھو کہ میری قدرت میں بھی یہی دستور ہے کہ ارادہ ہوتے ہی چیز پیدا ہو جاتی ہے۔ دونوں آیتوں میں کوئی فرق نہیں فرق صرف آپکی سمجھ اور بے سمجھوں کی تقلید کا ہے (اصول موضوعہ نمبر ۴ ضرور دیکھو)

آریہ نمبر ۱۶ قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا قدوس ہے مگر قرآن کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسکی روح ایک عورت کے رحم میں بھی جا سکتی ہے۔ اور خون حیض کھا سکتی ہے۔ اور نو مہینے غلاظت میں بلکہ برسوں تک انسانی جامہ میں مقید ہو کر بذریعہ پھانسی نجات پا سکتی ہے مجھے بڑا افسوس ہے کہ قرآن نے بائیبل کی تقلید کی (انبیاء۔۹۱)

مسلمان نمبر ۱۶ عیاسخن شناس نہ دلبرا خطا اینجاست
جس آیت کی طرف آپنے اشارہ کیا ہے اُس کے الفاظ

یہ ہیں :-

وَالَّتِیْ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهَا مِنْ رُّوْحِنَا

ترجمہ سے پیشتر اصول موضوعہ نمبر اوّل کو یاد کیجئے۔ پھر سنئے کہ اس آیت میں صدیقہ مریم والدہ ماجدہ حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر ہے۔ جنکی نسبت یہودی لوگ زنا کی تہمت لگایا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے حضرت عیسیٰ جیسے اولوالعزم خدا کے رسول کو معاذ اللہ ناجائز مولود کہتے۔ اُنکی غلطی کے اظہار اور امر واقعی کے بیان کرنے کو خدا نے فرمایا "مریم نے اپنے فرج کو زنا سے محفوظ رکھا ہم نے اُس میں اپنی طرف سے ایک رُوح پھونکی تھی۔ کیسے پھونکی تھی؟ اصول موضوعہ نمبر اوّل کو دیکھو جسطرح سب میں پھُونکی جاتی ہے۔ ہاں اُس کیلئے جو سبب تھا۔ اُسی سے پھونکی تھی۔ مگر علت الحلل کی طرف نسبت کرنے کو خدا کی طرف اس فعل کو نسبت کیا گیا۔ قرآن شریف کے محاورہ میں دنیا کی سب چیزیں خدا ہی کی ہیں۔ سنئے قرآن شریف بتلاتا ہے۔

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی

"یعنی جو کچھ آسمانوں اور زمین میں اور ان دونوں کے درمیان بلکہ زمین کے تمام طبقات سے نیچے ہے وہ سب خدا ہی کا ہے"

پس ان معنے سے جو روح صدیقہ مریم کے رحم میں بلکہ تمام عورتوں کے رحم میں گھستی ہے وہ سب خدا ہی کی روحیں ہیں مگر آپکو بتقلید پنڈت دیانند سوامی اس بنا پر شک پیدا ہوا کہ خدا کی روح ان معنے سے آپنے سمجھی۔ جن معنے سے اپنی روح کو سمجھتے ہیں۔ یعنی مدار حیات۔ مگر اس اصول پر دونوں گرو چیلے نے غور نہ کیا کہ کسی چیز کو دوسری کیطرف نسبت اور اضافت کئی وجہ سے ہوتی ہے کبھی جزو کی کل کی طرف ہوتی ہے۔ جیسے میرا ہاتھ تیرا منہ وغیرہ کبھی مملوک کی مالک کی طرف جیسے میرا گھوڑا تیری گھوڑی کبھی مصنوع کی صانع کی طرف یعنی راجرس کا چاقو اور لارنس کی عینک وغیرہ وغیرہ۔ اب بتلایئے دیانند جی نے ان نسبتوں میں سے کونسی نسبت مراد لی اور آپ نے اُنکی تقلید میں کیا سمجھا۔

Marfat.com

اور اگر آپ سوامی ہی کے دلدادہ ہیں تو سنئے! یہ اضافت اُسی قسم کی ہے۔ جس سے سوامی جی ستیارتھ صفحہ ۲۹۴ باب ۸ فقرہ ۲۴ پر دنیا کی پہلی پیدائش کو ایشوری سرشٹی (خدائی پیدائش) کہتے ہیں مطلب آیت کا ہوگیا۔ اب سنئے اس موقعہ پر ایک سوال کرنیکو ہمارا جی بھی چراجاتا ہے گرو سوامی دیانند جی خدا تعالیٰ کے تولد نہ لینے کی دلیل سے ثابت کرنے لگے ہیں فرماتے ہیں

"ایشور کا جنم لینا دلیل سے بھی ثابت نہیں ہوتا۔ مثلاً کوئی شخص اگر اس لاانتہا اکاش کو کہے کہ حمل میں سا گیا۔ یا مٹھی میں رکھ لیا گیا۔ تو ایسا قول کبھی سچ نہیں ہوسکتا کیونکہ اکاش غیر متناہی اور محیط کل ہے۔ اسی واسطے نہ باہر آتا ہے نہ اندر جاتا ہے اسیطرح پرمیشور کے غیر متناہی اور محیط کل ہونے کیوجہ سے اس کا آنا جانا کبھی ثابت نہیں ہوسکتا کسی کا جانا اور آنا اُس جگہ ہوسکتا ہے۔ جہاں وہ نہو۔ کیا پرمیشور رحم میں نہیں تھا کہ کہیں سے آیا اور کیا باہر نہیں تھا جو اندر سے نکلا؟ اس لئے پرمیشور کا آنا جانا جنم لینا اور مرنا ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا" (ستیارتھ صفحہ ۲۴۹)

سوامی جی کی عبارت سے اتنا تو بدیہی ثابت ہے کہ پرمیشور ہر ایک عورت کے رحم بلکہ ہر جگہ میں ہے پس آگے آپ اپنی بات ملا کر جواب دیں کہ ایشور؟ ہاں جگدیشور؟ ہاں نراکار؟ ہاں سرب شکتیمان؟ حیض کا خون تو کھاتا نہوگا۔ البتہ خون وغیرہ الائشوں سے۔ ضرور آلودہ ہوگا! سچ ہے!

(مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ) (سورہ زمر ع ۸)

(لوگ خدا کی شان کے مناسب اسکی قدر نہیں کرتے)

آریہ نمبر ۱۷

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا زمین اور آسمان پر کرسی نشین ہے۔ گویا سب جگہ حاضر و ناظر ہے اور اُس کا کوئی خاص مقام نہیں ہے۔ مگر آسمان کے اوپر عرش کا آٹھ فرشتوں کے سر پر اُٹھائے کھڑے ہونا۔ جبرائیل کا خدا کی طرف سے نازل ہونا حضرت عیسٰے کا آسمانوں پر اُڑ جانا۔ پیغمبر عربی کا بُراق پر سوار ہوکر آسمانوں کی سیر اور خدا سے بات چیت کرنا۔ شیطانوں کا آسمانوں پر جا کر چُھپ چُھپا کر

Marfat.com

خدا اور فرشتوں کی بات چیت کا سُننا اور اُنپر ستارے توڑ کر ملے جانا وغیرہ وغیرہ
کیا یہ اس قسم کے ڈھکوسلے ہیں جن سے یہ ثابت ہوسکے کہ خدا زمین پر بھی نہ
ہے (البقرہ - ۲۵۵)

مسلمان نمبر ۱۷

اے کہ آگاہ نہ عالمِ درویشان را
تو چہ دانی کہ چہ سودائے سرِ ایشان را

قرآن شریف میں خدا کے احاطہ قدرت اور زمین و آسمان میں ہونے کے متعلق صاف
صاف لفظوں میں کئی ایک جگہ ارشاد ہے۔ غور سُنو!

مَا يَكُونُ مِنْ نَّجْوَىٰ ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ
وَلَا اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَمَا كَانُوْا (سورہ مجادلہ آیت)

"یعنی جہاں کہیں تین آدمی ہوں۔ چوتھا خدا ہوتا ہے۔ جہاں پانچ ہوں چھٹا خدا ہوتا
ہے اس سے کم ہوں یا زیادہ وہ اُن کے ساتھ ہوتا ہے۔ جہاں کہیں بھی ہوں"

ہاں کُرسی کی بابت بابو صاحب نے جس آیت کا حوالہ اخیر کتاب میں دیا ہے۔ وہ یہ ہے

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

اُس میں کُرسی کا لفظ آیا ہے جس کی تحقیق ہوتے ہی آیت کے معنی حل ہو جائیں گے کُرسی کے
معنی قاموس میں لکھے ہیں کہ هُوَ السَّرِيْرُ وَالْعِلْمُ یعنی تخت اور علم" علم کا مطلب تو صاف
ہے۔ البتہ تخت سے مراد حکومت ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے
جو علمائے دہلی میں بلکہ کل ہندوستان میں ایک بڑے پائے کے مستند عالم گذرے ہیں
آیت موصوفہ کا یوں ترجمہ کیا ہے۔

"فرا گرفتہ است بادشاہی او آسمانہا [illegible]"
یعنی خدا کی حکومت دُنیا کے ہر ذرّے ذرّے پر گھیرا ڈالے ہوئے [illegible]
کا ترجمہ کوئی نایاب اور کمیاب نہیں۔ ہر ایک جگہ مل سکتا ہے۔ ملاحظہ کر [illegible]
کے معنی علم لیں تو بھی مطلب صاف ہے۔ کہ خدا کا علم تمام ذرّے ذرّے [illegible]
کہیئے کیا اعتراض ؟

Marfat.com

ہاں ہم مانتے ہیں کہ خدا عرش پر ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ خدا کی طرف سے جبرائیل آتا تھا ہم مانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر چلے گئے وغیرہ۔ پس پہلے عرش پر ہونے کے معنے سنیئے مگر پہلے بھومکا صفحہ ۴۸ کو یاد کر لیجئے۔ کہ کلام کو آگے پیچھے ملا کر جو معنے نکلیں گے وہی صحیح ہونگے۔ اور صفحہ ۱۰ بھومکا بھی دیکھ لیجئے گا۔ جہاں حقیقی معنے نہ ہوسکیں وہاں مجازی مراد ہونگے پس پہلے آیت کے اصلی الفاظ سنیئے!

اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا وَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ (اعراف)

اس ساری آیت میں تحقیق طلب ایک ہی لفظ ہے یعنی اِسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ پس استوا کی بابت عرب کا محاورہ سنیئے! ایک شاعر کہتا ہے ؎

قد استوی بشر علی العراق
من غیر سیف ودم مھراق

یعنی بشر نے ملک عراق پر قبضہ کر لیا۔ اور حکومت کا سکہ جمایا" ایک اور شاعر کہتا ہے

لہ سلف محدثین تو ایسے الفاظ کی کوئی تفسیر نہیں کرتے بلکہ وہ اتنا ہی کہتے ہیں کہ ھو سبحانہ اعلم بذاتہ وصفاتہ (وہی اللہ اپنی ذات اور صفات کو بخوبی جانتا ہے مگر متکلمین یعنی وہ گروہ علماء کا جنکو مخالفین اسلام سے پالا پڑتا رہا ہے وہ ان آیات کے معنے کرتے ہیں چنانچہ امام رازی امام غزالی۔ قاضی بیضاوی۔ شیخزادہ وغیرھم علماء مفسرین نے یہی معنے کئے ہیں جو ہم نے نقل کئے ہیں۔ لیکن اگر بغور دیکھا جاوے تو محدثین اور متکلمین میں یہ اختلاف صرف لفظی نزاع ہے۔ کچھ ایسا نہیں کہ ایکدوسرے سے کشیدگی پیدا کرے۔ چنانچہ نواب صاحب بھوپال باوجودیکہ محدثین کی روش پر ہیں تاہم اپنے رسالہ احتواء علی مسئلۃ الاستواء کے دیباچہ میں لکھتے ہیں "یہ سب اختلافات نزدیک محققین کے شبیہ باختلاف لفظی ونزاع حرفی ہیں لہذا ایک دوسرے کی تکفیر وتذلیل نہیں کرتے"

فَلَمَّا علونا واستوینا علیھم
جعلناھم جزر سباع وطائر

یعنی جب ہم اُنپر غالب ہوئے اور اُنپر قبضہ تام کیا۔ تو اُن کو ایسا مار کہ جانوروں کیلئے خوراک بنادیا۔

خود "صحاح جوہری" میں (جو لغت عرب میں بینظیر اور معتبر کتاب ہے) موجود ہے استوی استولی وظہر یعنی استوی کے معنے قبضہ کرنے اور غالب آنے کے ہیں پھر ان پر وہی شعر نقل کیا ہے جو ہم نے پہلے لکھا ہے۔ ایسے ہی اور لغت عرب کی کتابوں مثل لسان العرب صراح۔ تاج العروس۔ جاسوس۔ قاموس وغیرہ میں لکھا ہے۔

پس اب سنیئے! آیت کے معنے یہ ہیں کہ "تمہارا پروردگار اور قابل عبادت وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں مکمل کر دیا۔ پھر ان تمام موجودات پر قابض اور متصرف ہوا۔ وہ تمہارا پروردگار رات دن کی تبدیلی کرتا ہے (رات دن) ایک دوسرے کے پیچھے گویا تلاش میں لگے ہوئے ہیں اُسی نے سورج اور چاند کو پیدا کیا اور تمام ستارے اُسی کے حکم کے مسخر اور قابو ہیں۔ سنو! پیدا کرنا اور حکم دینا اُسی کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے بڑا ہی برکت والا ہے"

اب سُنیئے! اس آیت کی علماء مفسرین نے کیا تفسیر کی ہے۔ تاکہ آپ یا آپکا کوئی ہمخیال یہ نہ سمجھے کہ ہم نے جو معنے اس آیت کے لکھے ہیں آریوں کے اعتراضوں سے دبکر لکھے ہیں۔

امام بیہقی نے جو چوتھی پانچویں صدی ہجری میں بڑے پایہ کے محدث گذرے ہیں

---

(۱) ہماری تحقیق میں تو دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ خاکسار راقم چونکہ محدثین اور اہل حدیث کا خادم ہے۔ ساتھ اسکے متکلمین کے احسانات کا معترف ہے لہذا چاہتا ہوں کہ ان دونوں گروہوں اور اسلام کے سچے فدائیوں میں اتفاق رہے اس لئے اس غلط فہمی کو رفع کرنے کیلئے اس مسئلہ میں میں نے ایک مستقل رسالہ آیات متشابہات لکھا ہے جو چھپکر شائع ہو چکا ہے۔

Marfat.com

وفیما کتب الی الاستاد ابو منصور بن ابی ایوب ان کثیرا من متاخری اصحابنا ذھبوا الی ان الاستواء ھو القھر والغلبۃ ومعناہ ان الرحمٰن غلب العرش وقھرہ وفائدتہ الاخبار عن قھر مملوکاتہ وانہا لم تقھرہ والاستواء بمعنی القھر والغلبۃ شایع فی اللغۃ کما یقال استوی فلان علی الناحیۃ اذا غلب اھلھا وقال الشاعر ؎

استوی بشر علی العراق
من غیر سیف ودم مھراق

(کتاب الاسماء والصفات ۲۹۲)

اپنی کتاب الاسماء والصفات میں اپنے سابق استاد ابو منصور کا قول نقل کیا ہے۔ کہ بہت سے متاخرین کہتے ہیں کہ استوا کے معنی حکومت اور غلبہ کے ہیں۔ آیت کے معنے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش کا حاکم ہے اس سے غرض یہ ہے کہ اپنی مخلوقات اور مملوکات پر حکومت کی خبر دے اور استواء کے معنے حکومت اور غلبہ کے عام طور پر لغت میں آتے ہیں جیسے کوئی زمین کے کسی حصہ پر قبضہ کرلے تو کہتے ہیں استوی فلان علی الناحیۃ یعنی فلاں شخص [illegible] زمین پر قابض ہو گیا۔ پھر وہی شعر نقل کیا ہے جو ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

امام رازی نے کئی ایک ورقوں میں اسپر بحث کرکے ثابت کیا ہے۔ کہ اس آیت سے مراد انتظام حکومت وسلطنت ہے قفال مفسر کا قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد تنفیذ حکم ہے پھر اُسکی نسبت لکھا ہے کہ یہ قول بالکل ٹھیک اور بلاشبہ درست اور راست ہے امام غزالی نے احیاء العلوم میں یہی معنے کئے ہیں۔ اور شعر اوّل [illegible] نقل کیا ہے (دیکھو جلد اوّل قواعد العقائد) تفسیر بیضاوی کے حاشیہ میں شیخزادہ نے بڑی تقریر لکھی ہے۔ جو کسیقدر یہاں بھی نقل کیجاتی ہے۔

فی تاویل الایۃ قولان ملخصان اشار المصنف الیھما بقولہ استوی امرہ او استولی ای استقر وجری حیث شاء وکما یشاء وتوضیح الاول ماذکرہ القفال وھو ان العرش فی کلامھم ھو السریر الذی یجلس علیہ الملوک ثم جعل العرش کنایۃ عن نفس الملک یقال ثل عرشہ ای انتقض ملکہ وفسد واذا استقام لہ ملکہ واطرد امرہ وحکمہ قالوا استوی علی عرشہ

واستقر علی سریر ملکہ وھذا نظیر قولھم للرجل الطویل فلان طویل النجاد
والرجل الذی تکثر اضیافہ کثیر الرماد ولیس المراد بمثل ھذہ الالفاظ
ظاھر معناھا وانما المراد تعریف المقصود علی سبیل الکنایۃ فکذا فی الآیۃ المراد
من الاستواء علی العرش نفاذ القدرۃ فی مصنوعاتہ علی حسب ارادتہ و
مشیتہ وجریان امرہ وتدبیرہ فیھا ثم لما تقرر عالم الملک عمد الی تدبیرہ
کالملک الجالس علی عرشہ لتدبیر المملکۃ فدبر الامر من السماء الی الارض
بتحریک الافلاک وتسییر الکواکب وتکویر اللیالی والایام فحصول الآیۃ
انہ تعالیٰ اخبر انہ خلق السموات کما اراد وشاء من غیر منازع ومدافع
ثم اخبر انہ بعد ان خلقھا استوی علی الملک والتصرف کیف شاء
ویدل علی صحۃ ھذا التاویل انہ تعالیٰ قال فی سورۃ یونس اِنَّ
رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی
عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ فان قولہ یدبر الامر جری مجری التفسیر
لقولہ استوی علی العرش یغشی اللیل النھار یطلبہ حثیثا الآیۃ وھذا
یدل علی ان قولہ ثم استوی علی العرش اشارۃ الی ما ذکرناہ فان قیل
اذا حملتم قولہ تعالیٰ ثم استوی علی ان المراد استوی علی الملک وجب
ان یقال لم یکن اللہ تعالیٰ مستویا علی الملک قبل خلق السموات و
الارض اجیب بانہ تعالیٰ کان قبل خلق العالم قادرا علی تخلیقھا
وتکوینھا لا انہ کان مکونا وموجدا لھا بآعیانھا فضلا عن ان یکون راکبا
ومتصرفا فیھا لان التصرف فی الشیٔ انما یتاتی بعد تکوینہ [illegible]
تعالیٰ علی العرش وظھور تصرفہ فی ھذہ الاشیاء انما یکون بعد
خلقھا (شیخزادہ۔ جلد دوم۔ حاشیہ بیضاوی [illegible])
جس کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ یہ آیہ ایک تمثیل ہے۔ جیسے [illegible]
یوں کہا کرتے ہیں۔ کہ بادشاہ تخت نشین ہوا یعنی علی حسب ارادہ [illegible]

Marfat.com

استویٰ علی العرش سے مراد اُس کے احکام کی تنفیذ* ہے۔ مخلوقات میں چنانچہ دوسری آیتوں سے اس امر کو ثابت کیا ہے۔ پھر اس شبہ کا جواب دیا ہے۔ جو ان معنے پر کیا جاتا ہے۔ اگر بعد پیدا کرنے کے خدا نے حکمرانی اور تنفیذ احکام کی تو کیا پہلے وہ حاکم نہ تھا۔ اس کے احکام پہلے جاری نہ تھے۔ اس کا جواب دیا ہے کہ تنفیذ احکام تو (محکوم) کے پیدا کرنے کے بعد ہوتا تھا جب مخلوق ہی نہ تھی تو حاکم کس پر ہوتا؟ مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے وہ پیدا کرنے پر قادر تھا۔ نہ کہ انپر حاکم اور منفذ احکام تھا۔

کوئی شخص دنیا کی پیدائش اور ماہیت کو سمجھکر یہ بات نہیں کہہ سکتا۔ کہ خدا دنیا پر ازل سے حاکم ہے کیونکہ اس کے یہ معنے ہیں کہ دنیا بھی ازل سے ہے۔ جو بجز دہریوں کے کوئی نہ کہیگا۔ اس بحث کے متعلق ہمارا رسالہ حدوث دنیا قابل لاحظہ ہے

شیخ الاسلام عزالدین مصری نے جو چھٹی صدی ہجری میں مشاہیر علماء مصر سے گذرے ہیں۔ جنکے اقوال امام سیوطی بھی تفسیر اتقان میں لاتے ہیں۔ اپنی کتاب الاشارۃ

استوائہ وھو مجاز عن استیلاءہ علی ملکہ وتدبیرہ ایاہ کما قال الشاعر۔ قد استوی بشر علی العراق۔ من غیر سیف و دم مھراق وھو مجاز التمثیل فان الملوک یدبرون مالکھم اذا جلسوا علی اسرتھم (ص ۱۲)	الی الایجاز میں لکھتے ہیں کہ۔ استویٰ علی العرش سے مراد تدبیر اور غلبہ ہے پھر اس شعر اول کو بطور سند نقل کیا ہے۔
لما وصف تعالی الاستواء فی قولہ الرحمن علی العرش استوی اختلف الاصحاب فیہ فقال الاکثرون ھو الاستیلاء ویعود الاستواء حینئذ الی صفۃ القدرۃ قال الشاعر (جلد ثالث مصری)	علم کلام کی مشہور کتاب شرح مواقف میں ہے کہ اکثر علماء نے استواء سے مراد غلبہ قدرت لیا ہے۔ پھر وہی دونوں شعر عربی کے سنداً نقل کئے ہیں۔ جو ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔

پس آیت استویٰ علی العرش کی تحقیق یہ ہے۔ جو حسب ضرورت مفصل اور طویل

* اجرائے احکام

Marfat.com

ہو گئی۔

قیامت کے روز آٹھ فرشتوں کا عرش کو اُٹھانا بھی ایک عظمت اور جلالتِ ایزدی کا بیان ہے (دیکھو تفسیر کبیر)

جبرائیل کا خدا کی طرف سے نازل ہونا بھی ان معنے سے ہے۔ جیسے انبیاء علیہم السّلام کا خدا کی طرف سے آنا یا ویدوں کا پرمیشور کی طرف سے نازل ہونا (دیکھو ستیارتھ پرکاش طبع اوّل صفحہ ۳۰۷ سطر ۵)

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے آسمان پر جانے سے بھی یہی مراد ہے کہ وہ آسمان یعنی محفوظ جگہ جا پہنچے۔ اس سے بھی خدا کا محدود المکان ہونا کیونکر لازم آیا؟

کیا کوئی شخص زمین میں کسی محفوظ جگہ چلا جائے تو کیا اعتراض۔ ہاں یاد آیا شاید آپ عیسائیوں سے خطاب کر رہے ہیں۔ جنکی کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ مسیح خدا کے دہنے ہاتھ جا بیٹھا پس اگر یہ مراد ہے۔ تو اس سوال کا جواب پوچھنے میں ہم بھی آپ کے ساتھ شریک ہیں عیسائیو! کہاں ہو؟

پیغمبر علیہ السّلام کا آسمانوں کی سیر کرنا بھی اسی لئے تھا۔ جو خود قرآن شریف نے بتلایا ہے لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا یعنی تاکہ ہم (خدا) اُن کو اپنی قدرت کے نشان دکھاویں جو زمین پر نہ دیکھ سکتے تھے۔ ہائے کیا ظالم اور سرکش ہے۔ جو متکلم کے خلاف منشا تاویل کرتا ہے (دیباچہ ستیارتھ صک)

شیطانوں کا فرشتوں کی گفتگو اور کلام کو سننا بھی ان کے ایک بوجہ [illegible] تعلق پر متفرع ہے۔ اس سے بھی خدا کو محدود المکان سمجھنا معدوم العقل کا کام [illegible]

ہاں یاد آگیا۔ کہ ہم اور ہمارا قرآن خدا کو زمین پر آنے سے [illegible] آریہ دھرم مانتا ہے۔ پس غور سے سنئے! سوامی دیانند [illegible] پرمیشور کا اوتار نہ لینا ثابت کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں [illegible]

"اگر کوئی شخص اس لا انتہا کاش (یعنی آسمان) کو کہے کہ حمل میں [illegible] میں رکھ لیا گیا تو ایسا قول کبھی سچ نہیں [illegible]

غیر متناہی اور محیط کل ہونے کی وجہ سے اُس کا آنا جانا ثابت نہیں ہو سکتا
کسی کا جانا اور آنا اُس جگہ ہو سکتا ہے۔ جہاں وہ نہ ہو۔ کیا ایشور (عورت کے) رحم
میں نہیں تھا۔ کہ کہیں سے آیا۔ اور کیا باہر نہیں تھا جو اندر سے نکلا۔ اسلئے
پرمیشور کا آنا جانا جنم لینا مرنا ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا (ستیارتھ ۲۲۹)
سماجیو! سچ ہے کہ پرمیشور دنیا کے اجسام میں ایسا سرائت کئے ہوئے ہے
جیسے پانی میں کھانڈ؟ اگر یہی ہے تو کس منہ سے نویں ویدانتیوں (ہمہ اوستوں)
کا رد کیا کرتے ہو؟

آریہ نمبر ۱۸ قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا مشرکوں سے بیزار ہے۔
مشرک ناپاک ہیں۔ مگر خدا نے ہی سب سے پہلے
شرک کی تعلیم فرشتوں کو دی۔ کہ آدم کو سجدہ کرو۔ اور جب ایک فرشتے
نے شرک کرنے سے انکار کیا۔ تو اُسکو ملعون کر دیا۔ اب سزا کس کو ملے۔
شیطان کو یا خدا کو۔ مشرک کون ہوا؟ خدا یا شیطان؟ (بقرہ۔ ۴ ۳)

مسلمان نمبر ۱۸ یہ پرانی شیطانی حمایت ہے۔ جو آریہ لوگوں نے اپنے ذمہ لی
ہوئی ہے مگر صد آفرین کہ ہزار بار جواب پا کر بھی اپنی ڈیوٹی
سے غافل نہیں۔ سینہ ٹھونک کر اُس نالائق کی حمایت کئے جائیں۔ سنو! جس آیت
پر یہ سوال ہے اُس کے الفاظ یہ ہیں:۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَ
كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ

یعنے خدا فرماتا ہے۔ کہ ہم نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ سب نے کیا۔ مگر
ابلیس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافر بن گیا۔"

اب اس آیت میں امر تنقیح طلب تین ہیں۔ ایک یہ کہ سجدے کے یہاں کیا معنی
ہیں؟ دوم سجدہ کیوں کرایا؟ سوم ابلیس یعنے شیطان نے سجدے سے انکار کیوں
کیا؟

امر اوّل یعنی سجدہ کی بابت تو تحقیق یہ ہے کہ یہ سجدہ عبادت کا سجدہ نہ تھا بلکہ محض آداب و نیاز تھا۔ جیسا کہ عموماً ادنیٰ یا ماتحت اعلیٰ افسروں سے کیا کرتے ہیں۔ اس کا ثبوت کچھ مشکل نہیں۔ بشرطیکہ اصول موضوعہ نمبر ۶۔ اور دیباچہ ستیارتھ پرکاش مٹ کو ملحوظ رکھکر وہی معنی صحیح سمجھے جائیں جو متکلم کی مراد ہوں۔

پس سنئے! قرآن شریف صاف صاف اور کھلے کھلے لفظوں میں فرماتا ہے کہ خدا کے سوا کسی ایسی چیز کی عبادت نہ کرو۔ جو نہ تو کچھ پیدا کر سکے نہ تمہیں نفع یا نقصان دے سکے۔ سنو!

قرآن شریف مشرکوں کی شکایت کن لفظوں میں کرتا ہے۔

وَاتَّخَذُوا مِنْ دُوْنِہٖ اٰلِھَۃً لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ وَلَا یَمْلِکُوْنَ لِاَنْفُسِھِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا یَمْلِکُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَیٰوۃً وَّلَا نُشُوْرًا (سورت فرقان ع۱)

یعنی مشرکوں کی غلطی دیکھئے کہ اللہ کے سوا ایسے لوگوں کی عبادت کرتے ہیں جو کچھ پیدا نہیں کر سکتے۔ بلکہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ اُن کو تو اپنے نفس سے ضرر ہٹانے اور نفع حاصل کرنیکا بھی اختیار نہیں۔ اور نہ کسی کی موت اور نہ حیات اور نہ موت سے بعد اٹھانا ان کے اختیار میں ہے"

اور سنئے!

لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَنْفَعُکَ وَلَا یَضُرُّکَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّکَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ

یعنی خدا کے سوا کسی ایسی چیز سے دعا مت مانگو یعنی اسکی عبادت مت کرو جو نہ تم کو ضرر دے سکے نہ نفع۔ اگر تم نے ایسا کیا تو یاد رکھو تم بھی ظالموں میں سے ہو جاؤ گے

اور سنئے! قرآن شریف کے شروع میں ہی آپکو ملیگا۔

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ

"یعنی اے ہمارے مولا! ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں"

اِن آیات کو دیکھو۔ قرآن شریف کیسے صاف اور صریح لفظوں میں غیر اللہ کی عبادت سے منع کرتا ہے۔ پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ آدم کیلئے سجدہ عبادت کا حکم دے؟ پس اصول موضوعہ نمبر ۶ اور دیباچہ ستیارتھ مت سامنے رکھو تو معلوم ہوگا کہ سجدے کے معنی وہی ہیں۔ جو یجروید میں "نمسکار" کے ہیں سنو!

"محیط کل پرمیشور جو عالموں کے باطن میں جلوہ گر ہے اس محبت کو نمسکار ہو اور جو عالموں سے اس برہم کا علم حاصل کرکے براہم کا درجہ پاتا ہے یعنی جس پر ایشور ایسا مہربان ہوتا ہے۔ جیسے باپ کو بیٹے سے محبت ہوتی ہے۔ اس براہم یعنے برہم کی عبادت کرنے والے کو بھی نمسکار ہو" (یجروید۔ ادھیائے ۳۱۔ منتر ۲۰)

جس طرح سے اس منتر میں عالموں کی خدمت میں نمسکار یعنی تعظیم و تکریم یا سلام و نیاز کرنیکا حکم ہے۔ اسی طرح آیت مرقومہ میں آدم سجدہ کرنے کا حکم ہے اور وجہ بھی وہی ہے جو اس منتر میں ہے۔ یعنی علم۔ کیونکہ قرآن مجید میں اس حکم سے پہلے صاف لفظوں میں مذکور ہے۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

"یعنی آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھائے۔ پھر اُن فرشتوں کے سامنے پیش کرکے اُن سے کہا کہ اگر تم سچے ہو۔ تو ان چیزوں کے نام بتلاؤ"

اِس آیت میں صاف اور صریح لفظوں میں کہا گیا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو بتلاؤ؟ اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ ملائکہ نے علم کلی کا دعویٰ کیا تھا اس لئے اُن کی تکذیب کرنے کیلئے خدا نے حضرت آدم کو تمام علوم سکھا کر فرشتوں سے بغرض اظہار اُن کی عاجزی کے استفسار فرمایا۔ تاکہ وہ خود ہی اپنی زبان سے اپنی عاجزی کا اعتراف کریں۔ چنانچہ اُنہوں نے خود ہی اعتراف کیا۔

Marfat.com

لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا

"یعنی اے خدا ہمیں اسی قدر علم ہے۔ جتنا حضور نے ہمیں سکھایا ہے اُس سے زائد سب چیزوں کو حضور ہی کا علم حاوی ہے۔ بیشک ہم علیم ہیں"

چونکہ آدم علیہ السّلام نے سب چیزوں کے نام اور ماہیت بتلادی۔ اس لئے حسب دستور وہ اس بات کے مستحق ہوئے۔ کہ فرشتے اُن کو سلام و نیاز یا حسب محاورہ وید نمسکار کریں چنانچہ کیا گیا۔

تیسرا امر کہ شیطان نے سجدہ کرنے سے انکار کیوں کیا۔ اس کا بیان بھی خود قرآن شریف سے ملتا ہے۔ بفضلہ تعالیٰ قرآن شریف اپنا مضمون خود بتلاتا ہے۔ اور "پیراں نمے پرند و مریداں ہے پرانند" کی طرح معتقدوں کا منہ نہیں تاکتا کہ کب سوامی دیانند جی دیا کریں۔ تو اگنی کے معنے آگ کے چھوڑکر خدا کے بتلادیں۔ بہر حال سنو! قرآن شریف خود اپنی تفسیر کرتا ہے۔ کہ شیطان نے کیوں سجدے سے انکار کیا۔ شیطان نے صاف لفظوں میں کہا تھا۔

أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ (سورہ ص)

یعنے میں بھلا کیونکر اسے سجدہ یا نمسکار کروں حالانکہ میں اس سے عمدہ اور بہتر ہوں۔ میری پیدائش آگ سے ہے۔ اور اس کی پیدائش مٹی سے ہے"

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر آدم کو حکم ہوتا کہ تو شیطان کو سجدہ اور نمسکار کر تو شیطان بڑی خوشی سے اس سجدہ کو قبول کرتا۔ بس یہی وجہ اُس سعے کی ہوئی کہ اس نے اس سجدہ کا مستحق آدم کو نہ جانا۔ کیوں نہ جانا؟ اس لئے کہ اپنے آپ کو اس سے اچھا جانتا تھا۔ نہ کہ توحید کے اثر سے۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ سلام و نیاز توحید کے خلاف نہیں۔ بلکہ وید میں بھی اس نمسکار کا حکم ہے (جو اُس کا قدیمی مذہب تھا۔ کیونکہ وید قدیم سے ہیں؟ چشمہ)

پس شیطان کے حامیوں کو اس بیان سے عبرت حاصل کرنی چاہئے کہ جس میں اُن کا موکل ایک امر کی نسبت خود بیان دے چکا ہے

ں کے خلاف زور دینا کیونکر صحیح ہوگا۔ پس اگر اصول موضوعہ نمبر ۲ - اور دیباچہ ستیارتھ کا مضمون صحیح ہے۔ (جو بیشک صحیح ہے) تو کچھ شک نہیں کہ آریوں کا تار و پود بالکل تار عنکبوت سے بھی ضعیف ہے۔

مختصر یہ کہ آیت میں نہ تو شرک کی تعلیم ہے۔ نہ توحید کے خلاف ہے۔ بلکہ صرف دیانند جی اور اُن کے دام افتادوں کی سمجھ کا پھیر ہے ؎

کم مِنْ عَائبٍ قَوْلاً صَحِیحًا
افتہ مِنَ الْفَہْمِ السَّقِیْمِ

سنئے! شرک کی تعلیم ہم آپ کو بتلاتے ہیں۔ مگر تعلیم سے پہلے مشرکوں کے دیوتا اگنی (آگ) کی ماہیت اور پوری تعریف کا بتا دینا بھی ضروری ہے تاکہ کسی کج فہم کو مجال انکار نہ رہے۔ سنئے! اور ہوش سے سنئے!!

"اگنی انسان کے ایندھن سے پیدا کیا گیا ہے تاکہ وہ صبح سے ملے۔ جو دودھ دینے والی گائے کی طرح چلی آ رہی ہے۔ جسطرح جوان درخت اپنی شاخوں کو بلندی کی طرف نکالتے ہیں۔ اسی طرح اگنی کے شعلے آسمان کے گنبد کی طرح چڑھ رہے ہیں" (سام وید فصل اول پرپاٹک ۳ منتر ۱)

اور سنئیے!

"روشن دیوتا ظلمت کو تباہ کرنے والا سنہری داڑھی والا۔ اپنی زرہ کیساتھ خوب عظیم الشان ہے" (منتر ۲)

ان دونوں منتروں سے اگنی کی ماہیت تو معلوم ہو چکی۔ کہ وہ ایک ایسی چیز ہے۔ جو ایندھن سے پیدا ہوتی ہے۔ نوکدار ہے۔ آسمان کی طرف بلند ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ اب سُنئے! مشرکانہ تعلیم اگنی کی بابت کیا ہے۔

"ہم اگنی کو بطور قاصد کے پسند کرتے ہیں۔ وہ اس مقدس رسم کا پرہیز منتظم ہے۔ وہ ایسا ہوتا ہے کہ جسکے پاس کل دولت جمع ہے" (سام وید فصل ا۔ پرپاٹک اول منتر ۲)

بہت سے آدمی صحیح مضمون پر اعتراض کرتے ہیں جسکی وجہ ان کی سمجھ کی کمزوری ہے۔ منہ

"اے اگنی دیوتا لوگ نہائیت ادب سے طاقت کیواسطے تیری مدح سرائی کرتے ہیں تو دشمن کو خطروں سے تکلیف دے" (رِگ بید اشٹک ۲۔ منتر ۱)

اور سنئیے!

"میں یہاں مضبوط اتحاد کے واسطے اگنی کو بلاتا ہوں۔ اُسکو جو کہ ہمیں خوش قسمتی دیتا ہے۔ اور ہماری مقدس رسموں میں آتا ہے" (رِگ بید اشٹک ۲۔ منتر ۳)

اور سنئیے!

"اے اگنی تو اپنی نوکدار شعاع سے ہر خونخوار اور مہلک دشمن کو پامال کرے۔ کاش ایسا ہو کہ اگنی لڑکا ہمارے لئے دولت جیتے یعنی جنگ میں اپنی تیزی اور حرارت سے دشمنوں کو قتل کرے" (ط)

اور سنئیے!

"یہ اگنی مالک ہے خوش قسمتی بہادری۔ دولت۔ شریف اولاد اور گاؤں کی بے شمار تعداد کا وہ دیوتا ہے دشمن سے لڑنے والا" (فصل دوم رِگ بید اشٹک ۱ منتر ۶)

اور سنئیے!

"اے اگنی میں تیرا سچا بندہ بہت سی نذروں کے ساتھ" (باب دوم فصل اوّل رِگ بید اشٹک ۱ منتر ۱)

اور سنئیے!

"اے اگنی تو ھَوَن کے کام میں بڑا ہنر رکھتا ہے۔ پس اے اگنی تو دیوتا ڈن کو اس ایک ہنرمند کے پاس لا جو خوشی خوشی تیری عبادت کرتا ہے۔ تیری شوکت ہمارے دشمنوں کو دور بھگاتی ہے" (منتر ۴)

اور سنئیے!

"اے اگنی جس کسی کا رابطہ صداقت تجھکو پسند ہوتا ہے۔ وہ تیری مدد سے اُس چیز کو فتح کر لیتا ہے جو اُسکے لئے بہادر فرزند لاتی ہے اور بڑے بڑے کام کرتی ہے" (رِگ بید اشٹک ۲ منتر ۲)

اور سنئیے!

"اے اگن تو ہمارے پاس وہ شان و شوکت لا۔ جو ہمارے گھروں کے ہمسایوں اور گرنے والے دشمنوں کے غصّے پر غالب ہو۔ (منہ)

اور سنئیے!

Marfat.com

چونکہ انسان کا سرگرم مالک اگنی منو کے خاندان پر مہربان ہے اس لئے وہ جلد گستوں کو ہم سے دور کرتا ہے" (منترہ) مطبوعہ دیا ساگر پریس بروٹھا ضلع علیگڈھ

آجتک تو آریوں کا عام دستور ہے کہ جو بات اُن کے مذہب کے خلاف اُنکے وید دل یا کسی مسلمہ کتاب سے دکھائی گئی۔ انہوں نے جھٹ سے کہہ دیا کہ ترجمہ غلط ہے۔ دیکھئے اب منتروں کے جواب میں وہی چال چلتے ہیں یا کوئی اور راہ نکالتے ہیں۔ بہرحال کچھ ہو۔ مقامات مرقومہ کو پہلے دیکھ لیں دیکھکر اقرار کریں کہ حوالہ صحیح ہے۔ تاکہ ہم تو اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوں

آریہ نمبر ۱۹

قرآن کریم کی تعلیم ہے کہ خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ بھلا خدا نے چند آدمیوں کی خاطر جنہوں نے نوح کا کہنا نہ مانا تمام دنیا کو ڈبو دیا؟ دیگر انسانوں نے کیا گناہ کیا تھا۔ حیوانوں نے کیا قصور کیا تھا کہ ان سب کو بھی غرق طوفان کیا اور پھر شیخی بھگارنے لگا۔ کہ ہم نے طوفان نوح نازل کرکے سب کو غرقاب کر دیا" (مومنون۔ ۲۵)

مسلمان نمبر ۱۹

اس بیان میں تو آپ نے قرآن شریف سے ناواقفی کا ثبوت دیا۔ پیارے پال! دہرم سے کہنا کہ قرآن کی کسی آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ طوفان نوح تمام دنیا پر آیا تھا؟ جس میں بیگناہ لوگ بھی مارے گئے تھے۔ بابو صاحب! جھوٹ بولنا ہر مذہب میں بُرا ہے خصوصاً قرآن شریف میں تو اس فعل بد پر لعنت آئی ہے۔ حق تو یہ تھا کہ جبتک آپ قرآن کی کسی آیت سے اپنا مدعا ثابت نہ کر لیتے ہم جواب کے مکلف نہ تھے مگر چونکہ ہمیں یقین ہے کہ آپ اس میں ہرگز کامیاب نہونگے چاہے سوامی دیانند کی روح بھی آپ کی مدد کرے۔ اس لئے ہم ہی آپکی غلط فہمی رفع کرنیکو بتلاتے ہیں سنیئے!

قرآن شریف آپکے اس باطل دعویٰ کو دو طرح (عموم وخصوص) سے رد کرتا ہے۔

ل یہ لفظ جتلا رہا ہے کہ یہ منتر منوجی سے پیچھے بنا ہے۔ حالانکہ منوجی شروع دنیا میں نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے اپنی سمرتی کے باب اول میں پیدائش عالم کی تفصیل لکھی ہے ہماری غرض یہ ہے کہ یہ منتر معہ اس وید کے جس میں یہ منتر ہے۔ شروع دنیا سے نہیں بلکہ بعد میں بنائے گئے ہیں مفصل کے لئے ہمارا رسالہ "حدوث وید" ملاحظہ ہو۔ منہ

Marfat.com

عموم بیان قرآن شریف کا تو یہ ہے۔

مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (سورہ بنی اسرائیل پ ۱۵)

یعنی خدا فرماتا ہے کہ ہم کسی قوم یا ملک کو عذاب نہیں کیا کرتے۔ جبتک رسول نہ بھیجیں

بعد بھیجنے رسول کے یا اُسکی تعلیم کی جب وہ مخالفت کرتے ہیں۔ تو عذاب نازل ہوتا ہے۔ پس آپکے وہ معصوم بچّے اور بے گناہ آریہ جن کو حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ نہ پہنچی تھی۔ کیطرح ہلاکت کے مستوجب نہیں۔ مطمئن رہیں۔

خصوص بیان قرآن شریف کا خاص حضرت نوح علیہ السّلام کے قصّے کے متعلق ہے۔ جس میں صاف ارشاد ہے کہ۔

قَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً (پ ۱۹)

یعنی نوح کی قوم نے جب نوح کو جھٹلایا تو ہم نے اُن کو غرق کیا۔ اور اُن کو اور لوگوں کے لئے عبرت کا نشانہ بنایا۔ کہ وہ بھی سُنکر عبرت پکڑیں۔

کہئیے! بابو صاحب! بے گناہوں کو غرق کیا یا اُنہی کو جو دیدک تعلیم کے مطابق بھی کتّے۔ بندر سوّر بننے کے قابل تھے۔ میں شکایتًا تو نہیں بلکہ اظہار حقیقت کے طور پر کہتا ہوں کہ آپ نے قرآن شریف کے سمجھنے میں کوئی دقت نہیں لگایا جارج سیل کا انگریزی یا کوئی معمولی اردو ترجمہ قرآن دیکھکر اور غیر محقق واعظوں اور لیکچراروں کے لیکچر سُنکر قرآن شریف کے سر تھوپ دیئے۔ جو ایک محقق کی شان سے بہت بعید مگر آپ بھی کیا کریں۔ آپکے گرو دیانند جی کی بھی یہی عادت ہے۔ پس ؏

آنچہ اُستادِ ازل گفت ہماں میگوئی

آریہ نمبت (۲۰)

قرآن شریف کی تعلیم ہے کہ خدا نے اکثر لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دی اور کانوں میں پردے ڈالدیئے تاکہ وہ اسکی بات کو نہ سمجھ سکیں۔ مگر پھر اُن کو سمجھانے کیلئے نبی بھیجنا سراسر حماقت ہے۔ اور جب اُس نے خود ہی کانوں پر مہر لگا دی۔ تو عذاب اُن کو کیوں؟

Marfat.com

چاہیئے کہ خدا خود دوزخ میں پڑ جائے۔ یا جو اس قسم کی فلاسفی بناتا ہو۔ وہ افسوس صد افسوس راہ ہدایت کہاں؟ (بقرہ)

مسلمان نمبر (۲۰)

بلا سے کوئی ادا اُن کی بدنما ہو جائے
کسی طرح سے تو مٹ جائے ولولہ دلکا

افسوس! بابو صاحب! مجھے آپکے حال پر بڑا ہی رحم آتا ہے۔ یہ تحقیق اور یہ جرأت! کہ ایک ایسی کتاب کا رد لکھنے بیٹھے۔ جس کے فدائی اس وقت کروڑہا دنیا میں آباد ہیں۔ جن میں ہر قسم کے لوگ عالم۔ فاضل۔ منطقی۔ فلاسفر۔ حکیم۔ طبیب۔ ہیئت کے اُستاد۔ ریاضی کے موجد وغیرہ وغیرہ ہیں۔ مزید برآں یہ افسوس کہ اپنے گرو سوامی دیانند جی کا قول بھی بھول گئے۔

جو مذہب دوسرے مذہبوں کو جن کے ہزاروں کروڑوں آدمی معتقد ہوں جھوٹا بتلاوے اور اپنے کو سچا ظاہر کرے اُس سے بڑھ کر جھوٹا اور مذہب کون ہو سکتا ہے؟"

(ستیارتھ صفحہ ۷۶۹)

اب میں آپکو اصول موضوعہ نمبر اوّل کی طرف توجہ دلا کر سفارش کرتا ہوں کہ نمبر ۳ اور نمبر ۴ اور نمبر ۱۲ کو ملاحظہ کریں۔ جن سے آپ سمجھ جائیں گے۔ کہ جو فعل کسی سبب سے ہوتا ہے۔ اُسکو اصلی علت العلل کی طرف منسوب کر دینا بھی جائز ہے۔ پس مہر کا سبب اُنکی بدعملی ہے جسکو علت العلل (خدا) کیطرف منسوب کیا گیا۔

نبیوں کا بھیجنا بھی اُنہی اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ جو خدا نے دنیا میں سلسلہ اسباب بنا رکھا ہے۔ چاہے کوئی اس میں مستفید ہو یا نہ ہو ؎

باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

آریہ نمبر (۲۱)

قرآن شریف کی تعلیم ہے کہ خدا کے ہاں کسی کی سفارش منظور نہیں ہوتی۔ مگر پھر فوراً کہدیا۔ کہ ہاں بعضوں کی سفارش خدا منظور کریگا۔ بھلا سفارش اور گناہ کا کیا تعلق؟ قرآنی خدا ایک مطلق انسان بادشاہ ہے۔ جسکے سامنے قیدی لائے جاتے ہیں۔

ف اسپر جو سوال ہوگا۔ وہ ہم پر نہ ہوگا۔ بلکہ سوامی جی پر ہوگا ذرہ سوچکر کرنا۔

Marfat.com

وزیر سفارش کر رہا ہے۔ کارکن دیگر امورات سلطنت سرانجام دے رہے ہیں اور شاہ اورنگ زیبی دربار لگا ہوا ہے۔ (بقرہ۔ ۲۵۵)

مسلمان نمبر(۲) اصول موضوعہ نمبر ۶۔ اور دیباچہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲ کو دیکھ لیتے تو کبھی یہ سوال منہ پر نہ لاتے۔ قرآن شریف جب اپنا مطلب خود بتلاتا ہے۔ تو آپکے حاشیہ چڑھانے کی حاجت کیا ہے۔ سنیئے!

لَا یَتَکَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ وَ قَالَ صَوَابًا

یعنی دربار رب العالمین میں کوئی چوں نہیں کر سکتا لیکن جس کو عرض کرنے کی اجازت ملے۔ اور وہ بات بھی درست کہے"

یعنی کسی مشرک۔ اگنی پرست۔ مسیح پرست۔ صلیب پرست۔ بت پرست۔ قبر پرست وغیرہ کی سفارش نہ کرے۔ سفارش بھی اونہی گناہوں پر ہو گی۔ جو قابل معافی ہوں گے ہاں یاد آیا کہ پرمیشور کی سلطنت تو اتنی بڑی ہے کہ۔

تینتیس دیوتا اس پرماتما کے تقسیم کئے ہوئے فرائض کو پورا کر رہے ہیں" (اتھرو وید کانڈ ۱۰ اپرپاٹھک ۲۳ انوواک ۴۔ منتر ۴)

کسی بڑے راجہ بکرماجیت کا سا دربار ہو گا! نہیں نہیں ہمارے شاہ انگلستان کا سا۔ لا! مَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ (کافر خدا کی شان کے مناسب قدر نہیں کرتے)

مہاشہ جی! ہر ایک جرم پر سفارش قبول نہ ہو گی۔ اور نہ ہر ایک مجرم کے حق میں ہو گی بلکہ خاص ان لوگوں کے حق میں ہو گی۔ جن کا اخلاص اور دلی محبت خدا تعالیٰ کی جناب میں ثابت ہونگے مگر کسی نفسانی خواہش سے گناہ میں مبتلا ہو کر بے توبہ مر گئے ہونگے۔ چونکہ آپنے بھی اس بیان میں کوئی دلیل عقلی ایسی نہیں لکھی۔ جس سے سفارش کا ہونا محال ثابت ہو۔ اس لئے ہم بھی بصورت اسی پر قناعت کرتے ہیں۔ کہ سفارش ایک دعا ہے جس کا قبول کرنا خدا کے اختیار میں ہے۔

ہاں ہم یہ بھی آپکو بتلانے چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بعض فرقے ایسے ...

Marfat.com

جو شفاعت سے بالکل منکر ہیں۔ میں سفارش کرتا ہوں۔ کہ اگر یہ شفاعت کا مسئلہ بھی آپکو ترک اسلام کا سبب ہوا ہے تو آپ کو مسلمان رہکر بھی اُن فرقوں میں جگہ ملجانے کی گنجائش ہے۔ بہرحال علیحدگی اچھی نہیں ؎۵

کون کہتا ہے کہ تم ہم میں لڑائی ہوگی ۔۔۔ یہ اوائی کسی دشمن نے اُڑائی ہوگی

آریہ نمبر (۲۲) قرآن کی یہ تعلیم کہ خدا نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور اس میں روح پھونکی۔ یعنی پہلے ایک مٹی کا پتلا بنایا اور پھر اس میں جان ڈالی گئی۔ وہ روح کہاں سے آگئی۔ اگر ہم یہ کہیں کہ خدا نے اپنی روح اس میں ڈالی۔ تو ماننا پڑیگا کہ خدا میں بھی وہ صفات ذمیمہ موجود ہیں۔ جو اُسکے ایک روح میں (جو آدم میں آیا) موجود تھیں۔ اگر یہ کہیں کہ خدا نے نیستی سے روح پیدا کی۔ تو یہ بالکل لغو ہے۔ کیونکہ نیستی سے کوئی چیز پیدا نہیں ہوسکتی۔ نیستی نام ہی اُس چیز کا ہے۔ جس کا کوئی وجود مفہوم نہیں ہوسکتا بہر وجہ قرآن کا یہ مسئلہ میں تسلیم نہیں کرتا۔ (حجر ۲۸-۲۹)

مسلمان نمبر (۲۲) اس نمبر کا اصل جواب تو نمبر ۱۶ میں ادا ہو چکا ہے۔ اور ہم بتلا آئے ہیں۔ کہ اضافت کئی قسم پر ہوتی ہے۔ یہاں بھی اضافت مصنوع کی صانع کی طرف ہے۔ ذرہ ورق اُلٹ کر صفحہ ۳۴ ملاحظہ کیجئے گا۔

رہی یہ بحث کہ روح کہاں سے پیدا ہوئی؟ سو یہ سوال قرآن شریف پر نہیں کیونکہ قرآن شریف نے روح کی پیدائش کا یہاں پر ذکر نہیں کیا۔ البتہ ہم دلائل عقلیہ سے اتنا تو یقیناً جانتے ہیں۔ کہ اگر روح مخلوق نہ ہوتی۔ تو خداوند تعالیٰ جو بڑا ہی منصف نیاکاری دیالو رحیم ہے۔ ممکن نہ تھا کہ اس پر حکومت کرتا۔ بھلا اگر روح اُسکی مخلوق نہیں۔ تو وہ اسپر حکومت کا کیا حق رکھتا ہے۔ کیوں اُس کو دبائے بیٹھا ہے کیوں نہیں چھوڑ دیتا۔ کیا روح بغیر اس کی مدد اور سہارے کے جی نہیں سکتی؟

؎۵ اس شعر کا ذکر ہو چکا ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۳ کتاب ہذا۔

Marfat.com

اگرجی نہیں سکتی تو بھی اسکے مخلوق ہونے کی علامت ہے۔کیا وہ اسکو اپنی پناہ میں نہ لے تو یہ فنا ہو جائیگی؟ اگر جواب اں ہیں ہے۔ تو اس کے حادث ہونے میں کیا شبہ ہے۔ پھر بغیر پیدا کرنے کے اسکو حکومت کا کیا حق ہے؟

بعض سادہ لوح آریوں سے سنا کہ ہم جو اپنے گھوڑے۔ بیل گدھے وغیرہ پر حکومت کرتے ہیں تو کیا یہ ہماری پیدائش ہیں؟

ہاں صاحب! حکومت کے کئی اسباب ہیں۔ یا تو زر خرید ہو۔ یا زر خرید کی اولاد یا کسی نے بیع کی ہو۔ یا خیرات میں دی ہو۔ یا کسی مورث اعلیٰ سے وراثت میں پائی ہو اور اگر مختصر پوچھو۔ تو ان سب اقسام مالکیت کا مدار ایک ہی بات پر ہے کہ اس چیز کے خالق نے ہمیں اس کی حکومت کا اختیار دے رکھا ہے۔ پس بتلائیے۔ خدا کو کس نے اختیار حکومت دیا ہے۔ اس کے سوا کون روحوں کا خالق ہے جس نے اس سے کہہ رکھا ہے۔ کہ تو ان پر حکومت کیا کر۔

اور سنیئے! بھلا اگر ہم سبیل کر قومی کانگرس کر کے ایک میموریل تیار کریں کہ آج تک تو جو ہوا سو ہوا۔ گذشتہ را صلوٰۃ آئندہ کو آپ ہم پر سے اپنی حکومت اٹھا لیجئے یا کوئی معقول وجہ اس حکومت کی بتلائیے۔ تو فرمائیے کیا یقیناً ایشور فوراً اس میموریل کو جو نہایت ہی معقول وجوہات پر مبنی ہوگا قبول کر لیگا۔ مگر سوال یہ ہے کہ ہم کو وہ چھوڑ کر کیا کریگا۔ اسکی رعیت کون ہوگا۔ اور وہ راجہ کس کا؟ بس پھر تو وہ ایک ایسے دوکاندار کی طرح جو دوکان برباد کر کے حیران سرگردان پھرتا ہے۔ آوارہ پھرتا رہے گا۔ ادہر ہم آپس میں ایسے مضبوط عہد و پیمان کر لیں گے۔ اور ایک دوسرے کو خوب سمجھا دیں گے کہ ؎

حسینوں سے نہ لے دل ہمارے دیکھے بھالے ہیں
نہیں ڈسنے سے رکنے کے ستمگر ناگ کالے ہیں

اصل پوچھو تو خدا نے اگر روحیں پیدا نہیں کیں۔ تو کچھ شک نہیں کہ

Marfat.com

وہ ہماری سادگی اور غفلت سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ مگر جب سے ہم اپنے حقوق سے آگاہ ہوچکے ہیں مقابلہ میں معقول وجوہات پوچھینگے۔ ورنہ عام ایجیٹیشن (جوش) پھیلا دیجئے۔ غرض جہانتک ہوسکیگا کریگے مگر (سراج) رہائی لئے بغیر نہیں رہیں گے ؎

دست از طلب ندارم تا کام من برآید یا تن رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

باقی مادہ کا ابطال مفصل دیکھنا ہو۔ تو ہمارا رسالہ[1] "حق پرکاش" بجواب ستیارتھ پرکاش نمبر ۲ ملاحظہ کریں۔ جسکا مختصر مطلب یہ ہے کہ آریوں کا مسئلہ مادہ قدیم نہیں ہوسکتا کیونکہ اس میں لمبائی چوڑائی ہے جو بغیر اتصال کے نہیں ہوسکتی۔ اور جس میں اتصال ہو وہ قابل انفصال بھی ہوتا ہے۔ اور علم فلسفہ ہمکو بتلاتا ہے کہ قابل اتصال اور انفصال قدیم نہیں ہوسکتا۔

آریہ نمبر (۲۳) قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ آدم سے اُسکی بیوی کو پیدا کیا۔ مگر یہ صاف معلوم نہیں ہوتا۔ کہ آدم کی بیوی اُس سے کیونکر پیدا کیگئی۔ آیا آدم میں عورتوں کی طرح بچہ دان یا رحم تھا؟ اور اگر رحم سے پیدا ہوئی۔ تو نطفہ کہاں سے گیا خدا کے ہاں سے نازل ہُوا یا کسی فرشتے نے آدم کو حمل ٹھیرایا؟

دوسری خدا کی کند ذہنی کی دلیل دیکھئے کہ جب خدا نے بائیبل نازل کی تو وہاں تو آدم کی بیوی کا نام بتا دیا۔ مگر قرآن میں نام بتانا بھی بھول گیا شاید اس لئے کہ جہاں بائیبل سے اور بہت سی باتوں کا حل اہل قرآن کو ملجائیگا وہاں آدم کی بیوی کا نام بھی ملجائیگا۔ کاش میرے بھائیوں کو سچّی روشنی ملے۔ (زمر ۔ ۶)

مسلمان نمبر ۲۳ کیا اچھا ہوتا۔ کہ آپ ایکسال تک کسی محقق عالم سے قرآن شریف پڑھ لیتے۔ سنیئے! قرآن شریف نے خود اس سوال کا جواب دیا ہے۔ ایک مقام پر تو اتنا فرمایا۔

جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا

[1] نیز مسئلہ ہذا کی تفصیل کے لئے ہمارا رسالہ اصول آریہ ملاحظہ کریں۔

جس کے معنے ہیں آدم کی جنس سے اُسکی بیوی کو پیدا کیا۔ اُسی کی جنس سے کیوں پیدا کیا؟ تاکہ اُس سے مانوس ہو۔ غیر جنس سے اُنس اور محبت نہیں ہوتی؟

رہی یہ بحث کہ آدم کی بیوی کی پیدائش کیونکر ہوئی؟ سچ پوچھو تو جس طرح سے آدم وغیرہ اگنی وایو اور اُنکی جوروں کی ہوئی تھی۔ پس اب تو آپکا سارا غصہ پانی کی طرح بہہ گیا ہوگا۔ بیشک جو صحیح اور سچی بات ہو وہ بائبل سے ہو یا ویسے ہم تعلیم قرآن لینے کو طیار ہیں مگر اس خوشی میں کہیں یوگ نہ پیش کر دیجئیگا۔ (رچیز ز)

آریہ نمبر (۲۴) قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا نے آدم کو معہ اُسکی بیوی کے بہشت میں رکھدیا کہ خوب کھاؤ پیو۔ مگر اُس درخت کے پاس مت جانا۔ گنہگار ہو جاؤ گے۔ ہمیں قرآن سے انار۔ انگور زیتون۔ کیلے وغیرہ درختوں کے نام تو ملتے ہیں۔ مگر اُس ممنوع درخت کا نام کہیں نہیں ملتا۔ اس کیلئے پھر ہمیں بائبل تلاش کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ وہ قرآن کی نسبت زیادہ مستند اور زیادہ پہلے کی ہے۔ (بقرہ - ۲۵)

مسلمان نمبر (۲۴) بائبل کی تلاش تو آپ بہت کرتے ہیں مگر افسوس کامیابی کی صورت کوئی نہیں بائبل میں بھی اس سے زیادہ آپکو کیا ملیگا کہ نیک و بد کی پہچان کا درخت تھا (پیدائش ۲ باب کی ۱۷)

اصل یہ ہے کہ ایسے مضامین سے غرض یہ ہوتی ہے کہ لوگ یہ سمجھیں کہ خدا کی بے فرمانی کا نتیجہ بد ہوتا ہے۔ اس سے کیا مطلب کہ وہ درخت کیا تھا۔ چونکہ اُس وقت بوجہ محسوس ہونے درخت ممنوع کے یہ کہا گیا تھا۔ کہ اُس درخت کے نزدیک مت جانا۔ اُسی عبارت کو بعینہ بتلایا گیا۔ درخت کی تعیین کوئی امر موقوف نہ تھا۔ کہ اُسکی تعیین بھی کر دی جاتی۔ صرف قلت تدبر کی وجہ ہے اور کچھ نہیں۔

آریہ نمبر (۲۵) قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ آدم بمع اپنی بیوی کے بہشت سے نکالا گیا۔ اور زمین پر پھینکا گیا [illegible]

جس کا سر ہے نہ پیر کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا جمع کر دیا گیا ہے۔ بائیبل کے پڑھنے سے بابا آدم کا قصہ کم از کم ہمیں ایک مسلسل کہانی معلوم ہوتی ہے۔ مگر قرآن میں سلسلہ ہی ندارد ہے۔ بیسیوں دفعہ آدم کا قصہ شروع کیا۔ مگر دو تین باتوں کو دُہرانے کے سوا اور کچھ دماغ کے اندر سے نہیں نکلیگا۔ آخر انسانی دماغ انسانی دماغ ہی ہے۔ (بقرہ۔ ۳۵)

مسلمان نمبر ۳۵ اس سوال کا خلاصہ تو یہ ہے کہ قرآن شریف سے آدمؑ کا قصہ مسلسل نہیں ملتا۔ اگر مسلسل ہوتا۔ تو کہتے کہ قرآن شریف محض ایک تاریخی کتاب ہے۔ الہام سے اُسے کیا نسبت؟ سچ ہے ؎

نہ از جور مردم رہد زشت رو نہ شاہد ز نا مردم زشت گو

بابو صاحب! ہر ایک مصنّف اور کتاب کی خوبی یہی ہے کہ وہ اپنے موضوع کو عمدگی سے نباہے۔ چاہے اُس کا طرز دوسری سے الگ ہو۔ مثلاً دیکھیئے! آپ کے گروسوامی دیانند آنجہانی نے قرآن شریف پر اعتراضات کئے۔ تو اُن کی یہ صورت ہے کہ بسم اللہ سے بسم اللہ کر کے انتہا پر انتہا کی۔ مضامین کا کوئی لحاظ نہیں کیا آپ باوجودیکہ اُنہی کے پیرو بنے مگر طرز نیا اور طریق جدید۔ کہ مضامین کو الگ الگ کر دیا کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا ملا کر ایک رسالہ بنا دیا۔ تو کیا کوئی اعتراض ہے؟ کہ اُنہوں نے ایسا کیا تو آپنے ایسا کیوں کیا؟ جس موضوع اور مطلب پر کوئی مصنّف قلم اٹھاتا ہے۔ وہ اُسی کا پابند رہتا ہے۔ اور یہی اسکی خوبی ہے۔ سلسلہ ٹوٹے بلا سے ٹوٹے۔ ٹھیک اسی طرح سے قرآن شریف اور بائیبل کا موضوع الگ الگ ہے۔ بائیبل کی غرض واقعات کا علم کرانا ہے قرآن کی غرض اُن سے نتائج پیدا کر کے عبرت دلانا ہوتا ہے۔ اس لئے جتنے مضمون سے یہ غرض حاصل ہو سکتی ہے۔ قرآن شریف اسی قدر لیکر اپنے اصلی مقاصد آگاہ کر کے آگے چلدیتا ہے۔

آپ نے ایکچراروں کو سُنا ہوگا۔ کہ ایک مجلس میں ایک قصہ نہایت ہی

Marfat.com

مختصر بیان کرتے ہیں۔ بوجہ اس کے کہ اُس مجلس کا اقتضا ہی یہی ہوتا ہے دوسرے موقع پر اُسی قصّہ کو اتنا لمبا بیان کرتے ہیں کہ اُس سے زائد ہو نہ سکے قرآن شریف بھی چونکہ قومی لیکچر یا انسانی مواعظ کی کتاب ہے۔ اس لئے اُسی اصول کا پابند ہے۔ جس پر مخالفوں نے آجتک غور نہیں کیا۔ اس کے کرنے سے گھبرا کر یہ کہہ اُٹھتے ہیں کہ قرآن شریف میں تکرار ہے یہ ہے وہ ہے مگر سب اُنکی اپنی ہی سمجھ کا پھیر ہے۔

گلست سعدی در چشم دشمناں خارست

آریہ نمبر (۲۶) قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ ایک دن نرسنگا پھونکا جاویگا تمام جاندار مرجائیں گے۔ نہ معلوم یہ نرسنگا کس جگہ پھونکا جاوے گا۔ اور اُسکی آواز روئے زمین پر کسطرح یکلخت پہونچیگی اور تمام جاندار ایک وقت کیونکر تباہ ہو جائیں گے۔ اور یہ واقعات کب ہونگے اور آیا پھر خدا ساری دنیا کا خاتمہ کرکے بعضوں کو دائمی بہشت میں اور بعضوں کو ہمیشہ کے لئے دوزخ کے عذاب میں گرفتار کرکے آپ ہمیشہ کیلئے بیکار ہو جائیگا۔ اور دنیا کے مخمصوں سے آزاد ہو کر سو رہیگا کیا کریگا؟ افسوس کہ میں قیامت کے نرسنگے وغیرہ کو قبول نہیں کر سکتا

(سورہ تبیلہ ۱۸)

مسلمان نمبر (۲۶) بابو صاحب! معاف رکھئے! بچوں کی سی باتیں ہیں آپ کنوئیں کے مینڈک کی طرح دریا کو کنوئیں سے بڑا تسلیم نہ کرینگے۔ تو کیا دریا کی بڑائی میں فرق آجائیگا؟ اصول موضوعہ یہی ہے کہ ہر ایک چیز کیلئے سبب ہے اسی طرح دنیا کے فنا ہونے کیلئے بھی کوئی سبب ہے قرآن شریف بتلاتا ہے۔

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ یَنْسِفُهَا رَبِّیْ نَسْفًا فَیَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا لَا تَرٰی فِیْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا

Marfat.com

"یعنی خدا فرماتا ہے اے رسولؐ! تجھ سے پہاڑوں کی بابت سوال کرتے ہیں کہ قیامت کے روز اُنکا کیا حال ہوگا؟ پس تو کہدے کہ میرا پروردگار ان کو ایک دم میں اُڑا دیگا۔ ایسا کہ تم زمین کو چٹیل میدان دیکھو گے" (سورہ طٰہٰ ع ۶)

سنیئے! یہی حرکت زمین کی جو تعلیم یورپ تم لوگ بھی اب مانتے ہو۔ اپنے وقت پر خاصی تیز ہوکر تمام چیزوں کو برباد کردے گی۔ وہی نر سنگھے یا صور کا وقت ہے نرسنگھے کا مقام بتلانا کیا ضرور ہے۔ جہاں حکم ہوگا پھونکا جا دیگا۔ تمام جاندار اسیطرح مرینگے جس طرح آریوں کے پرلے کیوقت سب کچھ برباد ہو جائیگا۔ کیا اس کے بعد پرمیشور بیکار رہیگا۔ اور اس دنیا کے مخمصوں سے چھوٹ جائیگا؟ کیونکہ ساراجہان رتھ دہند اتو جیو آتما کا ہے۔ جو اُسوقت نکمی اور بالکل بیکار گہری نیند سو رہی ہوگی (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۸۱ باب ۸ نمبر ۱۲ ضرور دیکھو)۔ بابو صاحب آپ نے خدا کو کسی ریاست کا راجہ سمجھا ہے؟ کہ سلطنت کے کاموں سے فرصت ہوئی۔ تو تاش اور شطرنج میں دل بہلانے لگ گیا۔ یہ معلوم نہیں کہ خداوند تعالیٰ جیسا علت موجدہ ہے۔ علت مبقیہ بھی وہی ہے۔ دیکھو اصول موضوعہ نمبر۷ قرآن مجید تو اس سوال کا جواب تو دے سکتا ہے کہ بعد ہونے اس موجودہ دنیا کے جنت دوزخ والوں کی پرورش کریگا۔ اور اگر چاہیگا تو اور دنیا بھی بنادیگا مگر وید بالکل خاموش ہے۔ بتلا نہیں سکتا۔ کہ پرلے کیوقت خدا کو کیا شغل ہوگا؟ اتنے دنوں تک اُس نے روحوں پر (جو بقول وید اسکی مخلوق نہیں ملک نہیں) ناجائز حکومت کرلی اس سے بعد کیا کریگا؟ ؎

آخر بشر کے واسطے کچھ شغل چاہیئے ۔۔۔ کیا کیجیئے گا اس ستم ناروا کے بعد

آریہ نمبر (۲۷) قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا فرشتوں کی قطار کے ساتھ میدان حشر میں آئیگا اور اُس کے تخت کو آٹھ فرشتے اُٹھائے ہوئے ہونگے۔ بھلا اگر خدا مجسّم اور عرش مجسّم اور محدود

ملہ آریوں کے مذہب کے مطابق چار ارب سال کے بعد موجودہ دنیا فنا ہوتی ہے اس کا نام پرلے ہے۔ اسلامی اصطلاح میں یہی قیامت ہے۔ منہ

چیزیں نہیں تو پھر اُس کو اُٹھانے کے لئے مجسم فرشتوں کا ہونا چہ معنی دارد۔ پس
اور اگر کوئی کہے کہ فرشتے بھی مجسم نہیں ہیں۔ تو جبرائیل و میکائیل کے قد و
قامت بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ مریم کے پاس انسان کی شکل میں فرشتہ
بھیجنے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ قرآن کی تعلیم سے فرشتے مجسم ثابت ہوتے
ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس خدا بھی جو عرش پر بیٹھا ہوا حکم احکام جاری کر رہا ہے
اور کبھی کبھی آگ کی شکل میں پہاڑوں اور میدانوں میں بھی اُترتا ہے (انبیاء ۴-۱۰)

مسلمان نمبر ۲۸ اس جگہ نمبر ۲۷ لگانا غلط ہے۔ اصل میں ۲۸ ہے۔ نمبر ۲۷ لکھا ہی نہیں کیونکہ نمبر ۲۷ کا حوالہ آپ نے سورہ انبیاء کی ۴-۱۰ آیت
کا دیا ہے۔ حالانکہ وہاں اس قسم کا ذکر ہی نہیں۔ البتہ نمبر ۲۸ والا حوالہ اس مضمون کا ہے
بہر حال ایک نمبر آپ بھول گئے۔ کیونکہ نمبر ۲۷ سے آگے نمبر ۲۹ ہے پس فہرست
اور حوالہ کے مطابق صحیح بات یہ ہے کہ نمبر ۲۷ بھولے ہیں۔ اور یہاں ۲۷
کا ہندسہ غلط لگایا ہے۔ ۲۸ چاہیئے تھا مگر چونکہ ہماری غرض دھوکہ بازی اور میدان
جیتنے کی نہیں۔ اس لئے ہم اس مضمون کا خواہ نمبر کچھ ہی ہو۔ جواب دیتے
ہیں۔ ے

تیغ تو اوچھی پڑی تھی گر پڑے ہم آپ ہی ۔۔۔ دلکو قاتل کے بڑھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

عرش پر بیٹھنے اور عرش کو اٹھانے کا ذکر تو نمبر ۱ میں ہو چکا ہے یہاں پر اللہ
اور فرشتوں کے صفیں باندھ کر آنیکا جواب دینا ہے پس پہلے آیت کے الفاظ سنو!
كَلَّآ إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا (فجر آیت ۲۲)
جس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ جس دن (قیامت کے روز) زمین کوٹ کوٹ کر برابر کیجائیگی
اور تمہارے پروردگار کا حکم اسپر ایسا کرنے کی بابت آ پہنچیگا اور تمام
فرشتے عاجزانہ صفیں باندھ کر حاضر ہو جائیں گے۔
اس ترجمہ میں ہم نے اور کچھ نہیں کیا۔ صرف ایک مضاف مقدر مانا ہے یعنی جَآءَ رَبُّكَ
کے معنے جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ سے کئے ہیں پس اس مضاف یعنے اَمْرُ کے مقدر ماننے

دینا ہمارے ذمہ ہے۔ اور بس۔ پس سنو!

قرآن شریف اپنی خود تفسیر کرتا ہے۔ دوسرے مقام پر فرماتا ہے اَتٰی اَمۡرُ اللّٰہِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡا (سورہ نحل آیت اوّل) کفارِ عرب قیامت کا نام سُنکر جاری چاہتے تھے۔ تو اُنکی فہمائش کو یہ کلام نازل ہوا تھا کہ "اللہ کا حکم آنے کو ہے پس تم جلدی نہ کرو"

شاید آپکو یا آپکے کسی دیانتدی مہاشہ کو شبہ ہو کہ ہم نے اُن کے سوال سے دب کر یہ معنی کئے ہیں تو وہ نہیں۔ تفسیر معالم میں بھی جو سینکڑوں سال اور کئی صدیوں کی بنی ہوئی حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر تابعی کا قول جو پہلی صدی ہجری میں معتبر امام گذرے ہیں۔ یوں لکھا ہے۔

قال الحسن جاء امرہ وقضاءہ

پس کہئیے! خدا کے امر اسوقت بھی دنیا پر آتے ہیں یا نہیں۔ آپکی اور میری پیدائش بلکہ دیگر اشیاء کے جینے اور مرنے کے متعلق بھی اُسکے احکام آتے ہیں۔ یا نہیں بس اسی طرح قیامت یا آپکے لفظوں میں پرلے کے متعلق بھی اُس کا حکم آجاویگا تو کیا اعتراض؟

اصل فساد کی جڑھ تو یہ ہے کہ آپ قرآن شریف کو عربی زبان میں نہیں سمجھے اس لئے آپ دھکے کھاتے پھرتے ہیں۔ ورنہ آپ عربی جانتے اور عربی میں قرآن شریف کو سمجھتے تو یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ سنئیے! ہم آپکو اس آیت کی ترکیب بتلاتے ہیں۔

صفا صفا کا لفظ الملک سے (جو اسم جنس ہونے کی وجہ سے جمع کے معنے میں ہے) حال ہے اور ذوالحال معطوف ہے رَبُّکَ پر۔ آپکو غلطی تو یہ لگی۔ کہ آپنے صفا صفا کو دونوں (معطوف اور معطوف علیہ) کا حال سمجھا۔ حالانکہ وہ صرف معطوف کا حال تھا چنانچہ دوسری آیت میں صرف ملائکہ ہی کا حال بتایا ہے۔

یَوۡمَ یَقُوۡمُ الرُّوۡحُ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃُ صَفًّا (سورہ نبا آیت ۳۸)

یعنی روح اور فرشتے صفیں باندھکر کھڑے ہونگے" پس آپکا سارا تار پود ٹوٹ گیا تو کپڑا کہاں

Marfat.com

آریہ نمبر ۲۹

قرآن کی تعلیم یہ ہے۔ کہ مُردے جاگ اٹھیں گے عجیب بات ہے کہ کھاس پات کی طرح مُردے سر نکالیں گے بھلا جو جلا دیئے گئے۔ جنکی راکھ دریاؤں میں بہا دی گئی۔ جنکو شیر بھیڑیئے کھا گئے وہ قبروں سے کیونکر پیدا ہو جائیں گے۔ (عادیات ۰)

مسلمان نمبر ۲۹

یہ سوال تو قرآن شریف میں اہالی عرب کی طرف سے پیش ہو کر جواب دیا گیا ہے۔ پس بہتر ہے کہ ہم اس سوال وجواب کو قرآن شریف ہی کے الفاظ میں نقل کر دیں۔ پس سنو!

اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ وَ ضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ نَسِیَ خَلْقَهٗ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَ هِیَ رَمِیْمٌ (یٰس ع ۵)

یہ ایک کافر منکرِ قیامت کا ذکر ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ کہ یہ نالائق انسان نہیں جانتا کہ ہم نے اسکو نطفے سے پیدا کیا مگر اب تو صریح مقابل بن بیٹھا ہے۔ ہمارے حق میں تمثیلیں دیتا ہے اور اپنی ہستی کو بھول گیا۔ کہتا ہے کہ گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کریگا لیجئے آپ بھی اس کے ہمراہ ہو لیں تاکہ دونوں کا ایک ہی حشر ہو۔ پس سنیئے!

قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَ هُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٌ

یعنی "(اے رسول علیہم السلام) تو اسکو کہدے کہ ان ہڈیوں کو وہی زندہ کریگا جس نے ان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہ ہر ایک چیز کو جانتا ہے"

یہ اخیر فقرہ "وہ ہر ایک چیز کو جانتا ہے" آپکے سوال سے متعلق ہے۔ بابو جی! کہاں کے ریزے اور کہاں کے ذرے ھُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٌ کہیں بھی ہو سب کو اکٹھا کریگا۔ کس طرح کریگا؟ اس کے جواب کیلئے اصول موضوعہ نمبر ۱ ملاحظہ ہو۔ باقی یہ سوال کہ ایسا کبھی ہوا بھی؟ اس کے لئے اصول موضوعہ نمبر ۲ کو دیکھو اور اپنے پڑلے اور پڑلے کے بعد الیٹوری سرشٹی کا مضمون یاد کرو۔ (ستیارتھ پرکاش ص ۲۹۴)

آریہ نمبر ۳۰

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ [illegible]

Marfat.com

لوگوں کے اعمال نیک وبد تولیگا۔ اور بہشتیوں کو ان کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں اور دوزخیوں کو بائیں ہاتھ میں دیگا۔ معلوم نہیں ہوتا کہ خدا کو دکانداروں کی طرح تکڑی بٹے کی کیا ضرورت پڑے گی۔ بھلا اعمال بھی کوئی مادی چیز ہیں کہ جن کو وزن کر لیا جاویگا۔ اعمال کا وزن کرنا ایسا ہی ہے جیسا کوئی شخص تکڑی بٹے کے ساتھ اپنے وہمی خیالات کو تولنے لگ جائے۔ جو سراسر نادانی اور بے وقوفی کی حرکت ہے۔ خدا اگر علیم کل ہے۔ تو فوراً سب کو بتلا دے کہ تمہارے اعمال یہ ہیں۔ بیفائدہ رنج وتعب کی کیا ضرورت ہے؟ (انبیاء ۔ ۴۷)

مسلمان (نمبر ۳) جس آیت کا آپنے حوالہ دیا ہے اُسکے الفاظ یہ ہیں وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ میرے خیال میں اس آیت کا ترجمہ ہی آپکے سوال کو اٹھا دینے کیلئے کافی ہوگا۔ پس سنو!

القسط کا لفظ الموازین سے بدل ہے۔ اسی لئے اس پر نصب (زبر) ہے پس آیت کا ترجمہ یہ ہوا کہ قیامت کے دن ہم انصاف سے ہر ایک کو اس کے عملوں کا بدلہ دینگے۔ اگر ایک ذرہ کے برابر بھی عمل ہوگا۔ تو وہ بھی لے آئیں گے۔ اور ہم خود ہی حساب کرنے کو کافی ہیں۔

آج معلوم ہوا کہ علام الغیوب نے اخیر فقرہ جسپر ہم نے خط دیا ہے۔ آپ ہی کے جواب دینے کو بڑھا دیا ہے۔ کیا صاف اور صریح لفظوں میں خدا کا عالم الغیب ہونا بتلایا ہے کہ بایدوشاید۔ میرے خیال میں انصاف پسندوں کو تو اور کسی آیت کے حوالہ دینے کی ضرورت نہیں۔ تاہم چونکہ آپ کو خدا کے رنج وتعب کا بہت ہی خیال ہے اور آپکو (بقول خود) خدا پر بہت ہی رحم آتا ہے اس لئے آپ کو بتلاتا ہوں۔ کہ آپکی اس تجویز سے آسان تر تجویز پہلے قرآن شریف ہی بتلا چکا ہے۔ سنو!

Marfat.com

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيمَاهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ (الرحمٰن)

"یعنی مجرم اور بدکار اُس دن چہروں کے نشانوں ہی سے پہچانے جائیں گے اور ماتھے اور قدموں سے پکڑے جائیں گے"

ہاں ہم آپکو بتلاتے ہیں کہ اعمال کا اندازہ بھی ہوگا۔ مگر کیوں؟ اس کا جواب دینے سے پہلے اصول موضوعہ نمبر ۶ اور دیا چہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۷ کا حوالہ دینا ضروری ہے۔ تاکہ آپ کو پھر کوئی شبہ نہ رہے۔ اسلئے ہوگا کہ مجرموں کو کوئی عذر باقی نہ رہے کیونکہ خدا کی ذات کے متعلق تو قرآن شریف نے کھلے لفظوں میں عالم الغیب والشہادۃ کا اطلاق کیا ہے۔ سُنو!

عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ سَوَاءٌ مِّنكُم مَّنْ أَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَن جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ

"یعنی خدا تعالیٰ حاضر و غائب سب کو جانتا ہے بہت بڑائی والا اور بہت بلندی والا ہے اُسکے نزدیک برابر ہے کوئی تم سے آہستہ پکارے یا اونچے اور جو رات میں چھُپکر رہیں اور جو دن دہاڑے چلتے پھرتے ہوں سبکو جانتا ہے"

اب ذرہ ویدبانی بھی سنئے! تاکہ آپ کو بھی قدر وقیمت عافیت معلوم ہو۔ بے علمی کے نشان یہ ہوتے ہیں۔ پرمیشور پوچھتا ہے۔

"اے بیاہے ہوئے مرد عورتو! تم دونوں رات کو کہاں ٹھیرے تھے اور کہاں بسر کیا تھا۔ اور تم نے کھانا وغیرہ کہاں کھایا تھا۔ تمہارا وطن کہاں ہے"

(رگ وید اسٹک ۷۔ ادھیائے ۱۔ ورگ ۱۴ منتر ۲)

آریہ سماج جو اس منتر کی تشریح کرتی ہے ہم اس سے [illegible] نہیں مگر چاہتے ہیں کہ آپ اسکی توجیہہ کرتے ہوئے ہماری طرح وید کے حوالے اسکے معنے بتلاویں۔ جیسے ہم قرآن شریف کی تفسیر قرآن سے شہادت [illegible]

"پیراں نمی پرند مریداں ہمی پرانند کی سی مثال نہ ہو جائے"

آریہ نمبر (۳۱) قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ قیامت کے دن پہاڑ روئی کیطرح اڑینگے۔ کیا خوب! اگر گپ بھی ماری جاوے تو ذرا او زمندار بھلا ہمالیہ کا پہاڑ جو کئی سو میل لمبا اور کتنے ہی میل چوڑا ہے اُڑ کر کہا جائیگا؟ ادہر امریکہ اور یورپ کے پہاڑ روئی کیطرح اُڑ کر کس آسمان پر پہونچینگے؟ (قارعہ ۵)

مسلمان نمبر ۳۱ آپکے اس سوال کا جواب خود قرآن شریف میں موجود ہے پس اُس سے بہتر کون دیسکتا ہے۔ بہتر ہے کہ اُسی کو نقل کر دیا جاوے۔ پس سُنو!

يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا لَا تَرَىٰ فِيهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا

اس آیت میں آپکے بھائیوں (مشرکین عرب) کا سوال نقل کر کے جواب دیا ہے پس غور سے سُنیئے خدا فرماتا ہے:۔

"اے رسول (علیہ السّلام) تجھے پہاڑوں کی بابت پوچھتے ہیں۔ تو کہہ میرا پروردگار اُن کو یکدم اُڑا دیگا۔ اور زمین کو چٹیل میدان کر دیگا ایسا کہ ذرہ بھر بھی اُس میں اونچائی اور نیچائی نہ دیکھوگے"

اگر اب بھی نہ سمجھے ہو۔ تو سُنو! ممکن ہے پہاڑوں کے پتھروں کو سمندر کی تہ میں ڈالکر یکساں سطح کی جاوے اور یہ کب ہوگا؟ جب زمین سریع الحرکتی کی وجہ سے ایسی چلیگی کہ ایک سے ایک چیز ٹکرا کر چور ہو جاویگی۔ اور اگر کچھ واضح مطلب چاہو۔ تو یہ سمجھو کہ پرلے کے قریب زمانہ میں بلکہ اُسی زمانہ میں ایسا ہوگا۔

ہاں یاد آیا کہ پرلے کیوقت سب چیزیں فنا ہو جاویں گی۔ تو ہمالیہ و دیگر پہاڑ کہاں جائیں گے؟ ستیارتھ پرکاش باب نمبر ۸ فقرہ ۱۱ صفحہ ۲۰۲ دیکھکر جواب دیجئیگا۔ ہاں میں بھولا اشہر میں گھس جائینگے (ایضاً صفحہ ۲۰۳)

آریہ نمبر ۳۲ قرآن کی یہ تعلیم ہے۔ کہ قیامت کے دن چاند سورج کے ساتھ جا ملیگا۔ مگر دیگر سیارے جو سورج اور

چاند سے بھی بڑے ہیں وہ کہاں جائیں گے؟ اُن ستاروں کا کہیں خدا نے ذکر تک نہیں کیا۔ کیا اس لئے کہ عرب کے لوگ اس وقت اتنی ہی نمبر...؟

(سورہ قیامت۔ ۹)

مسلمان نمبر ۳۲ مہاشہ جی! آپ نے اور تو جو کچھ کیا سو کیا مگر یہ کیا غضب کیا کہ اپنی باگ بالکل سوامی دیانند کے ہاتھ میں دے رکھی ہے جو وہ کہتے ہیں۔ وہی جناب کہتے ہیں ؎

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست

مے برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

ناظرین! خدارا ذرا سوچئے تو بابو صاحب کیا کہتے ہیں؟ اعتراض کیا کیا۔ کونسا علمی عقدہ حل کرانا چاہا؟ پوچھتے ہیں کہاں ستاروں کا ذکر تک نہیں۔ لیجئے سنئے!

وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرَاتٌ بِاَمْرِہٖ

یعنی تمام ستارے خدا کے حکم کے تابع اور جکڑے ہوئے ہیں۔ مگر چونکہ دنیا میں روشنی اپنی دو نیر اعظموں (سورج اور چاند) کے ذریعہ سے ہوتی ہے حتیٰ کہ عوام کی نظروں میں ان سے بڑا کوئی ستارہ نہیں۔ اس لئے ان دو کا ذکر کیا ہے۔ مطلب آیت کا صاف ہے کہ پہلے (نفخہ اولیٰ) کے وقت سب دنیا پر اندھیرا ہو جائیگا۔ بس! کہئے کیا اعتراض؟

آریہ نمبر ۳۳ قرآن کی تعلیم ہے کہ ستارے گر پڑیں گے بھلا وہ گر کر کہاں جائیں؟ کیا وہ زمین پر آجائیں گے؟ اگر کہیں ہاں تو زمین پر اتنے ستاروں کے لئے جگہ کہاں ہوگی؟ اور پھر جب خدا زمین کو بھی لپیٹ لیگا۔ تو ستارے کدھر کو بھاگیں گے؟ میں اس بات کو تسلیم نہیں کرتا (سورہ انفطار ۲)

مسلمان نمبر ۳۴ جس آیت قرآنی پر آپ کو اعتراض ہے وہ یہ ہے اذا انْتَثَرَتْ یعنی ستارے منتشر ہو جائیں گے

Marfat.com

تے ہیں موتیوں کی لڑی ٹوٹ جانے کو۔ پس معنے یہ ہوئے کہ ستاروں کا موجودہ
نظام شمسی نہ رہیگا۔ بلکہ بگڑ جائیگا۔ جیسے تم پرلے کیوقت مانتے ہو
زمین کے لپیٹنے کے یہ معنے ہیں کہ اُس پر خدا کی حکومت ایسی ظاہر ہوگی کہ کوئی فرد
ے حکومت نہ کرسکیگا سنیئے! تمام زمین و آسمان اُس نے اپنے ہاتھ میں لپیٹے ہونگے
غور سے پڑھو!

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ
السَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ

یعنی نالائقوں نے خدا کی شان کے مناسب قدر نہیں کی۔ قیامت کے روز
تمام زمین اور تمام آسمان اُس کے دائیں ہاتھ میں لپیٹے ہونگے۔ وہ پاک
اور بلند ہے۔ مشرکوں کی بیہودہ گوئی سے۔"
وید سے شہادت چاہو۔ تو سُنو!

"میں اُس محافظ کا نہایت صاحب جاہ وجلال۔ نہایت زورآور فاتح کل تمام
کائنات کے راجہ۔ قادر مطلق کی پناہ لیتا ہوں (یجروید ادھیائے ۲۰ منتر ۵۰)
یہی مضمون قرآن شریف کی آیت کا ہے جسے آپ نے نہیں سمجھا۔ اور یہ دن
دیکھنا نصیب ہوا۔

آریہ نمبر ۳۴

قرآن کی یہ تعلیم ہے۔ کہ قیامت کے دن زمین
باتیں کریگی۔ اور خدا کو اپنا سارا قصہ سُنائیگی۔ معلوم
نہیں سورج اور چاند کیوں باتیں نہیں کرینگے۔ ستارے کیوں خاموش رہیں گے
یہ سب نادانوں کی باتیں ہیں۔ جنکو میں تسلیم نہیں کرسکتا (زلزال ۴-۵)

مسلمان نمبر ۳۴

اِس بھولے پن پر قربان! کیا ہی بھولے پن کی باتیں ہیں
کاش یہی سوال ہوتا "زمین کسطرح بولیگی؟ یہ تو خلاف
نیچر ہے" تاکہ ہم بھی آپکو اصول موضوعہ نمبر ۲ کیطرف توجہ دلاتے۔ مگر پوچھا تو یہ پوچھا
کہ سورج چاند وغیرہ کیوں نہ بولیں گے۔ ہم ناظرین کی طبیعت بہلانے

Marfat.com

کے لئے بابو صاحب کے گرو سوامی دیانند جی مہاراج کے ایک دو قول نقل کرتے ہیں۔ قرآن مجید کی آیت ہے۔

یَھَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ یَھَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرَ

جس کا ترجمہ سوامی جی نے نقل کیا ہے۔ کہ جسکو چاہے بیٹیاں دیتا ہے جسکو چاہے بیٹے۔ پھر اس پر یوں دُر افشانی کرتے ہیں۔

بھلا آدمیوں کو تو جسکو چاہے خدا بیٹے بیٹیاں دیتا ہے۔ لیکن مرغ۔ مچھلی۔ سؤر وغیرہ وغیرہ جن کے بہت بیٹے بیٹیاں ہیں اُنکو کون دیتا ہے؟ (ستیارتھ ص ۷۶ باب ۱۴ فقرہ ۱۳۷)

ناظرین! انصاف سے بتلایئے! قرآن مجید کے منقولہ ترجمہ پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے! کیا قرآن کے ترجمہ میں آدمی کا لفظ ہے؟ پھر بجز اس کے کیا سمجھا جائے۔ کہ سوامی جی کا مچھلی وغیرہ کھانے کو جی للچاتا ہوگا۔ اسی لئے تو گائے کا ذکر نہیں کیا۔ افسوس! ایسے ذکی اور فہیم بھی مُنہ میں کیا کیا کہہ جاتے ہیں ؎

اللہ رے ایسے حُسن پہ یہ بے نیازیاں بندہ نواز آپ کسی کے خدا نہیں

اب سنیئے! زمین پر چونکہ بندوں کے نیک و بد اعمال کا ظہور ہُوا ہوگا۔ اس لئے اُن کے اظہار کرنے کو زمین تو بولے گی مگر سورج اور چاند میں چونکہ مخلوق نہیں۔ اور جو کہتے ہیں محض اٹکل پچو کہتے ہیں۔ اس لئے ان کی شہادت کی حاجت نہیں۔ اور اگر کسی دلیل سے مخلوق کا وجود ثابت ہوگا تو پھر ہم بھی آپ کو معقول جواب دیں گے اور اصول موضوعہ نمبر ۸ کی طرف توجہ دلائیں گے۔

آریہ نمبر ۳۵

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ قیامت کے دن خدا لوگوں کے منہ پر مہر لگا دیگا اور اُن کے ہاتھ پاؤں کان اور چمڑا وغیرہ بولیں گے۔ اور آدمی کے اعمال کو بتائیں گے۔ آدمی اُن کی بیوفائی کو دیکھکر کہیگا۔ کہ تم میرے برخلاف گواہی کیوں دیتے ہو۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ آدمی کے ہاتھ پاؤں وغیرہ زبان کا کام دیں گے۔ میں ایسا کبھی نہیں مان سکتا۔ (حم سجدہ۔ ۲۰-۲۱)

مسلمان نمبر ۳۵ بابو صاحب! اس روشنی کے زمانے میں آپ اندھیر نگری میں بستے ہیں۔ سنیئے! جس طرح فونوگراف سے آواز نکلتی ہے اسی طرح نکلے گی۔ اگر یہ شبہ ہو کہ آجکل کیوں نہیں نکلتی؟ تو اصول موضوعہ نمبر ۲ ملاحظہ ہو ہر کام کیلئے ایک ایک وقت اور قانون ہے۔ جو دوسرے کیلئے نہیں وہ کام اپنے ہی وقت پر ہوگا اس سے پہلے اس کے ظہور کا تقاضا کرنا گویا آج کل بدلے مانگنا یا شملہ اور کشمیر میں افریقہ کی بادسموم کا طلب کرنا ہے اصول موضوعہ نمبر ۲ کو دیکھیئے۔

آریہ نمبر ۳۶ قرآن کی تعلیم ہے کہ نیک کام کرو۔ تاکہ ہمیشہ بہشت میں جاؤ۔ جہاں غم کا نشان نہیں ہے۔ اوّل تو یہی بات قابل اعتراض ہے کہ انسان کبھی بھی ایک حالت پر رہنا پسند نہیں کرسکتا ہے اگر اسکو دائمی خوشی میں رکھا جائے تو وہ خوشی اس کے لئے اسطرح وبال جان ہوجائیگی جس طرح کہ بنی اسرائیل کے لئے من و سلویٰ چیزیں ہوگئیں۔ جن کے بدلے انہوں نے خدا سے لہسن۔ پیاز۔ موٹھ۔ اور مونگ کی درخواست کی۔ بہشتی لوگ جب بہشت کی نعمتیں کھاتے کھاتے تھک جاوینگے۔ تو اُن کو دوزخ کی تمنا کرنی پڑیگی (بقرہ۔ ۸۱)

مسلمان نمبر ۳۶ کیوں نہ ہو ع آنچہ اُستادِ ازل گفت ہماں میگوئی سوامی جی کی پکّی تقلید تو یہی ہے۔ سنیئے! سوامی جی نے اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے۔

اگر مٹھائی روز کھایا جائے تو تھوڑے ہی دن میں زہر کی مانند معلوم ہونے لگتا ہے جب وے ہمیشہ سکھ بھوگینگے تو ان کیلئے سکھ بشکل دکھ ہو جاویگا (ستیارتھ باب ۹ فقرہ ۱۰۴ صفحہ ۳۰۶)

بابو صاحب! ایک ہی حالت پر طبیعت اچاٹ ہوجاتی ہے۔ بشرطیکہ کوئی شغل نہ ہو جہاں یہ حکم ہو۔

فِیْ شُغُلٍ فَاکِھُوْنَ

یعنی جنتی لوگ بڑے شغلوں میں بہتر باد عیش و عشرت کریں گے۔ سوامی جی کی مٹھائی

Marfat.com

کا جواب حق پرکاش میں دیکھو۔ بنی اسرائیل کی طبیعت اس لئے اچاٹ ہوئی تھی کہ انکو ایک ہی قسم کا کھانا ملتا تھا۔ علاوہ اس کے انکی مکاری بھی تھی۔ عیش دائمی اور چیز ہے اور ایک ہی قسم کا کھانا اور چیز ہے۔ دونوں میں فرق ہے۔ ہمارے ہاں کے راجگان اور نوابان اور امراء ہمیشہ عیش وعشرت میں رہتے ہیں۔ مگر کبھی انکی طبیعت اچاٹ نہیں ہوتی نت نئے شغل ہیں۔ لیکن اگر ایک ہی قسم کا کھانا ان کو ملے۔ تو بیشک اچاٹ ہو جائیں پس کہئے ایک قسم کے کھانے اور دائمی عیش میں فرق نہ کرنے والے کسی مذہبی فلسفہ کو جان سکتے ہیں؟ یا یہ بتا سکتے ہیں؟ کہ عقل بڑی یا بھینس!

دیا نندیو! سماج کے اعلےٰ ممبرو! وکیلو! مختارو! ہمیشہ عیش وآرام میں گذارنیو الو! کبھی کبھی تکلیف بھی مانگا کرتے ہو؟ وجہ دہرمپال سے پوچھو!

آریہ نمبر ۳

قرآن کی تعلیم ہے کہ بہشتیوں کو پینے کے لئے شراب اور کھانے کیلئے جانوروں کے کباب ملیں گے

واہ! شراب اور کباب کا کیا اچھا جوڑ کیا ہے بھلا جانور جو ذبح کئے جائینگے اُن کا خون کہاں گریگا؟ اور اگر بغیر ذبح کئے کے ہی جانور بھون لئے جایا کرینگے تو وہ حرام نہیں ہونگے۔ (واقعہ ۱۸۔ ۲۱)

مسلمان نمبر ۳

افسوس تو یہ ہے۔ مگر آپ پر کیا۔ آپ کے گرو پر جو تم لوگوں کو غلطی میں ڈالکر آپ تشریف لے گئے۔

بابو صاحب! شراب کے معنے بتلانے سے پہلے اصول موضوعہ نمبر ۶ کا ملاحظہ ضروری ہے۔ پس سنو! وہی معنے صحیح ہیں جو متکلم خود بتلاوے۔ قرآن شریف شراب کی بابت خود بتلاتا ہے۔

لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ

یعنی جنت کے شراب میں نہ تو نشہ ہوگا۔ اور نہ جنتی اُس سے بدحواس ہونگے پھر کیا ہوگا؟ سنیئے!

بَيْضَاءَ لَذَّةٍ لِّلشَّارِبِيْنَ

یعنی محض ایک سفید میٹھا لذیذ پانی ہوگا۔ اصل یہ ہے کہ عربی میں شرب کا مادہ ہر ایک پینے کے قابل چیز کیلئے ہے۔ شراب شربت بھی اسی مادہ سے ہے۔ ان معنے سے دودھ اور پانی بھی شراب ہے۔ نشہ ہو یا نہ ہو۔ اس سے بحث نہیں مگر چونکہ آریہ لوگ عربی سے ناواقف محض اور خانہ خراب کے نام سے آشنا ہیں۔ اس لئے جب کبھی سُنتے ہیں۔ کہ قرآن شریف میں شراب کا لفظ ہے۔ تو ان کے دلوں میں یہی آتا ہے کہ یہی خانہ خراب ہوگی۔ یہ اُنکی جلدبازی کا نتیجہ ہے۔

ہاں خوب کہی! کہ جانوروں کا خون کہاں گریگا ؟ ماشاء اللہ چشم بد دُور کیا ہی معقول سوال ہے کیوں نہ ہو۔ آخر سوامی جی کے سپوت ہیں جناب! وہیں گریگا جہاں بدکاروں کے زخموں کی پیپ گریگی۔ بابو صاحب! آپ جیسے گریجو ایٹ سے کسی بڑے معقول سوال کی اُمید تھی جو افسوس پوری نہوئی۔ ؎

جو آرزو ہے اُس کا نتیجہ ہے انفعال
اب آرزو ہے یہ کہ کوئی آرزو نہ ہو

آریہ نمبر ۳۸ قرآن کی تعلیم ہے کہ بہشت میں ریشمی کپڑے پہننے کو ملیں گے۔ حاضرین! ریشم کے ساتھ آپکے سامنے فوراً ریشم کے کیڑوں شہتوت کے درختوں۔ کپڑا بننے کی کلوں کا نقشہ آسکتا ہے۔ اتنا سامان بہشت میں کہاں سے آئیگا۔ اور اتنے ریشمی کپڑے کون بنیگا کیا خُدا بنے گا۔ اگر نہیں تو پھر کیا بہشت میں بیٹھنے آدمی بنیں گے ؟ اگر ہاں تو پھر وہاں بھی معمولی مزدوروں کی طرح مزدوری کرنی پڑے گی خصوصیت کیا ہوئی! (دہرم ۱۲-۱۳)

مسلمان نمبر ۳۸ ایک لفظ آپ بھول گئے سوامی جی نے تو یہ بھی پوچھا تھا کہ وہاں کھٹمل بھی ہونگے ؟ مگر آپ نے شاید اس سوال کو غلط جاکر چھوڑ دیا۔ ہاں صاحب! سب کچھ ملیگا۔ خدا اپنی قدرت کاملہ سے سب کچھ [illegible] اور کھو اور ہوش سے سُنو!

Marfat.com

"پرمیشور کے ہاتھ نہیں۔ لیکن اپنی طاقت کے ہاتھ سے سب کو بناتا ہے اور تھام
رکھتا ہے۔ پاؤں نہیں لیکن محیط کل ہونے کے باعث سب سے زیادہ صاحب
سرعت ہے۔ آنکھ کا آلہ نہیں۔ لیکن سب کو ٹھیک ٹھیک دیکھتا ہے کان
نہیں پر سب کی باتیں سنتا ہے حواس نہیں مگر تمام دنیا کو جانتا ہے"
(ستیارتھ باب ۷ فقرہ ۳۶ صفحہ ۲۴۴ - ۲۴۵)

اور اگر یہ بھی مان لیں کہ خدا ابد کا روں کو اس بیگار پر لگائیگا۔ تو کیا سوال؟

ماشاء اللہ آپ اور آپ کے گرو کے علمی اور معقول سوال سنکر ایک حکایت یاد آتی ہے جن دنوں پنجاب میں ریل جاری ہوئی۔ اور یہ مشہور ہوا۔ کہ ایک کمرے میں دس آدمی بلا لحاظ قوم و ملت سوار ہوا کرینگے۔ تو ایک ہندو بھگت نے کہا کہ یہ گاڑی کبھی نہ چلے گی۔ ہرگز ہرگز نہیں چلنے کی۔ کیا ممکن ہے کہ ایک ہی گاڑی پر ہندو اور ڈشٹ مسلمان بلکہ چوہڑے چمار سوار ہوں اور وہ چل سکے۔ ایسا ظلم پرماتما کو کبھی پسند ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ مگر آج بھگت جی ہوتے۔ تو اپنی پیشگوئی کا خود ہی خاکہ اڑاتے۔ اسی طرح آپ کی گت ہوگی بابو صاحب! بہشت کیلئے قانون ہی اور ہوگا ذرہ اصول موضوعہ نمبر ۲ ملاحظہ فرماویں۔

آریہ نمبر ۳۹

قرآن کی تعلیم ہے کہ بہشت میں نہریں ہونگی بعض لوگ (مفسر) کہتے ہیں کہ دودھ اور شہد کی نہریں ہونگی بھلا اگر دودھ اور شہد کی نہریں ہونگی۔ تو دودھ کیلئے بھینسوں اور شہد کے لئے مکھیوں کی بھی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ جو ایک معمولی بات ہے۔ مفسروں نے تو یہانتک گپ اڑائی ہے کہ جو شخص کوثر اور تسنیم کی نہروں سے ایک دفعہ پانی پی لے گا۔ اسکو پھر کبھی پیاس نہیں لگیگی۔ اگر پیاس نہیں لگیگی تو پھر نہروں کے رکھنے کا کیا فائدہ؟ اگر یہ کہا جاوے کہ [illegible] کے لئے تو کونسا عقلمند ہے جو شربت اور شہد اور دودھ [illegible] کرے گا؟ افسوس کی بات ہے کہ نہروں کا پانی

کیجائے (سورت محمد - ۱۶)

مسلمان نمبر ۳۹ ہم اُلٹے بات اُلٹی یار اُلٹا
۵ بنے کیونکر کہ ہے سب کار اُلٹا

پانی کی نہریں بھی ہونگی - دودھ اور شہد بلکہ انگوروں کے نچوڑ کی بھی - آپ مفسرین کے اقوال کیوں لیتے ہیں - قرآن شریف خود بتلاتا ہے -

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى وَلَهُمْ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ (سورہ محمد)

پانی کی نہریں تو شالامار باغ لاہور کی طرح بہتی ہونگی (مگر یہ تمثیل صرف تمہارے سمجھانے کو ہے ورنہ دراصل بہت گھٹیا ہے) دودھ شہد وغیرہ پینے کو ہونگے - مفسرین کا مطلب آپ نہیں سمجھے - نہ ہمارا ذمہ ہے کڑاہ پرشاد (حلوہ مٹھائی) کھائے بغیر ہم بھی نہیں بتلائینگے -

ہاں یہ سب کچھ ہوگا - اور ضرور ہوگا بیشک ضرور ہوگا - وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ

بابو صاحب ! آپ تو بڑے فلاسفر بنے تھے - مگر اتنا بھی تو نہیں سوچتے کہ جن چیزوں پر آپ سوال اور مینشی کر رہے ہیں کاش کسی دلیل سے ان کا محال ہونا ثابت کیا ہوتا پھر بھلا امر ممکن کی خبر ایک ایسا شخص بتلاوے جسکے صدق میں کسی طرح سے کلام نہیں جسکی راست گوئی اور بے لالچی اور صفائی باطنی کا علم ہمکو یقینی دلائل سے ہو چکا ہو - تو ایسے امر پر ٹھٹھا اُڑانا دانائی ہے ؟ حالانکہ وہ امر بھی ممکن اور ہو سکتا ہو -

اگر ہم یہ بھی لکھدیں کہ گلئے بھینسیں - بھیڑ بکریاں سب کچھ ہونگی - تو نہیں معلوم کیا خرابی ؟ نہ کسی قرآن کی آیت کے خلاف ہے نہ کسی عقلی دلیل کے مخالف !

نمبر ۴۱ قرآن کی تعلیم ہے کہ بہشتیوں کو سونے اور چاندی کے کنگن پہنائے جاویں گے - بھلا یہ کوئی شائستگی اور

تہذیب کی بات ہے؟ کہ عورتوں کا گہنا آدمی پہننے لگ جائیں۔ ذرا غور کیجئے۔ اگر ایک پڑھا لکھا بی۔ اے۔ ایم۔ اے یا کوئی مولوی صاحب ہی کنگنوں کی جوڑی پہنکر بازار میں آ پھرے تو اسکو کسقدر شرم آئیگی۔ اور لوگ اُسپر کتنا تمسخر کریں گے کیا بہشت میں یہ شرم جاتی رہے گی؟ اور کیا ہمارے موجودہ زمانے کے بڑے بڑے ریفارمر اور ملہم شخص جو زیور پہننے سے کتراتے ہیں وہاں ہیجڑوں اور عورتوں کی طرح کنگن پہن کر پھرا کریں گے۔ کنگن بنانے کیلئے سونا۔ اور چاندی سنار۔ کٹھالی بھٹی وغیرہ کی بھی ضرورت پڑے گی؟ یا خدا خود بنا کر دیدیا کریگا (کہف - ۳۲)

مسلمان چشم بددور! اگلی دنیا کے آپ وکیل بنگئے۔ بابو صاحب! سونے کے کنگن تو اب بھی ہم بڑے بڑے رؤسا راجوں اور نوابوں کو پہنے ہوئے دیکھتے ہیں۔ آپکو اتنی خبر نہیں۔ یا انصاف نہیں کہ قبیح لذاتہ اور قبیح لغیرہ میں فرق ہوتا ہے لالہ صاحب! ایک کام ایسا ہوتا ہے کہ اپنی ذات میں تو جائز۔ مگر ملکی رسم ورواج یا مذہبی ہدایات سے لوگوں کی نظروں میں معیوب اور ناپسند معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً ڈاڑھی منڈانا ہندوؤں اور انگریزوں میں تو کچھ عیب نہیں مگر سکھوں اور دیندار مسلمانوں میں بہت ہی برا ہے یا گلے کا گرنٹ عام طور پر بجنا یورپ بالخصوص انگلستان میں قابل مزاحمت نہیں مگر پنجاب میں نمایاں طور پر بازاروں میں نہیں بجتا۔ اور لیجیے! الف ننگا بالکل برہنہ تن کسی تالاب میں نہانا ہمارے ملک میں کیسا مذموم اور ناپسندیدہ ہے ولیکن حبش کے متصل ننگوں کے دیکھنے والے بھی آپکے ملک وہاں کی کیفیت بتلا سکتے ہیں کہ کیسے ننگے مادر زاد مرد عورتیں پھرتے ہیں اور تمام کا اعتبار اپنے گرو جی پر ہی نہ کریں تو یورپ ہی کو دیکھئے تالابوں میں کیسے ننگے نہاتے ہیں چنانچہ ایک شخص کا بیان ہے کہ "میں ولایت میں ایک تالاب میں کپڑا اتار کر نہا رہا تھا جو اسوقت نہا رہے تھے۔ مجھے چھیڑ دیتے ہیں ...

Marfat.com

انہوں نے تجویز بتلائی کہ تم بھی ننگے ہی کود پڑنا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا پھر کسی نے کچھ نہ کہا غرض اس قسم کی کئی ایک مثالیں ہیں۔ جو ایک ملک میں قابل شرم تو دوسرے میں قابل عمل۔ بس سونے وغیرہ کے زیورات ہندوؤں میں کسی طرح معیوب نہیں۔ البتہ مسلمانوں میں مردوں کیلئے اچھے نہیں سمجھے جاتے کیوں؟ اس لئے کہ شریعت میں مردوں کیلئے زیور ممنوع ہے۔ کیوں۔ اسکے مفصل بیان کا محل نہیں۔ مختصر یہ ہے کہ عورتوں کو چونکہ پردے میں بیٹھنے کا حکم ہے اس کے عوض میں ان کو ریشم اور سونا دیا گیا۔ پس آپ ہی بتلا دیں۔ اگر جنت میں یہ سب بندشیں اٹھ جائیں۔ تو کیا خرابی؟ خوب یاد رہے کہ جنت دار الجزاء ہے۔ دار العمل نہیں۔ اپنے لفظوں میں سننا چاہو۔ تو سنو!

"بھوگ بھومی ہے۔ کرم بھومی نہیں (باقی نمبر ۳۸ میں ملاحظہ ہو)

آریہ نمبر ۱۴۱

قرآن کی تعلیم ہے کہ بہشتیوں کو گوری کنواری ہم عمر۔ نوجوان سیاہ آنکھوں والی۔ دوشیزہ عورتیں ملیں گی

حاشیہ: جس مطلب کیواسطے یہ ہونگی وہ آپ خود ہی دیکھ سکتے ہیں بر ہمچاری اس قسم کی اشلیل باتوں کو منہ پر لانا بھی مہاں پاپ سمجھتا ہے (الرحمٰن ۵۵-۷۲)

مسلمان نمبر ۱۴۱

بیشک ملیں گی۔ برہمچاری نہیں۔ برہمچاری کا کوئی برا بھی جانے۔ آپ بات کیوں چھپاتے ہیں۔ وہ اسی کام کو ہونگی جس کے لئے ہر شریف خاندان میں عورت خاوند کے پاس ہوتی ہے تعجب ہے برہمچاری کے گرو دیانند جی تو اس قدرتی فعل کے کرنے کے متعلق ہدایات جاری کریں اور برہمچاری اس کے ذکر کو گناہ۔ گناہ بھی کبیرہ گناہ جانے! بابو صاحب! سوامی جی اس قدرتی کام کے کرنے کا طریق یوں بتلاتے ہیں۔

... کے رحم میں گرنے کا وقت ہو۔ اس وقت عورت مرد دونوں

Marfat.com

بے حرکت ناک کے سامنے ناک۔ آنکھ کے سامنے آنکھ یعنی سیدھا جسم اور نہایت خوشدل ہیں۔ہلیں نہیں مرد اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑے۔ عورت ویریہ (نطفہ) حاصل کرنے کیوقت اپان وایو (سانس) کو اوپر کھینچے۔ عورت جائے مخصوص (فرج) کو اوپر سکوڑ ویریہ (نطفہ) کو کشش کرکے رحم میں ٹھیراوے۔ پھر دونوں صاف پانی سے غسل کریں" (ستیارتھ ص۱۲) ۴۴۔فقرہ باب ۴۔

سوامی جی نے اس گناہ کے کرنیکا قانون کیا اچھا بتایا ہے۔ اب ہمارے برہمچاری بابو صاحب بھی اصل حال سے آگاہ ہوگئے ہونگے۔کیونکہ قانون فطرت خدا کا فعل ہے تو الہامی کتاب کا اس سے مطابق ہونا بہت ضروری ہے۔ نہیں تو الہامی نہیں ایسے ناک بھوں چڑھانے والے برہمچاری کو واجب ہے کہ پہلے اصول موضوعہ نمبر ۹ کو ملاحظہ کرے۔ بھلا جو مذہب اور کتاب خلاف قانون فطرت خواہشات طبیعیہ کو ملیا میٹ کرنے کی ہدایت کرے (وہ تو کیا ملیا میٹ ہونگی۔ بلکہ الٹا سر نکالیں گے) وہ مذہب بھی خدائی مذہب کہلانے کا حق رکھتا ہے؟

سنیئے! اسی بنا پر اسلام کے مبلغ اور معلم اول۔ خدا کے سچے رسول سید الانبیاء محمد مصطفیٰ فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم نے باٰواز بلند پکار دیا تھا۔

لَا رُهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ

یعنی چونکہ اسلام بانی فطرت کا مذہب ہے اس لیئے اس کا کوئی حکم فطرت کے خلاف نہو گا پس سنو! اسلام میں صحرانشینی (جس سے قطع نسل ہی جائز نہیں۔ کیونکہ مرد کو عورت کی خواہش عورت کو مرد کی طلب ایک فطری تقاضا ہے۔ پس کتاب اللہ کے لئے ضروری ہے کہ اسکو منا لیح کرنیکی اجازت نہ دے۔

آریہ نمبر ۴۲ قرآن کی تعلیم ہے کہ بہشت والوں کو لڑکے بھی ملینگے جو بغیر ڈاڑہی مونچھ کے نوجوان ہونگے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ لڑکوں کی وہاں کیا ضرورت ہو۔ لڑکے کن کو ملیں گے۔ آدمیوں یا عورتوں کو؟ انصاف تو یہی چاہتا ہے کہ جیسے ایک ...

Marfat.com

حوریں ملیں گی۔ تو ایک عورت کو بہت سے نوجوان لڑکے ملنے چاہئیں مگر قرآن میں اس کا ٹھیک حل نہیں ملتا عقلمند اور منصف مزاج خود اس کا حل کر سکتے ہیں میں دعا کرتا ہوں کہ خدا سب کو مذکورہ بالا بہشت سے بچاوے (دہر)

مسلمان نمبر ۲۴ اگر آپ سوامی جی کے روحانی سپوت ہیں تو سنو! کلام کا مطلب وہی صحیح ہو گا جو متکلم خود بتلاوے (دیباچہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۷) دیکھو اصول موضوعہ نمبر ۶۔ پس اس نمبر کا جواب قرآن شریف خود دیتا ہے۔

يَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ (سورہ طور ع ۲)

یعنی اہالی جنت کے اردگرد خود ان کے بچے (جو نابالغی میں مرے ہونگے۔ یا ان کی خواہش کے مطابق وہیں جنت میں ان بہلانے کو پیدا ہونگے) گھومتے ہونگے۔ وہ بچے ایسے خوبصورت ہونگے گویا موتی ہیں۔ کیونکہ لَهُمْ میں لام اضافت کیلئے ہے جیسے المال لزید (مال زید کا ہے)

بابو صاحب! کہئے تو اس کلام کے کیا معنے ہیں؟

بہت لوگ ایسے ضدی اور متمرد ہوتے ہیں۔ کہ وہ متکلم کے خلاف منشاء تاویل کیا کرتے ہیں۔ خصوصاً مذہب والے لوگ کیونکہ مذہب کی تاریکی کے پاس خاطر سے انکی عقل تاریکی میں پھنس کر زائل ہو جاتی ہے" (دیباچہ ستیارتھ ص)

ہاں یہ بھی خوب کہی کہ "عورت کو بہت سے نوجوان ملنے چاہئیں" آج معلوم ہوا کہ ویدک مت نے پردہ کی رسم اسی لئے نہیں رکھی۔ چنانچہ اس کا نتیجہ سب کو معلوم ہے جسے معلوم نہ ہو ہم دکھانے کو تیار ہیں۔ ایک جنتی کو متعدد حوریں ملنے کا ثبوت کسی آیت یا حدیث صحیح سے دینگے تو ہم بھی جواب کے ذمہ وار ہونگے۔ ہاں دنیا میں متعدد عورتوں کا کرنا قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے سو اسکی وجہ نمبر ۱۰۱ میں آتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جنت کی عورتوں کی طبعی حالت یہ ہوگی کہ وہ متعدد مردوں سے نہ ملیں جیسے دنیا میں بھی شریف عورتوں کی یہی خواہش ہے۔ آپ اسپر غور کریں گے تو آئندہ یہ سوال نہ کریں گے۔

[illegible] قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا کے نام پر قربانی کرو۔

قربانی کا گوشت آپ کھاؤ اور دوسروں کو کھلاؤ۔ مگر حیوانوں کو خود کیسے بہشت میں پہنچا سکتے ہو اور ان کا خون بہانا کہاں اور بہشت کہاں؟! افسوس صد افسوس حیوانی نفسانی اور جسمانی جذبات کے برسوں سے پالے ہوئے بکرے اندر کی تمام رغبت کی سبزی کو رات دن پھر رہے ہوں۔ اُن کے گلے پر تو چھری نہ پھیری جاوے اور معصوم اور گھاس خور بھیڑ بکری۔ گائے وغیرہ مفید جانوروں کو ذبح کرکے اُن جذبات کو اور بھی بڑھایا جاوے کاش اے اہل اسلام تم سچی قربانی کرسکو۔ بجائے بھیڑ بکری۔ گائے اونٹ کا گلا کاٹنے کے تم اپنے اندر کے موذی جذبات کا گلا کاٹ کر خدا کی درگاہ میں پیش کرکے رشیوں مُنیوں کے مرتبے کو حاصل کرسکو۔ جبکہ خدا گوشت پوست اور خون کو نہیں کھاتا۔ تو پھر خون کیوں بہاتے ہو؟ دل کی پرہیزگاری اُس کے سامنے پیش کرو۔

مسلمان نمبر ۴۳ بابو صاحب ہر ایک شخص اور ہر ایک کتاب اور مصنف اپنے اپنے موضوع اور اصول کے پابند ہوتے ہیں قرآن شریف چونکہ ہمکو بتلاتا ہے۔

مَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ

یعنی جس قسم کی نعمت تمہارے پاس ہے وہ سب خدا ہی کے ہاں سے ہے اُسی کی دی ہوئی ہے" پھر یہ بھی فرمایا ہے۔

اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ

یعنی جو کچھ ہم نے تمکو دیا ہے اس میں سے ہماری رضا جوئی کے لئے خرچ کرو پس ان دونوں حکموں کے مطابق ہم مسلمانوں پر یہ فرض ہے کہ اپنے مال اور مال کے جمیع اقسام بلکہ موقع ہو۔ تو اپنی جان بھی اللہ کی راہ میں خرچ کردیں۔ کیونکہ ہمیں تعلیم ہے سے

۱؎ منوجی تو قربان شدہ جانوروں کو بھی بہشت دلاتے ہیں دیکھو سمرتی

جاں اگر تو بدہی جانت دہند　　　　ناں اگر تو میدہی نانت دہند

ذبح حیوانات کا مسئلہ پوری وضاحت سے سمجھنا ہو۔ تو پہلے ان کی نسبت پر غور کرنا چاہیئے جو خدا نے حیوانوں اور انسانوں میں پیدا کی ہے۔ پس سنو!

مخلوقات میں ایک ہی نسبت عامہ (قدرتی تعلق) ہے کوئی مستعل (برتنے والا) ہے تو کوئی مستعملہ (قابل استعمال) ہے اب سوچنا یہ ہے کہ انسانوں اور حیوانوں میں مستعل کون ہے اور مستعملہ کون؟ غالباً اس میں کسی کو شک نہ ہوگا کہ انسان سب کا مستعل ہے اور یہ سب کی سب اسکی مستعملہ ہیں۔ پس اس نسبت سے جو بات ثابت ہوتی ہے۔ واضح ہے۔ کہ انسان اُن کو اپنی تمام حاجات میں خرچ کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس سے چاہتا ہے دودھ لیتا ہے جس سے چاہتا ہے ہل چلواتا ہے۔ جس پر چاہتا ہے سواری کرتا ہے۔ مگر بغور دیکھا جاوے تو یہ سب کام جو سخت سے سخت انسان حیوانات سے لیتا ہے اصل میں انسان کے اپنے کام ہیں مثلاً ہل کھینچنا ہے تو اس کا کام ہے سواری پر چڑھکر منزل قطع کرنا ہے تو اس کا ہے۔ کھیتی باڑی کو پانی دینا ہے تو اس کا ہے حیوانات صرف اسکے نائب یا آلہ یا ذریعہ ہیں۔ اگر یہ نہوتے تو یہ کام بھی حضرت انسان خود کرتا۔ پس ان سب مراتب سے ذرہ ایک مرتبہ اوپر چڑھیئے کہ بحکم خداوندی اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰکُمْ (یعنی ہمارے دیئے میں سے خرچ کرو) ہم پر فرض تھا کہ ہم جان کو بھی خدا کی راہ میں خرچیں۔ مگر ان حیوانات نے ہماری اس میں بھی نیابت کی۔ کہ ہم نے بجائے اپنی جان دینے کے اُن کی جان اللہ کی راہ میں دے کر کسی قدر تعمیل ارشاد خداوندی کر دی۔ جس طرح وہ ہمارے باقی کاموں میں وکیل اور نائب ہیں۔ اس کام میں بھی ہم نے اُن سے نیابت لی۔ کیونکہ اصل تو ہم پر یہ فرض تھا کہ ہم خود اپنی جانیں خدا کی راہ میں دیں۔ کسی اہل دل

Marfat.com

در مسلخ عشق جز نکو را نکشند لاغر صفتاں و زشت خو را نکشند
گر عاشق صادقی ز کشتن مگریز مردار بود ہر آنچہ او را نکشند

اگر آپ حیوانات کی وکالت اس کام میں نہیں مانتے۔ تو باقی کاموں میں بھی انکا کر دیجئے۔ ورنہ وجہ فرق بتلایئے کہ کیوں آپ لوگ اُن سے تمام سخت سے سخت کام لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اُن کے بچوں کا دودھ جو بظاہر قدرت نے اُن بچوں ہی کیلئے پیدا کیا ہے۔ تم لوگ نہیں چھوڑتے اور غٹ غٹ کر کے بے ڈکار لئے پی جاتے ہو۔ حالانکہ آپ لوگوں کا اس میں کوئی حق نہیں۔ کہ اُن کو ناحق بند رکھو۔ سب کو چھوڑ دو۔ جنگلوں میں پھرینگے اور اپنا گذارہ آپ کرینگے اور اگر آپ لوگ اُن کاموں میں اُن سے نیابت اور وکالت لیتے ہو۔ تو ایک مرتبہ اور اوپر چڑھنا کچھ مشکل نہیں۔ جو ہم نے بیان کیا۔

اب ہم اپنے ناظرین کو منوجی کا جو ہندوؤں اور آریوں کے مسلمہ پیشوا ہیں گوشت خوری اور قربانی کے متعلق ایک حکم سناتے ہیں۔ منوجی شرادھوں کے متعلق ہدایت فرماتے ہیں۔

"مچھلی کے گوشت (کھلانے) سے دو مہینے تک اور ہرن کے گوشت سے تین مہینے تک اور بھیڑ کے گوشت سے چار مہینے تک اور پرندجانور کے گوشت سے پانچ مہینے تک پتر (ماں باپ) آسودہ رہتے ہیں۔
بکرے کے گوشت سے چھ مہینے تک چترمرگ کے گوشت سے نو مہینے تک اَین (نام ہرن) کے گوشت سے آٹھ مہینے تک اور رَوتک (نام ہرن) کے گوشت سے نو مہینے تک پتر آسودہ رہتے ہیں"

(منوسمرتی باب ۳۔ فقرہ ۲۶۸)

۷۔ فروری ۱۹۰۸ء کو امرت سر کے آریوں سے گوشت خوری کے متعلق مباحثہ بحث ہوئی جو اخبار اہل حدیث امرتسر میں مختصر چھپی تھی۔ ناظرین کی دلچسپی کے لئے یہاں نقل کی جاتی ہے۔

Marfat.com

امرتسر میں آریوں سے مباحثہ

جناب ایڈیٹر صاحب! ۰ فروری کو ایک لمبا چوڑا اشتہار بازاروں کی دیواروں پر دیکھنے میں آیا جس میں لکھا تھا کہ آج آرین ڈبیٹنگ کلب میں گوشت خوری پر مباحثہ ہوگا۔ دس دس منٹ ہر ایک کو بولنے کی اجازت ہوگی۔ اس پر انجمن نصرت السنہ امرتسر کی طرف سے کلب مذکور کے سکرٹری کو لکھا گیا۔ کہ اسیطرح کسی مسئلہ کی تحقیق نہیں ہوسکتی بلکہ اس تجویز کیلئے چند گھنٹے مقرر ہوں اور مباحثہ کنندگان دو ہی صاحب ہوں۔ چنانچہ آریوں نے اس تجویز کو منظور کیا۔ اور ۷ فروری کا دن ۱ بجے سے ۴ بجے تک مقرر ہوا۔ دس منٹ ایکدفعہ بولنے کیلئے تجویز ہوئے۔ انجمن مذکور کیطرف سے جناب مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب (مولوی فاضل) مباحث قرار پائے۔ آریوں کی طرف سے ماسٹر آتما رام جی امرتسری۔ مولوی صاحب نے گوشت خوری کی ممانعت کے دلائل طلب کئے۔ اسپر ماسٹر جی نے کہا۔ کہ گوشت انسان کی طبعی غذا نہیں۔ نیز اخلاقی طور پر بھی منع ہے۔ اخلاقی پر اس لئے منع ہے کہ کسی جانور کو ذبح کرنیکا ہمیں کوئی حق حاصل نہیں۔ اسی تقریر کے ضمن میں ماسٹر جی نے یہ بھی کہدیا کہ موت سے تکلیف نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ تکلیف جتنی ہے بیماری سے ہے۔ طبعی اور قدرتی غذا کے معنے یہ کئے۔ کہ انسان کے دانت اور معدہ گوشت کھانے کے لئے نہیں ہیں۔ مولوی صاحب نے کہا۔ کہ دانت اور معدہ اگر قدرت نے گوشت کھانے کیلئے انسان کو نہیں دیئے حالانکہ ہم ہر روز گوشت کو دانتوں سے چبا کر معدے میں ڈالتے ہیں۔ تو کیا ہم قانون قدرت کے خلاف کرتے ہیں؟ کیا کوئی شخص خلاف قانون قدرت کانوں کا کام زبان سے اور زبان کا آنکھ اور آنکھ کا ناک سے لے سکتا ہے؟ ہمارا گوشت کھانا ہی جتلا رہا ہے کہ خدا نے ہمیں دانت اور معدہ گوشت کھانے کے لئے دیئے ہیں۔ رہی باقی اخلاقی ممانعت۔ سو اس کا جواب مولوی صاحب نے

Marfat.com

یہ دیا۔ کہ اوّل تو جس قدرت نے ہمکو اُن پر سواری کرنا۔ بوجھ لادنا۔ اُنکا دودھ پینا (حالانکہ دودھ اُنکے بچے کیلئے ہوتا ہے) وغیرہ امور پر قابو دیا ہے۔ اسی قدرت نے ہمکو ان کے کھانے کی بھی اجازت دی ہے۔ حالانکہ ذبح کرنے سے اُنکو تکلیف ہی نہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ بھی کہتے ہیں کہ موت سے تکلیف نہیں ہوتی۔ بلکہ بیماری سے ہوتی ہے۔ پس جس بھیڑ بکری کو ہم ذبح کرتے ہیں۔ حقیقت میں اُس پر رحم ہے کیونکہ وہ بیماریوں وغیرہ تکالیف سے بچ جاتی ہے۔ علاوہ اس کے بعض موذی جانوروں کا مار دینا خود آپکے گرو دیانند جی ستیارتھ پرکاش باب فقرہ ۲۲ صفحہ ۳۵۹ پر لکھتے ہیں۔ پس ایسے جانوروں کا کھا لینا جنکا مارنا بھی جائز ہے رحم کے کسی طرح خلاف نہیں۔ پس آپ انکو پہلے کھائیے۔ اتنا حصہ بحث کا تو صاف ہو جاوے۔ علاوہ اس کے ایک بڑی بات مولوی صاحب نے بڑی دلچسپ کہی جو واقعی یہ ہے۔ کہ آجتک آریہ سماج کے کانوں میں نہ پڑی ہوگی اس لئے ماسٹر جی اُس کے جواب دینے میں کسی قدر رُکتے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ وہ یہ کہ مولوی صاحب نے کہا کہ دیکھئے! آپکو ایک سہل تجویز بتلاتا ہوں۔ جس میں آپ گوشت بھی کھالیں اور آپ کے رحم کے خلاف بھی نہ ہو۔ بلکہ آپکو ملی فائدہ بھی ہو۔ اس مضمون کو ذرا دلچسپ پیرائے میں بیان کیا۔ کہ آریہ سماج ایک اشتہار دیدے کہ جس کسی کی بھینس۔ اونٹ یا بکری۔ بھیڑ مر جاوے وہ سماج کو اطلاع کرے سماج کے ممبر اسکو خود ہی اٹھوا منگا لینگے اور گوشت کھاکر چمڑے کے نقدے کر لینگے۔ یہ نہایت سہل تجویز ہے۔ حق تو یہ ہے کہ یہ تجویز حاضرین نے بڑی ہی معقول سمجھی اور اس کا جواب بھی ماسٹر جی نے کوئی معقول نہ دیا۔ صرف اتنا کہا کہ آپ بھی مردہ جانوروں کی ایک منڈی کھولیں اور اشتہار دیدیں۔ اس کا جواب مولوی صاحب نے دیا کہ ہمیں تو حاجت نہیں ہم تو ذبح کرکے کھاتے ہیں۔ ضرورت تو آپکو ہے جو ذبح کو خلاف رحم جانتے ہیں۔

راقم حکیم محمد الدین سکرٹری انجمن نصرت الاسلام امرتسر (اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۲ [illegible]

آریہ نمبر ۴۴

قرآن کی تعلیم ہے کہ مردار۔ سوّر اور خون حرام ہیں حاضرین جلسہ! قیاس کیجئے کہ مردار کسے کہتے ہیں وہ جس میں سے روح پرواز کر گئی ہو، وہ لاٹھی مارنے سے ہو۔ یا چھری مارنے سے۔ وہ شیطان کا نام لیکر کاٹا گیا ہو۔ یا رحمٰن کا نام لینے سے۔ مگر مردار وہ ہے جس میں اب روح نہیں ہے۔ کیا خدا کا نام لینے سے اگر ایک جانور ذبح کیا جاوے تو وہ مردار یا خالی از روح نہ ہوجاویگا پھر وہ حرام کیوں نہ ہوا؟ پھر دیکھیئے کہ خون حرام ہے میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر خون حرام ہے تو پھر گوشت کیوں حلال ہوگیا؟ وہ بھی سراسر حرام ہوا کیونکہ وہ بھی تو خون سے ہی بنتا ہے۔ ذرا غور کیجئے! مادہ کے رحم میں نطفہ مادہ کے خون سے پرورش پاتا ہے۔ اسکی تمام ہڈی پسلی۔ گوشت۔ پوست۔ خون کے ایک قطرے سے بنتا ہے اور تمام جسم کی بالیدگی خون سے ہوتی ہے۔ ہڈی خون سے بنتی ہے پوست خون سے گوشت خون سے چربی خون سے یہ نہیں کہ خوراک میں ہڈی اور چربی وغیرہ علیحدہ علیحدہ موجود ہوتے ہیں۔ پیٹ میں جاکر ہڈی کے ساتھ اور گوشت گوشت کے ساتھ جا ملتا ہے نہیں بلکہ پہلے خون بنتا ہے پھر خون سے دیگر اعضاء بنتے ہیں۔ اگر خون حرام ہوگیا تو پھر گوشت اس سے بھی بڑھکر حرام ہوا۔ کیونکہ وہ خون کا منجمد ست ہے۔ مگر میرے بھائیوں کو یہ بات کون سمجھائے وہاں تو حضرت تعصب جین کا خیمہ لگا ہوا ہے۔ مجال کیا کہ کوئی چوں تک کرے پھر پوچھیئے کہ سوّر کیوں حرام ہے؟ کیا اس لئے کہ وہ گندگی کھاتا ہے اگر یہی سبب ہے تو مرغے مرغیاں اور بھیڑیں بھی حرام ہونی چاہئیں جو گندہ خور ہیں یا کیا اس لئے کہ وہ شہوت پرست جانور ہے۔ اس کے گوشت سے شہوت پرستی زیادہ ہوتی ہے۔ تو پھر مرغے اور بکریوں سے بڑھکر شہوت پرست کونسا جانور ہے؟ وہ بھی حرام ہونے چاہئیں۔ مجھے کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ سوّر کیوں حرام کیا جائے اور دوسرے جانوروں کو کیوں حلال

Marfat.com

سمجھا جاوے۔

نمبر ۵ نہم | قرآن کی تعلیم ہے کہ خون حرام ہے یہانتک کہ اگر اس کا قطرہ کپڑے پر لگ جاوے تو وہ ناپاک ہوجاتا ہے تو کیا منجمد خون یعنے گوشت کھانے سے جسم اور روح دونوں ناپاک نہ ہونگے؟ افسوس ہے کہ جسم اور روح کو کپڑے سے ادنیٰ خیال کیا جائے۔

مسلمان نمبر ۴-۵ نہم | قربان اس دھینگا دھینگی پر! بابو صاحب! کیا اصول موضوعہ نمبر ۵ اور دیباچہ ستیارتھ پرکاش صفہ، پر یہی عمل ہے کہ دوسرے کے کلام کو ناحق بگاڑ کر بلا وجہ اعتراض کا شوق پورا کیا جاوے۔ پس سنو!

مردار جس لفظ کا ترجمہ ہے وہ مَیْتَہ ہے۔ جس کے معنے ہیں وہ جانور جو بغیر ذبح کے اپنی موت سے مرا ہو۔ دیکھئے! لغت عرب کی مشہور اور معتبر ڈکشنری قاموس میں لکھا ہے۔

اَلْمَیْتَۃُ مَا لَمْ تَلْحَقْہُ الذَّکَاۃُ (میتہ وہ ہے جو ذبح سے نہ مرا ہو)

انہی معنے میں فارسی کا شعر ہے ؎

گر عاشق صادقی ز کشتن مگریز مُردار بود ہر آنچہ اورا نکشند!

پس بتلایئے! آپکی طول پر فضول تقریر جو مُردار کے متعلق آپنے کی ہے۔ خلاف منشاء متکلم ہے یا نہیں۔

سنو اور غور سے سُنو!

"متکلم کے خلاف منشاء معنے کرنے والے سخت ضدی اور متمرّد ہوتے ہیں"

(دیباچہ ستیارتھ ص)

پس آپ کا تمام تار و پود ٹوٹ گیا۔

اب خون کی بابت سنیئے! خون سے مراد دم مسفوح ہے یعنی جو ذبح کے وقت گردن سے نکلتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں دَمًا مَّسْفُوحًا آیا ہے [illegible] کہ آپکی منطق کیا کہہ رہی ہے۔ کیا خون سے اگر گوشت بنتا ہے تو [illegible]

پستانوں میں دودھ نہیں بنتا۔ پھر منی گوشت اور دودھ ایک ہی چیز ہے؟ یہ کہاں کی منطق ہے۔ کہ بعد استحالہ اور تحلیل بھی دونوں چیزوں کو ایک ہی کہا جاوے بیج سے درخت پیدا ہوتا ہے تو درخت اور بیج ایک ہی ہے؟ کیا کھاد[1] سے سبزی بھاجی وغیرہ نشوونما پاتی ہے تو دونوں ایک ہی ہیں؛ پھر کھاتے کیا ہو؟

پس سنو! ہم آپکو ایک اصول سمجھاتے ہیں۔ جس طرح بعض خوردنی اشیاء جسم کو مفید ہوتی ہیں۔ اور بعض مضر۔ اسیطرح بعض چیزیں روحانی طور پر انسان کو مضر ہوتی ہیں۔ اور بعض مفید۔ اس تقریر سے اصولاً تو آپ کو بھی انکار نہ ہوگا۔ کیونکہ آپ بھی اسی اصول سے گوشت خوری کو مضر اور روحانیت کے خلاف بتاتے ہیں۔ پس اب سنئیے! کہ جسطرح ایک مستند ڈاکٹر کا قول اشیاء خوردنی کے نفع و نقصان کے متعلق حجت اور سند ہوسکتا ہے خواہ بیمار اسکی ماہیت سمجھے یا نہ سمجھے، روحانی ضرر اور نفع کے متعلق بھی یہی قانون ہے کہ سچا ملہم اور خدا کا رسول جو بتلاوے وہ سند ہے جس چیز سے روک دے وہ قابل پرہیز ہے اور جس کا حکم کرے وہ واجب العمل ہے (دیکھو اصول موضوعہ نمبر۱۲) ان احکام پر بحث کرنا فرعی بحث اور تضیع اوقات ہے۔ ہاں رسالت کی بحث اور ثبوت کا طریق اور ہے جو ہم نے تفسیر ثنائی جلد اول کے شروع میں لکھا ہے پس جسقدر غذائیں شریعت میں منع ہیں ان سب کا ایک ہی اصول ہے کہ وہ روحانی طور پر مضر ہیں۔ اسی لئے اسلامی شریعت میں اشیاء خوردنی کا حکم مختلف ہے۔ جسقدر اور جتنے حصے میں مضر ہیں۔ اتنی ہی ان کے حکم میں سختی ہے۔ کوئی تو قطعی حرام ہے۔ کوئی مکروہ تحریمہ کوئی مکروہ تنزیہ۔ پھر اس ضرر کی تفصیل بھی الگ الگ ہے کبھی کوئی چیز براہ راست انسان کے اخلاق میں مضر ہوتی ہے۔ کوئی اسکی حیا پر مضر ہوتی ہے کوئی بلا واسطہ مضر ہوتی ہے کوئی بالواسطہ ضرر دیتی ہے۔ مثلاً اس کے کھانے سے کسی کار خیر سے طبیعت رکتی ہے اس لئے منع ہوتی ہے۔ مگر اس تفصیل کا

---

[1] گوبر وغیرہ جو کھیتوں میں ڈالا جاتا ہے اسکو کھاد کہتے ہیں۔ ۱۲

Marfat.com

معلوم کرنا اُمت کا کام نہیں۔ بلکہ نبی کا ہے۔ اُمت کا کام نبوت کی تحقیق ہے جس کیلئے الگ دلائل ہیں مفصل بحث حق پرکاش کے نمبر اول میں ملیگی۔

علماء اسلام نے ہرایک حرام چیز کی حکمت بتلائی ہے۔ ان سب تحقیقات کے ذمہ وار علماء ہیں۔ ممکن ہے غلط ہوں۔ اس لئے کہ اُنکی پوری تحقیق کا معلوم کرنا بجز صاحب وحی اور نبوت کے کسی کا کام نہیں بھلا آپ جو اتنا زور دے رہے اور چلا رہے ہیں کہ گوشت خوری سے روحانیت کو صدمہ پہنچتا ہے۔ کوئی دلیل بھی دی ہے بلا سے یہی بتلایا ہوتا کہ روحانیت سے آپکی مراد کیا ہے۔ سنیئے! ہم آپکو بتلاتے ہیں روحانیت سے مراد خدائے تعالیٰ۔ مالک الملک۔ ایشور۔ سچدانند۔ سرب شکتیمان۔ نرا کار وَحْدَہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُو کی طرف روح کا میلان ہونا۔ اور ہر وقت اَنَابَتْ اِلَی اللہ اور خشیۃ اللہ کا بڑھنا یعنی ہر ایک کام میں یہ خیال رہنا کہ میرا مالک مجھ سے راضی ہو اور کوئی حرکت مجھ سے ایسی سرزد نہو۔ کہ وہ ناراض ہو جائے۔ ایسی روحانیت کی تعلیم جیسی قرآن شریف نے دی ہے۔ کسی کتاب نے نہیں دی اسی کے متعلق ہم آپ سے ایک سوال پوچھتے ہیں۔ کہ آپ کے والد ماجد میاں جی سلطان محمد مرحوم بھی تو گوشت خور تھے۔ پھر کیا اُن میں روحانیت کم تھی۔ جو اُس مرحوم نے اپنے لخت جگر موسیٰ کو تکلیف شدید میں دیکھکر فرزند دلبند کے اظہار شکائت پر کہا تھا کہ بیٹا خدا کیطرف خیال رکھو۔ دنیا میں آرام کہاں؟ دنیا تو سراسر تکلیف خانہ ہے۔ پھر ایسی تکلیف کے وقت بڑے استقلال سے ابھی اُس کے ہوش حواس اچھے تھے مگر امید زیست کی نہ تھی۔ چونکہ بباعث ورم قلب خون جاری تھا۔ مرحوم لوگوں سے مشورہ کرکے اُس کے کفن کیلئے تیار ہوئے۔ اسوقت آپ نے فرزند دلبند سے کہا کہ اے موسیٰ! میں تیرے کفن کے واسطے کپڑا قصبہ صاحبہ سے لے آؤں کیونکہ اس وقت ہمارے گھر میں موجود نہیں۔ برخوردار موسیٰ خاموش رہا۔ پھر پوچھا پھر خاموش رہا پھر اُس کو چند آیات قرآن شریف کی بطور نصیحت کے سنائیں موسیٰ اس حالت میں سنکر خوش ہوا۔ اور کہا کہ میاں صاحب جائیے اور لیکر جلدی

آجائیے۔ کیونکہ مجھکو تکلیف بہت ہورہی ہے۔ میاں صاحب مرحوم نے جواب دیا کہ تجھکو تیرے چھوٹے بھائی ابراہیم سے زیادہ تکلیف نہیں۔ بلکہ بہت کم ہے تو نے اس کا حال نہیں دیکھا کہ وہ آخیر دم تک کیسا صابر اور شاکر رہا تھا۔ یہ نصیحت دیکر آپ برائے کفن تشریف لیگئے اور آپ کو واپس آتے راستہ میں ہی بخار ہوگیا۔ خیر آپ آپہونچے اور موسی اُسی رات کو راہی ملک بقا ہوا مگر اسوقت بجز اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کے ایک حرف بھی زبان پر نہ لائے۔ بعد از انتقال فرزند دلبند آپ چند روز زندہ رہے اور سخت بیمار تھے اور خون مانند بیماران طاعون قلب سے آتا تھا۔ مگر اس سختی میں آپ نے نماز نہیں چھوڑی۔ نماز عشا کے فرض چارپائی پر ادا کئے۔ اور نماز فجر کے اول ہی رحلت فرماگئے۔ ایک اور لطف کی بات سُنو! اُس وقت جو شخص واسطے افسوس اور بیمار پرسی کے آتا۔ اور آکر کچھ افسوس کرتا۔ تو آپ اسکو صبر کی تعلیم دیتے اور نماز روزہ کی وصیت کرتے۔

بابو صاحب! یہ ہے گوشت خوروں کی روحانیت۔ اور یہ ہے اُن کی زندہ دلی۔ مگر افسوس کہ آپ اس کوچہ سے بالکل ناآشنا ہیں۔ آپکو کیا معلوم کہ روحانیت کیا ہوتی ہے! یونہی سنے سنائے نام لے دیا۔ کہ گوشت کھانے سے روحانیت میں فرق آجاتا ہے۔ کیا کوئی روحانی طب یا ڈاکٹری ثبوت آپ کے پاس ہے؟ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان باوجود گوشت خوری کے پانچ وقت نماز پڑھتے ہیں خدا کی یاد کرتے ہیں۔ مگر آریہ باوجود دال بھات کھانے کے سندھیا سے بھی غافل ہیں۔ میں ایک معتبر آریہ مصنف کی شہادت آپکو سُناتا ہوں۔ جس سے آپکو آریوں کی روحانیت کا اندازہ ہوجائیگا۔ غور سے سنیئے! لالہ رادھا کشن مہتہ مصنف تاریخ آریہ سماج لکھتے ہیں:۔

"سوامی دیانند کی وفات کے بعد لوگوں میں نت کرم کا خیال ہُوا۔ اس خیال کا نتیجہ یہ ہے کہ اسوقت ہزاروں آدمی سندھیا کرتے ہیں۔ لیکن اسوقت بھی آریہ سماج کے اپنے ممبران کی ایک بہت معقول تعداد ایسی ہے۔ جن سے سندھیا

Marfat.com

کرنا تو در کنار سندھیا کے منتر نہیں آتے۔ یہ ایک ایسا پہلو ہے جس کا دارک اثر لوگوں پر اور خاص اپنی ذات پر نہیں ہو سکتا" (تاریخ آریہ سماج ...)

سُنو! قرآن شریف نے روحانیت کا گُر اور مدار کار تبلایا ہے۔ جو خدا کے فضل سے مسلمانوں میں باوجود گوشت اور دیگر نعمتیں کھانے کے بھی اکثر پایا جاتا ہے غور سے سُنو! ارشاد ہے۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ

یعنی اللہ کے نیک بندے اور روحانیت رکھنے والے وہ ہیں جنکو تجارت اور دیگر امور دنیاویہ اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتے۔ بلکہ ہر وقت اُن کی دلی توجہ خدا ہی کی طرف رہتی ہے۔ چنانچہ انہی معنوں کی طرف اشارہ ہے۔

وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

یعنی مسلمانو! خدا کی طرف جُھک جاؤ اور اُسی سے لپٹ رہو۔ کسی دوسرے کیطرف خیال تک نہ کرو"

مجھے بار بار آپکے اور آریہ سماج کے سانچے ڈھلے ہوئے الفاظ سُنکر حیرانی ہوتی ہے کہ گوشت سے روحانیت میں بگاڑ آتا ہے۔ ایں چہ بوالعجبی است

پس اگر روحانیت سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنا روحانی تعلق خدائے تعالیٰ کے ساتھ سب سے بڑھکر رکھے۔ تو ایسی روحانیت کو گوشت خوری سے کوئی نقصان نہیں بلکہ اس لحاظ سے ترقی ہے کہ خدا کی نعمت ہے۔ اس کا شکر یہ ہم پر واجب ہے اور اگر روحانیت کوئی اور شے ہے تو وہ بیان کیجئے۔

آریہ کہتے ہیں۔ کہ گوشت انسان کی طبعی غذا نہیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ کہ انسان گوشت کھاتا ہے۔ تو اُسے کوئی تکلیف نہیں ہوتی بلکہ جسمانی قوت حاصل ہوتی ہے۔ اور مثل لکڑی یا مٹی کے گوشت سے کیطرح کی مضرت نہیں ہوتی۔ تو پھر یہ کیونکر صحیح ہے کہ گوشت انسان کی طبعی غذا نہیں۔ طبعی غذا وہی ہے جسکو طبیعت ہضم کرلے۔ اور اگر طبعی کے معنے کچھ اور ہیں

گوشت خوری کیلئے سب سے بڑی بھاری وجہ اور قوی مانع۔ (بقول آریہ سماج) ذبح حیوانات ہے جس کا جواب مضمون منقولہ اخبار اہل حدیث مندرجہ ملا سے ملسکتا ہے۔
سماجیو! سائنس والو! قدرتی سائنس سے کام لو!

آریہ نمبر ۲۴ قرآن کی تسلیم ہے کہ بیت اللہ یعنی خانہ کعبہ میں جو حرمت کی جگہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ خون مت گراؤ۔ کیا خدا کا گھر عرب کے ایک کونے کی چاردیواری تک ہی محدود ہے اور باقی تمام دنیا شیطان کا گھر ہے؟ کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ کہ اس گھر میں تو خون بہانا منع کیا جاوے اور دوسری جگہوں پر جائز سمجھا جاوے اس سے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ خدا محدود یا لمکان ہے اور عرب کے ایک گوشہ میں اپنا گھر رکھتا ہے۔

ایضاً قرآن کی تعلیم ہے کہ احرام کے دنوں میں شکار کھیلنا اور کسی جانور کا مارنا حرام ہے۔ احرام سے وہ دن مراد ہیں جبکہ حاجی لوگ خدا کے گھر کی زیارت کرنے کیلئے مصمم ارادہ کرتے ہیں۔ مگر کیا محض عربی مہینے کی خاص تاریخ مقرر ہو سکتی ہے؟ جبکہ انسان کو بالکل بے ایذا ہو جانا چاہیئے۔ اگر ہاں تو ماننا پڑے گا کہ خدا بھی فصلی بٹیروں کی طرح ایک خاص موقع پر اپنے گھر میں حاضر ہو جاتا ہے۔ اور باقی دن غائب رہتا ہے۔ مگر ایسا نہیں خدا ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہے جو پکا حاجی ہے وہ ہمیشہ ہی بے ایذا زندگی بسر کرتا ہے اور کبھی بھی جانوروں کا خون گرا کر زمین کو ناپاک نہیں کرتا۔ اور کبھی بھی کسی معصوم جانور کا گلا کاٹ کر اپنے اندر سے دیا کے بھاؤ کو جڑ سے حرم کا مول لینے کی جڑ ہے۔ نقصان نہیں پہونچاتا۔ وہ ہمیشہ ہی احرام میں رہتا ہے اور اسی لئے ایک عربی حاجی سے بڑھکر جس کا احرام چند دنوں کے لئے ہی ہوتا ہے۔ زیادہ عزت کا مستحق ہوتا ہے۔

مسلمان نمبر ۲۴ ؎ تو آشنائے طریقت نہ خطا اینجاست
اللہ کا سکونتی گھر تو نہیں۔ ان معنے سے تو وہ لامکان ہے

سنو! قرآن شریف بتلاتا ہے۔

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ

یعنی نہ خدا کسی چیز کی مانند۔ نہ کوئی چیز خدا کی مانند ہے۔ وہ کسی جگہ اور کسی مکان سکونت کیا کرتا۔ البتہ اُس کی عبادت کیلئے مکان ہوتے ہیں۔ جنکو مجازاً بیت اللہ کہا جاتا ہے جس کے معنے ہیں مَعْبَدُ اللّٰہ یعنی اُس کی عبادت کی جگہ ہاں وید کہتا ہے۔

"جس ملک میں دہرم کی ترقی ہوتی ہے وہ پرمیشور کا وطن مالوف ہوتا ہے"

(یجر وید ادہیائے ۔ منتر۱)

پس وید ہی سے پوچھنا چاہیئے کہ آجکل تو دہرم کی ترقی جیسی کچھ ہے ظاہر ہے کہ دنیا میں یا تو قرآن شریف کا جھنڈا الہلہا رہا ہے۔ یا انجیل کی منادی ہو رہی ہے رہا ہندوستان اس میں بھی برابر کا حصہ دار قرآن شریف ہے۔ رہے ہندو۔ سو وہ بقول آریہ سماج اس قابل ہی نہیں کہ انکو ویدک مت کے تابعداروں میں شمار کیا جائے۔ بلکہ وہ بُت پرستی کرنے سے اُلٹے ویدوں کو بدنام کرتے ہیں۔ آخر نوبت با آریہ رسید۔ سو ان میں ایک آریہ تو بوجہ گوشت خوری کے ہمارے بابو صاحب کے نزدیک اس قابل ہی نہیں۔ کہ ان کو آریہ بھائی یا دیانندی کہا جائے پس بات ٹھیری تو ان مٹھی بھر آریوں پر جنکو گھاس پارٹی یا سبزی خور کہتے۔ آج سے پہلے ۵۰ سال کی تاریخ پر نظر ڈالیں۔ تو دنیا بھر میں کوئی شخص بھی دہرمی نہ ملے گا۔ پھر کیا شبہ ہے۔ کہ پرمیشور وطن مالوف سے نکل کر مارا سرگردان دربدر مارا پھرتا ہوگا۔ آہ ؎

فراقِ خلد سے گندم ہے سینہ چاک ابتک   خدا کرے نہ وطن سے کسی کو ہو دوری

پس قرآن کی تعلیم کے مطابق تو ہر مسجد بیت اللہ یعنی معبد اللہ ہے مگر وید کا محاورہ شاید کچھ اور ہو۔ اسکو آپ جانیں۔

خون بہانے سے مراد شکار کھیلنا ہے۔ چنانچہ آپ نے

ہے پس آیت کے معنے یہ ہیں کہ احرام کی حالت میں چونکہ تم مسلمان ایسے ہوتے ہو جیسے نماز کے اندر۔ اس لئے شکار وغیرہ دنیاوی کاروبار سے الگ رہا کرو۔ اسی بنا اپنی عورتوں کے نزدیک جانا بھی منع کردیا۔ پس ان معنے سے دوسری جگہ بھی وہی حکم ہے۔ جو کہ اس آیت میں ہے۔ کہ نماز پڑھتے ہوئے دنیا کا کوئی کام جائز نہیں شکار ہو یا کچھ اور کہیے ! اب بھی سمجھے یا کسر ہے ؟

بے شک خدا حاضر و ناظر ہے۔ قرآن شریف بتلاتا ہے۔

مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَىٰ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا

یعنی جہاں کہیں تین اشخاص مل کر بیٹھے ہوں۔ اُن میں چوتھا خدا ہوتا ہے اور جہاں وہ پانچ ہوتے ہیں۔ چھٹا خدا ہوتا ہے۔ اس سے کم ہوں یا زیادہ بہر حال وہ اُن کے ساتھ ہے کہیں بھی ہوں

ان معنے کا کوئی وید منتر لائیے پھر بولیئے۔

آپ کو حیوانات پر بار بار بہت رحم آتا ہے۔ سچ پوچھو تو ہم بھی آپ کے اس رحم میں شریک حال ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ قدرت کا مقابلہ کرنا حلوے کا خیر نہیں۔

قدرت نے جب اُن کو ہمارے خدمتگار اور مشغول بنایا ہے۔ پس جس طرح اور جس کام کے لئے ہم اُن کو چاہیں۔ استعمال میں لاسکتے ہیں۔ اگر آپ یا آپکے سوامی جی ایسے رحمدل ہیں۔ تو بلا سے۔ کبھی تو ایسا کیا ہوتا کہ دس کوس سواری پر چل کر ایک دو کوس اُسے بھی اپنی پیٹھ پر اٹھا لیتے۔ تاکہ آپکی رحمدلی اور نیک نیتی کا ثبوت ملتا جتک نہیں کیا تو آئندہ ہی سہی۔ لیکن یاد رہے کہ قانون قدرت اور نیچرل رول کا توڑنا آپکی اور میری طاقت سے باہر ہے نمبر ۳۳ ملاحظہ ہو۔

نمبر ۴۸-۴۹-۵۰-۵۱	قرآن کی تعلیم ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کا خدا نے بڑا بھاری سانپ بنا دیا۔ جسکو دیکھکر فرعون

Marfat.com

جو ایک منکر از خدا بادشاہ تھا۔ ڈر گیا۔ اس نے سمجھا کہ موسیٰ بڑا جادوگر ہے تمام جادوگروں کو حاضر ہونیکا حکم دیا۔ جادوگروں نے لاٹھیوں اور رسیوں کے سانپ بنا دیئے موسیٰ بھی تماشا دیکھ کر ڈر گیا۔ خدا نے اسی وقت فرشتہ بھیجا کہ مت ڈر تو جیت جائیگا اپنی لاٹھی زمین پر پھینک دے۔ پس موسیٰ نے حسب الارشاد خداوند قرآن اپنا ڈنڈا زمین پر دے مارا پس فَاِذَا ھِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ دیکھتے ہی دیکھتے وہ ایک بھاری اژدہا بن گیا اور فَاِذَا ھِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِکُوْنَ جادوگروں کے ڈنڈوں اور رسیوں سے بنائے ہوئے تمام ہی سانپوں کو کھا گیا۔

۴۹۔ موسیٰ نے مذکورہ بالا لاٹھی مار کر سمندر کو پھاڑ دیا۔ اور اس میں سے بارہ راستے بن گئے موسیٰ کا سارا لشکر ان میں سے گذر گیا۔ اور جب فرعون کا لشکر گذرنے لگا۔ تو سمندر مل گیا اور سارے ڈوب گئے۔ اور موسیٰ مع بنی اسرائیل کے بچ نکلے۔ واہ کیا عجب لاٹھی تھی۔

۵۰۔ جب بنی اسرائیل گمراہ ہو گئے اور خدا کی باتوں کو بھول گئے۔ تو خدا نے پہاڑ اوٹھا لیا اور ان سے کہا کہ یا تو میری بات کو مان لو۔ ورنہ ابھی پہاڑ تمہارے سر پر گراتا ہے۔

مسلمان نمبر ۴۴ تا ۵۰ ان نمبروں کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ معجزات انبیاء علیہم السلام صحیح نہیں۔ مگر ہم اصول موضوعہ نمبر ۲ میں بتا آئے ہیں۔ کہ کوئی کام قدرت کا خلاف قانون نہیں قیامت جو خلاف بھی قانون سے پڑنے ہے تو وہ بھی نیچرل رول سے ہے۔ یہ ضرور نہیں کہ ان قوانین کا احاطہ اور علم ہمکو بھی ہو۔ پس لاٹھی سے سانپ بن جانا۔ اور پھر اسی طرح لاٹھی کی لاٹھی ہو جانا یا پہاڑ کا سروں پر آ جانا ایسا ہی ہے جیسا کہ اپنے اپنے وقت پر جوان جوان آدمیوں کا زمین سے نکل پڑنا (دیکھو ستیارتھ پرکاش ص۲۲۳ باب ۸ فقرہ ۲۲)

اصول موضوعہ مذکورہ میں ہم بتلا آئے ہیں کہ لکھنؤ کے عجائب خانہ میں آجکل بھی بکری کا ایک بچہ ایسا موجود ہے جسکی ایک ہی آنکھ ہے۔ وہ بھی سامنے پیشانی پر تو کیا یہ خلاف قانون قدرت ہے؟ نہیں سائنس کیلئے بھی کوئی قانون [illegible]

ہیں اطلاع نہ تھی۔ اور اب بھی بجز اس لونڈے کے کوئی خبر نہیں کہ کیونکر ایسا ہو سکتا ہے۔
ٹھیک اسیطرح معجزہ کو نبوت کے ساتھ ایک ایسا مجہول الکیف تعلق ہوتا ہے جس کا
بیان انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ نبوّت ایک ایسا مرتبہ ہے جس کا روحانی
طور سے خدا کے ساتھ ایک گہرا تعلق ہوتا ہے۔ معنوی طور پر نبوّت کے تمام کام خدا کے
ہاتھ سے انجام پذیر ہوتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

مَا کَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ (پ۲۴ مومن)

یعنی کسی رسول میں یہ طاقت نہیں کہ کوئی معجزہ یا نشان دکھلا سکے۔ مگر خدا کے حکم
سے یعنی اُس کے قانون سے جب معجزہ کا وقت اور روحانی اسباب جو اُس کیلئے
مقرر ہیں۔ مہیا ہوتے ہیں۔ تو وہ بھی ہو جاتا ہے۔ لاٹھی کا سانپ ہو یا مردہ کا جلانا
ہو۔ معراج ہو یا پہاڑ کا بلند کرنا ہو۔ دریا کا پھاڑنا ہو یا چاند چیرنا۔ ہوا کا چلانا ہو۔ یا
اونٹنی کا نکالنا۔ مسیح کا آسمان پر جانا ہو۔ یا مردوں کو زندہ کرنا۔ چونکہ یہ سب کام قدرت
اللہ کے ماتحت ہیں۔ اس واسطے اُن کیلئے کوئی قانون بھی ہے۔

پس الہٰی قدرتی مقدورات کو خدائے تعالیٰ ان کے روحانی اسباب کے جمع
ہونے کے وقت اظہار کرا دیتا ہے۔ چونکہ بسا اوقات روحانی سلسلہ جسمانی سلسلہ پر
مؤثر ہوتا ہے (دیکھو اصول موضوعہ نمبر ۱۲) اس لئے انبیاء کے روحانی کمالات
سے جسمانی اشیاء بحکم الٰہی متاثر ہو کر اور ہی رنگ دکھاتی ہیں۔ رہا یہ سوال کہ اس سے
تو لازم آیا کہ یہ سب کام قدرتی ہیں۔ تو پیغمبروں کو ان سے کیا تعلق؟ ان کی
نبوّت کا اُن سے کیا ثبوت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک یہ سب کام قدرتی ہیں
اور قدرت ہی کے حکم سے صادر ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک آدمی کا کام نہیں کہ ایسے
کام دکھلا سکے۔ مگر چونکہ اُن کے روحانی اسباب کے سلسلہ میں نبی اور رسول کا وجود
یا دعا بھی بطور جزو کے شامل۔ اسی لحاظ سے وہ معجزہ نبی کی نبوّت کا ثبوت
دیتا ہے۔

بابو صاحب اس تقریر کو کافی نہ جانیں تو پہلے بتلا دیں کہ پرنالے کے آنے کا

کیا قانون ہے۔ اور پھر بعد پرلے کے سینکڑوں جوان جوان آدمیوں کے پیدا کرنے کا کیا قانون ہے۔ بھلا کوئی دہریہ یا جینی اسی اصول پر پرلے کا انکار کرے کہ یہ خلاف قانون ہے تو بابو صاحب یا کوئی روشن دماغ آریہ کیا جواب دیگا۔ وہ اپنے چوتھے اصول کو یاد کر کے جواب دیجئیگا۔

پس مختصر یہ ہے کہ معجزات کا ظہور بھی قانون قدرت سے ہے۔ اور ان کا ثبوت مثل اور واقعات کے دیکھنے سے ہے یا صحیح خبر کے پہنچنے سے۔ چنانچہ یہ سب کچھ پایا جاتا ہے۔

ہاں یاد آیا کہ معجزات کے ماننے والے اس وقت دنیا میں قریب قریب کل دنیا کے لوگ ہیں۔ یہودی۔ عیسائی۔ مسلمان۔ ہندو۔ بودھ وغیرہ سب کے سب اپنے بزرگوں کی نسبت معجزات مانتے ہیں۔ تو بھلا بابو صاحب! جس بات کو اتنے لوگ مانتے ہیں۔ جنکا شمار بھی احاطہ انسانی سے باہر ہو۔ اس کو جھوٹ کہنے والا کہیں خود تو جھوٹا نہیں؟ اگر اس پر ہنسی اڑاؤ۔ تو سنو! سوامی دیانند جی فرماتے ہیں:۔

جو مذہب دوسرے مذہبوں کو جن کے ہزاروں کروڑوں آدمی معتقد ہوں جھوٹا بتلاوے اور اپنے کو سچا ظاہر کرے۔ اس سے بڑھکر جھوٹا اور مذہب کون ہوسکتا ہے (ستیارتھ پرکاش باب ۲ فقرہ ۹۷ صفحہ ۹۵) (دیکھو جی کون دہرم ہے)

آریہ نمبر ۵۲-۵۳

قرآن کی تعلیم ہے کہ حضرت سلیمان ایکدن میدان میں سے گذر رہے تھے وہاں کی چیونٹیوں نے جب انکے لشکر کو آتے دیکھا۔ تو ان میں سے ایک چیونٹی بولی۔ کہ بھائیو! اپنے بلوں میں گھس جاؤ ایسا نہو سلیمان اور اس کا لشکر تمکو پاؤں کے نیچے کچل ڈالیں۔ سلیمان اس بات کو سنکر بہت ہنسا۔ اور اس نے خدا کا شکر کیا۔ کہ وہ چیونٹیوں کی بات چیت کو بھی سن سکتے تھے۔ (سورۃ نمل)

قرآن کی تعلیم ہے کہ حضرت سلیمان جانوروں کی بولی جانتے تھے چنانچہ

ہُدہُد یا چکی راہے کا جو قرآن میں تعمّہ دیا ہے۔ وہ عجیب ہے۔ ہُدہُد کی سلیمان کے ساتھ بات چیت چکی رہاہے کا ملکہ کی طرف خط لیجانا۔ اور وہاں سے جواب لانا ملکہ کا سلیمان کے پاس آنا وغیرہ وغیرہ ایک دلچسپ فسانہ اور الہامی حکائیت ہے شاید اسی لئے لوگ ہُدہُد کو سلیمان کا بیٹا کہتے ہیں۔ مگر وہ کیا آجکل اپنی سلیمانی بولی بھول گیا ہے؟ افسوس ہے کہ ایسی گپوں کے لئے جبرئیل کے پَر تھکائے جائیں۔

مسلمان نمبر ۵۳۵ ان دونوں نمبروں کا مدار بھی انکار معجزات پر ہے۔ جسکی تحقیق سابقہ نمبروں میں ہو چکی ہے۔ معلوم نہیں بابو صاحب خود بھی کسی دلیل کے ذمہ وار ہیں یا نہیں؟ جہاں دیکھو کیسا ہی باریک سے باریک مسئلہ ہو۔ الہیات کا ہو۔ یا روحانیات کا۔ معمولی تمسخر کر کے گذر جاتے ہیں۔ بلا کسی دلیل سے کام لیا کریں۔ بھلا کوئی ان سے یہ تو پوچھے۔ کہ کیا جانور اپنا مافی الضمیر اور مطلب کسی طرح ادا کر کے ایک دوسرے کو سمجھاتے ہیں یا نہیں۔ پھر اگر وہی مطلب خدا تعالیٰ بذریعہ وحی والہام کے اپنے رسول اور نبی کو بتلا دے تو کیا مشکل ہے؟ خرابی تو ساری یہ ہے کہ تم لوگ الہام کا دروازہ ہی بند کر چکے ہو۔ اور بعد اگنی وایو وغیرہ کے اُس پر ایسی مُہر سکوت لگائے بیٹھے ہو۔ کہ کسی کے توڑنے سے نہ ٹوٹے۔ اُکھاڑنے سے نہ اکھڑے جس پر آج تک کوئی معقول دلیل نہ بتلائی۔ نہ آئندہ کو اُمید۔ پس جبتک آپ لوگ اپنے اصول کو مدلل نہ کریں آپ کا حق نہ ہوگا۔ کہ ایسے الہامات اور عجوبات سے انکار کرو۔

پھر بڑے مزے کی بات ہے۔ کہ جہاں پر آپ کو قرآن شریف کے مضمون پر ناخن نہیں اڑتا۔ وہاں آپ کسی مفسر کی داستان سنا کر آریہ سماج کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ پھر اس پر یہ غضب کرتے ہیں۔ کہ ان مفسر صاحب کے کلام سے

لہ سماجی لیکچرار کہتے ہونگے واللہ

بھی اطلاع نہیں دیتے۔ بلکہ محض گپ ہانکتے ہوئے مفسرین کہہ دیتے ہیں۔ آپکو اتنا بھی معلوم نہ ہوگا۔ کہ مفسرین کے مراتب کتنے ہیں۔ اور آپکے موہومی مفسر کس پایہ کے ہیں۔ اس وسطے ہم ایسے حوالجات کو ویسا ہی سمجھتے ہیں۔ جیسے معمولی اخبار کے اڈیٹر محض اپنی ذاتی رائے کو وزنی بنانے کیلئے لکھدیا کرتے ہیں۔ کہ پبلک کی یہی رائے ہے حالانکہ پبلک کے کانوں تک بھی وہ خبر نہیں پہنچی ہوتی۔

اب ہم آپکو چیونٹیوں کے عجائبات سناتے ہیں۔ تاکہ آپکو حضرت سلیمان والی چیونٹی کے قصّے سے حیرانی اور پریشانی نہو۔

پنجاب یونیورسٹی کی اُردو کی اٹھویں کتاب میں (جو بارہا آپکے دیکھنے میں آئی ہوگی) چیونٹیوں کی بابت کئی ایک عجائبات لکھے ہیں۔ جن میں سے کسی قدر ہم یہاں بھی نقل کرتے ہیں۔

"چیونٹیاں اپنے پرائے کی شناخت بہت اچھی طرح کرتی ہیں۔ باوجودیکہ زندگی تھوڑی ہوتی ہے مگر اپنا ٹھکانا کبھی نہیں بھولتیں۔ یگانے اور بیگانے میں تمیز کرسکتی ہیں۔ اگر بھٹک کر ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو جب کبھی ملنے کا اتفاق ہوگا۔ تو فوراً ایک دوسری کو جان جائیں گی۔

انکی ایک اور بات نہایت عجیب ہے کہ مردوں کو دفن کرتی ہیں۔ اور حضرت انسان کیطرح جنازہ بھی نکالتی ہیں۔ سڈنی واقع نئوسوتھ ویلز کی ایک میم صاحبہ کا بیان ہے کہ اس کا چار برس کا بچہّ ایک مکان میں سویا ہؤا تھا۔ وہ یکایک چونک پڑا۔ اور وہ جھٹ دوڑکر اس کے پاس گئی۔ کیا دیکھتی ہے کہ بچہ چلا رہا ہے اور اس کے جسم پر چیونٹیوں کا ایک جتھا جما ہوا تھا۔ اُسے یقین ہوگیا کہ بچہ کو چیونٹیوں نے کاٹ کھایا۔ اس نے بیس کے قریب تو مار ڈالیں اور باقی آزار مردہ چیونٹیوں کو دور ہٹا دیں۔ پھر وہ بچےّ کو گود میں لے کر ہنلانے لگی۔ چونکہ اُسے شوق تھا کہ ان کا کچھ حال معلوم کرے۔ واپس آکر کیا دیکھتی ہے کہ کچھ چیونٹیاں اپنے اپنے ٹھکانے کی طرف جا رہی ہیں۔ ... کے

پیچھے پیچھے ہولی وہ اپنے خانوں میں گئیں۔ چار پانچ کے قریب ہونگی جو اپنے گھروں سے لوٹ کر کچھ دور چلکر ٹھیر گئیں۔ کہ اور آلیں تو ملکر چلیں تھوڑی دیر بعد اپنے گھروں سے بہت سی چیونٹیاں آکر اکٹھی ہوئیں۔ اور سب چلکر لاشوں کے پاس آئیں اور یہ انتظام کیا کہ دو چیونٹیوں نے ایک لاش کو اٹھایا اور دو انکے پیچھے ہولیں اسی طرح سب کیواسطے اہتمام کیا گیا۔ اور باقی دو سو کے قریب ہونگی جو سب کے پیچھے ماتم کرتی ہوئیں چلیں۔ اسی ترتیب سے چلکر وہ سب کی سب ایک چھوٹے ٹیلے پر پہونچیں راستے میں اگر کوئی جوڑی تھک جاتی تھی تو پچھلی جوڑی اسکو سبکدوش کرتی تھی وہاں دو سو میں سے آدمیوں نے کچھ گڑھے سے کھودے۔ اور لاشوں کو انہیں ڈالدیا۔ اور باقی آدمیوں نے اُن کے اوپر مٹی ڈالکر ڈھانک دیا۔ چھ کے قریب ایسی رہگئیں جنہوں نے اس کام میں کچھ امداد نہ دی۔ اس لئے انہیں قتل کیا گیا۔ اور ان کے پہلو ہی میں دفن کیگئیں۔ جب فارغ ہوئیں تو سب کی سب مقتل پر آئیں۔ اور ذرا سا ٹھیر کر ہر ایک نے اپنے اپنے گھر کی راہ لی میم صاحبہ لکھتی ہیں۔ کہ یہ تماشا ہم نے اپنی آنکھ سے کئی مرتبہ دیکھا ہے (اردو کی آٹھویں کتاب) بتلائیے! یہ کرشمہ قدرت حضرت سلیمان علیہ السّلام کے قصّے سے عجیب تر ہے یا نہیں اس عبارت اور نیز روزانہ مشاہدہ قدرت سے تجربہ شاہد ہے کہ چیونٹیا اپنا مافی الضمیر ایکدوسری پر ظاہر کرتی ہیں اور انکو اپنی مضرات اور دشمنوں کا علم بھی ہوتا ہے علاوہ اس کے ممکن ہے کہ کئی ایک قسم کی اور بھی حسیں ان میں ہوں۔ پس ایسی حس سے چیونٹیوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی فوج کا آنا معلوم کیا اور الکی رئیسہ نے اپنی ماتحت چیونٹیوں کو یہ مضمون سمجھایا ہو، جسکا ذکر قرآن شریف میں ہے جسکی خداتعالیٰ نے حضرت سلیمان کو بذریعہ کشف اور الہام کے اطلاع کی ہو۔ تو کیا اعتراض؟ اصل اعتراض کی بنیاد تو وہی ہے جو ہم بتلا آئے ہیں۔ کہ آریہ سماج اپنی غلط گمانی سے الہام اور کشف کا منہ بندکر چکی ہے۔ اس لئے ہمیشہ ایسے واقعات پر منہ آیا کرتی ہے۔ ہُدہُد کا جواب بھی یہی ہے۔ اُس کے ہم جنس جانور کبوتر اب بھی خط لیجاتے ہیں۔

Marfat.com

آریہ نمبر ۵۴ قرآن کی تعلیم ہے کہ ہوا سلیمان کے حکم سے چلتی تھی اور اُن کے تخت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہونچا دیتی تھی۔ (ص۔۳۶)

مسلمان نمبر ۵۴ اس نمبر کی صداقت تو آج یورپی جنگ میں بخوبی ہو چکی ہے۔ کہ ہوائی جہازوں نے کیا کیا کام کئے ہیں اور کیسے تیز چلتے ہیں بس یہی ہوائی جہاز تھا جو سلیمان علیہ السّلام کے حکم سے چلتا تھا۔ ہاں یہ آپکی معمولی بے سمجھی ہے کہ حکم کے معنے ہمیشہ یہی سمجھتے ہیں۔ کہ صاف لفظوں میں ہو جا۔ چلا جا۔ یہ کر وہ کر وغیرہ کہا جائے بابو حکم کئی قسم کا ہوتا ہے ہم لوگ جو نماز روزہ کرتے ہیں اور آریہ ہون وغیرہ کرتے ہیں یہ سب گورنمنٹ انگریزی کے حکم سے کرتے ہیں کیا معنی! یہ کہ گورنمنٹ نے ایسا قانون بنایا ہے کہ اُسکے رو سے ہم اسکے کرنے کے مجاز ہیں۔ یہ نہیں کہ گورنمنٹ نے آریوں یا مسلمانوں کے نام کوئی سرکلر حکم بھیجا ہے۔ کہ تم لوگ ایسا کیا کرو۔ بس کسی چیز کو باقاعدہ استعمال کرنا یہی اُس کا حکم ہے جیسا کہ ڈرائیور کے حکم سے انجن چلتا ہے۔ اس حکم کیلئے محکوم کا حکم کو سُننا بھی ایسا ہی ہے کہ وہ اس قاعدے کے مطابق عمل پذیر ہو۔ یہ نہیں کہ کان سے سنتا ہو۔ غرض ہر ایک محکوم کیلئے حکم بھی الگ الگ ہے (دیکھو اصول موضوعہ نمبر ۱۴) طبع اوّل ترک کے بعد ہوائی جہازوں کا سلسلہ اس حد تک ترقی کر گیا ہے کہ اسکو تخت سلیمانی سے تشبیہ دیں۔ تو جائز ہے دیکھئے خدا کی تعلیم سے تسخیر ہوا کیسی ہو رہی ہے۔ للّٰہ الحمد۔

آریہ نمبر ۵۵ قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا کی وحی محض پیغمبروں کے پاس ہی نہیں آتی بلکہ شہد کی مکھیوں کے پاس آتی ہے چنانچہ مکھیوں کا شہد جمع کرنا اور گھر بنانا اس وحی کے مطابق ہے کہ جس وحی کے مطابق قرآن ہے۔ اس لحاظ سے تو پھر چڑیوں۔ ابابیلوں۔ کوّوں۔ کبوتروں کے گھونسلے بھی خدا کی وحی کے ذریعے سے ہی بنتے ہیں۔ مگر جبرائیل کس کس کے پاس پہنچتا رہیگا۔ راج اور دیگر کاریگر بھی تو پھر خدا کی وحی کے مطابق ہی کام کرتے ہونگے۔ مگر جبرائیل کی شکل وہ کیوں نہیں دیکھ سکتے۔ اور

الہام کا دم بھرتے؟ اس لئے کہ عقلمند ہیں (نحل ۶۸)

مسلمان نمبر ۵ "کیا متمرداد رجاہل اور عقل کا دشمن ہے وہ شخص جو خلاف منشاء متکلم کلام کے معنے کرتا ہے" (ستیارتھ مٹ)

بے شک جو کام دنیا میں ہورہا ہے خدا کی وحی سے ہو رہا ہے۔ سنیئے خدا فرماتا ہے:۔

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا

"یعنی خدا نے ہر ایک نفس کو برُے بھلے کی سوجھ دے رکھی ہے"

مگر یہ آپکی کیسی معمولی بے سمجھی یا بُری صحبت کا اثر ہے کہ آپ انبیاء کی وحی اور دیگر حیوانات کی وحی میں فرق نہیں جانتے۔ بلا سے نہ جانیں مگر قرآن شریف کا مطلب بگاڑ کر سوامی دیانند کے فتویٰ (مندرجہ دیباچہ ستیارتھ پرکاش مٹ) سے متمرد اور ضدی وغیرہ کیوں بنتے ہیں؟

سنیئے! وحی دو قسم پر ہے خاص اور عام پھر خاص سے ایک قسم اخص ہے عام وحی سے تو وہ مراد ہے۔ جو ہر ایک انسان بلکہ ہر ایک جاندار کو بھی ہوتی ہے انہی معنے سے شہد کی مکھی کو بھی وحی ہوتی ہے۔ یعنی خدا نے اُس کے کام کا ڈھب اسکی طبیعت میں ڈال رکھا ہے۔

خاص وحی یا الہام وہ ہے جو نیک بندوں کو نیک خیالات اور بذریعہ کشف یا خواب کے سجھائے جاتے ہیں۔ انہی معنوں سے حواریوں کی وحی ہے جس کی بابت قرآن شریف میں ہے۔

اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيِّيْنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ

"یعنی میں (خدا) نے حواریوں کی طرف وحی کی تھی۔ کہ تم مجھ پر اور میرے رسول (عیسیٰ) پر ایمان لاؤ"

تیسری قسم کی وحی اخص ہے جو نبیوں سے مخصوص ہے۔ وہ ایک روحانی ملاپ ہے جو ملاء اعلیٰ یعنی ملائکہ مجردات سے انکی روحوں کو ایک قسم کا مجہول الکیف تعلق ہے۔ اسی تعلق کی وجہ سے خدا کی طرف سے اُن پر الہامات ہوتے ہیں وہ الہامات

Marfat.com

امور طبیعہ کی قسم سے نہیں ہوتے۔ بلکہ امور اختیاریہ اور احکام شرعیہ کی قسم سے ہوتے ہیں۔ حضرات انبیاء علیہم السلام اسی قسم کی وحی کے مدعی ہوتے تھے اور انہی معنی کی طرف اشارہ ہے۔ سنو! قرآن شریف بتلاتا ہے:۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ (بقرہ)

بعض نادان یہودی جو جبرئیل فرشتے سے کشیدہ خاطر رہتے تھے۔ اُن کے حق میں خدا نے فرمایا "جو کوئی جبرئیل سے دشمنی رکھتا ہے (وہ سخت غلطی میں ہے) کیونکہ اس (جبرئیل) نے تیرے دل پر قرآن شریف اُتارا ہے"

کفار عرب اپنے حق میں اسی قسم کی وحی کے خواستگار ہوتے تھے۔ کہ ہم پر کیوں نازل نہیں ہوتی جس کا جواب ان کو ملا تھا

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ

"یعنی خدا ایسی وحی کے محل اور مستحق کو خوب جانتا ہے۔ ایسی وحی ہر کس و ناکس کو نہیں ملتی ؎

کلاہِ خسروی و تاجِ شاہی		بہر کَل کے رسد حاشا و کلّا

پس کہئے! وحی کی جملہ اقسام کو ایک ہی قسم میں منحصر کرنا متکلم کے منشاء کے خلاف ہے یا نہیں؟ پھر بتلایئے ضدی اور متمرد کون ہوتے ہیں۔ بہت ٹھیک!

ع		وہ الزام ہمکو دیتا تھا۔ قصور اپنا نکل آیا

آریہ نمبر ۵۶ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ ابابیلوں نے کنکریاں مار کر ہاتھیوں اور آدمیوں کو کھلیان کر دیا اور تمام فوج کو غارت کر دیا۔ بیشک اگر گپ کچھ بھی وزن دار نہ ہو۔ تو وہ معجزہ نہیں سمجھی جا سکتی کجا ہاتھی اور کجا ابابیل ایک کرم خور جانور؟

مسلمان نمبر ۵۶ قربان ایسی سمجھ پر! بابو صاحب کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ابابیل سے مراد وہ جانور لیتے ہیں۔ جنکو ہندوستان میں ابابیل کہتے ہیں۔ کیوں نہو۔ آخر پنجابی اور پنجابیوں کی نسل سے ہی ہیں

زبان کیونکر بھولیں؟ مگر اتنی گذارش ہے کہ پنجابی میں منتر بھی تو کسی ایسے ویسے کلام ہی کو کہتے ہیں۔ جو عموماً ٹھگ مداری اڑنگ بڑنگ توتی تڑنگ کہا کرتے ہیں۔ تو کیا وید منتر بھی یہی ہے؟ نہیں بلکہ وہ پاکیزہ کلام ہے سنیئے! ہم آپکی غلطی رفع کرنے کو بتلاتے ہیں۔ ورنہ ہم پر ضرور نہ تھا کہ آپ عربی الفاظ کے معنے بھی بتلاویں۔ ابابیل کے معنے گروہ کثیر کے ہیں۔ پس آیت کے معنے یہ ہیں۔ کہ خدا نے بہت سے جانور بھیجے۔ جو اپنی چونچوں میں خدا کے حکم سے فوج پر کنکریاں مارتے تھے۔ وہ کنکریاں اُن کو ایسی لگتی تھیں۔ جیسے بندوق کی گولی۔ خدا کی قدرت اور اصول موضوعہ نمبر۲ کو ملحوظ رکھکر اس پر کوئی سوال نہیں۔

اور اگر اور معنے بھی سُننے چاہو تو ہم آپکو سُناویں۔ طیر کا اطلاق تیز اور پھرتیلی فوج پر بھی آتا ہے۔ جیسا کہ ایک شاعر کا قول ہے ؎

این المفرلمن عاداہ من یدہٖ
والوحش والطیراتباع النسارہٖ

یعنی میرے ممدوح سے دشمن کو کہاں پناہ ملسکتی ہے۔ وحشی اور طیر یعنی پھرتیلی فوج اُسکے ساتھ چلتی ہے پس آیت کے معنے یہ ہوئے کہ "جو لوگ کعبہ کو گرانے کی نیت سے آئے تھے۔ عربوں کی ایک پھرتیلی اور تیز رو فوج جو گروہ کثیر تھی آ پہونچی۔ جنہوں نے ان کو گوپیوں کے ذریعے سے پتھر مار مار کر تباہ کر دیا" اگر یہ معنے آپ کو پسند ہوں تو یہی قبول کیجئے۔

رہا یہ سوال کہ خدا نے فوج کہاں سے بھیجی۔ اس کا جواب اصول موضوعہ نمبر۱ میں دیکھئے مفسرین کے اقوال پہلے کسی معتبر تفسیر میں باسند دکھایئے پھر اُن کا جواب پوچھیئے!

آریہ نمبر ۵۷

قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا نے منکر از خدا لوگوں کو معتقد بخدا بنانے کیلئے ایک خاص اونٹنی پیدا کی نادان لوگ تو یہاں تک گپ اڑاتے ہیں۔ کہ وہ اونٹنی ایک پتھر میں سے پیدا ہوئی

اور پیدا ہونے کے ساتھ ہی اُس نے بچہ بھی دے دیا۔ پھر کافروں نے اُس اونٹنی کو مار ڈالا۔ اور اُن پر عذاب نازل ہوا" (اسرائیل ۵۹)

مسلمان نمبر ۵۷

بابو صاحب! آپ جیسے گریجویٹ کو ایسی باتیں زیبا نہ تھیں۔ کہ سنی سنائی باتوں پر کان دھرتے۔ قرآن شریف میں اتنا ہے۔ کہ حضرت صالح پیغمبر کو اونٹنی کی نشانی دی گئی لیکن کیونکر دی گئی؟ اس کی دعا سے کسی ایسی اونٹنی سے بچہ پیدا ہوا جس سے نہ ہوا تھا۔ یا کوئی اور بات تھی۔ جس سے پیغمبر کی صلاحیت اور اسکی نبوت کا ثبوت ہوتا ہو۔ پتھر سے نکلنا قرآن میں مذکور نہیں۔ جو کہے اُس سے ثبوت مانگو ہمارے بیان کی تصدیق تفسیر کبیر سے بھی ہو سکتی ہے۔

آریہ نمبر ۵۸

قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا نے بنی اسرائیل کو انکی گستاخی کے سبب بجلی سے ہلاک کر دیا۔ مفسر صاحبان کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ صاحب اس بات کو دیکھ کر رو پڑے کہ لوگ مجھے کیا کہینگے۔ چنانچہ خدا نے اُن سب کو از سر نو زندہ کر دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی نے دوسری باتوں کی طرح گپ ہانک دی تھی۔ ورنہ بجلی کے ساتھ ہلاک ہو جانا اور پھر زندہ ہو جانا چہ معنی دارد؟ (بقرہ۔ ۵۴)

مسلمان نمبر ۵۸

پہلے یہ بات تحقیق ہو چکی ہے اور اصول موضوعہ نمبر ۲ سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ کوئی واقعہ قانون قدرت مجریہ کے خلاف بھی ہو تو وہ بھی کسی نہ کسی قانون ہی میں ہوگا۔ پس ایسے خلاف عادات امور جو آپ لوگوں کی نگاہ میں خلاف قانون قدرت معلوم ہوتے ہیں۔ دراصل نہیں ورنہ ماننا پڑیگا کہ پرلے اور پرلے کے بعد دنیا کی ساری آبادی بعد جوان جوان آدمیوں کا پیدا ہونا بھی خلاف قانون ہے۔ جو آریہ سماج کا مذہبی بنیادی پتھر ہے۔

آریہ نمبر ۵۹

قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ جب بنی اسرائیل مصر سے …

Marfat.com

مرنے لگے۔ تو خدا نے اُن پر منّ اور سلویٰ آسمان سے نازل کیا۔ مفسّر صاحبان تحریر فرماتے ہیں۔ کہ سلویٰ ایک قسم کی چڑیاں ہوتی ہیں۔ جو گھاس پر آکر بیٹھتیں اور چہچہے کرنے کے بعد خود بخود بھنکر نیچے گر پڑتیں۔ ان میں نہ رگ ہوتی نہ خون نہ ہڈی" (بقرہ ۔ ۵۶)

مسلمان نمبر ۵۹ مفسرین کے قول پیش کرنا۔ تو آپ کی عادت ہے۔ جہاں قرآن شریف پر کوئی اعتراض نہو۔ وہاں مفسرین کے نام کی مالا جپا کرتے ہیں۔ پھر ایسی کہ نام تک نہیں بتلاتے۔ پس ایسے بے سند مفسرین کی جہاں آپ سے ملاقات ہو۔ اُن سے پوچھئے! قرآن شریف کے معنے تو صاف ہیں۔ کہ جبتک بنی اسرائیل میدان میں رہے۔ جانوروں کے شکار سے خدا نے انکی پرورش کی۔ کیسے جانور تھے؟ جیسے ہمارے ہاں جلیب اور بے دانہ کے موسم میں رظیر آیا کرتے ہیں۔ کون بھیجتا ہے؟ اس کے جواب کیلئے اصول موضوعہ نمبر ا دیکھو جھوٹ بولکر ناواقفوں کو راضی کرنا۔ کہو جی کون دہرم ہے؟

آریہ نمبر ۶۰ قرآن کی تعلیم ہے کہ بنی اسرائیل کو دھوپ نے ستایا تو خدا نے اُن پر بادل بھیجدیا۔ اور وہ بطور سائبان کام دینے لگا۔ بعض لوگ یہانتک گستاخی کرتے ہیں کہ وہ بادل بنی اسرائیل کے ساتھ ساتھ سروں پر چلا کرتا تھا۔ اور سایہ رکھتا تھا۔ کیا خوب! میں اسکو تسلیم نہیں کرسکتا" (بقرہ ۔ ۵۶)

مسلمان نمبر ۶۰ بعض لوگوں کے جواب تو بعض سے پوچھئے! ایسے بعض تو آپکو وید میں مورتی پوجا بھی دکھا دینگے۔ اور کئی ایک نیوگ کی تعلیم بھی سکھا دینگے۔ تو کیا قرآن شریف ان سب خرابیوں کا ذمہ دار ہوگا؟ سنیئے قرآن کریم میں لفظ ہے

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ (بقرہ)

جس کا مطلب ہے کہ خدا نے تم پر موسم گرما میں بادلوں کا سایہ کیا۔ کیوں کیا؟

جس مطلب کیلئے ہم پر کیا اور کرتا ہے ۔اور کریگا۔ کبھی بارش کی غرض سے کبھی آرام کیو سے غرض یہ کہ بنی اسرائیل کو خدا تعالیٰ اپنی مہربانیاں جتلاتا ہے ۔ کہیئے کیا اعتراض؟

آریہ نمبر ۶۱ قرآن کی تعلیم ہے ۔ کہ خدا نے بنی اسرائیل کو کہا کہ گائے ذبح کرو ۔ لوگ بڑے چکرائے ۔ موسیٰ کہنے لگے کہ تم ہمارے ساتھ مسخری کرتے ہو۔ ان کے چکرانے کی یہ وجہ تھی کہ ان میں سے ایک شخص کو کسی نے قتل کر دیا تھا۔ مقتول کا قاتل نہیں ملتا تھا۔ اس لئے خدا نے حکم دیا کہ گائے ذبح کر کے اس کا ایک ٹکڑا ایک مقتول کے مارو مقتول زندہ ہو جائیگا۔ اور خود ہی اپنے قاتل کا نام بتا دیگا۔ چنانچہ خدا کے ساتھ بہت سی ردّو بدل کے بعد گائے کے رنگ عمر۔ قد کا فیصلہ ہوا۔ اور گائے ذبح کیگئی مفسر صاحبان اس بات کو نورعلیٰ نور کرنیکے لئے لکھتے ہیں ۔ کہ گائے کی دم لیکر مقتول کے ماری گئی ۔ مقتول فوراً زندہ ہوگیا اور قاتلوں کا نام بتا کر پھر اُسی وقت مرگیا۔ دیکھئے گائے کے دم میں مُردے کو زندہ کرنے کی طاقت ہے" (بقرہ۔ ۶۶۔ ۷۲)

مسلمان نمبر ۶۱ اصل مسئلہ کی تحقیق تو پہلے ہو چکی ہے ۔ کہ جو کام انبیاء علیہم السلام کے ذریعے سے ہوتے ہیں ۔ اُن کا ہونا قانون قدرت کے خلاف نہیں بلکہ اُن کے لئے بھی کوئی قانون ہے ۔ جکو نبوت سے ایک مجہول الکیف تعلق ہے ۔ باقی مفسروں کی بات کا وہی جواب جو پہلے دے آئے ہیں کہ پہلے ان کا نام بتلاؤ ۔ پھر اُن کی سند لاؤ ۔ جنکی بنا پر انہوں نے یہ کہا ۔ پھر اس کا جواب لو ۔ بیشک حضرت موسیٰ کے معجزے سے قانون قدرت کے ماتحت مردہ زندہ ہوا ۔ گائے کے ذبح سے آپ گھبرائے ہیں ۔ اس لئے ذبح کرائی تھی ۔ کہ بنی اسرائیل اسکی پرستش اور عبادت میں پھنسے ہوئے تھے ۔ چنانچہ آپ نے بھی نمبر ۶۳ میں یہ امر تسلیم کیا ہے ۔ یہ حکم مذہبی اصلاح پر مبنی تھا جسے آپ نے بغور نہیں دیکھا ۔

Marfat.com

آریہ نمبر ۶۲
قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا نے فرعون کے لوگوں پر ٹڈی مینڈک چیچڑی وغیرہ کا عذاب نازل کیا اور فرعونیوں کے گھروں کو طوفان میں غرق کر دیا۔ مفسر صاحبان لکھتے ہیں۔ کہ فرعون کے گھروں میں تو پانی بھر گیا۔ مگر اسرائیلیوں کے گھر باوجودیکہ نیچے تھے بالکل خشک رہے اور پھر خدا نے تمام دریائے نیل کا پانی خون کر دیا۔ جب فرعونی لوگ پیتے تو خون ہو جاتا۔ اور جب اسرائیلی پیتے۔ تب ویسے کا ویسا ہی پانی رہتا۔ میں پوچھتا ہوں کہ ایسے لغویات کی کیا ضرورت تھی؟ سچ ہے حبشیوں کے ہاتھ میں گورا آدمی جا پھنسا۔ انہوں نے دیکھا کہ یہ تو ہم سے بالکل مختلف ہے منہ پر سیاہی مل کر اپنے جیسا کر لیا۔ افسوس ہے مفسروں کی روشن دماغی پر اور تعجب ہے ایسے الہاموں پر کہ جنکو میں تسلیم کرنے سے معذور ہوں؟

(اعراف ۳-۱۳)

مسلمان نمبر ۶۲
ایسا ہی افسوس ہے ایسی سمجھ پر۔ کہ قرآن شریف پر اعتراض کرتے ہوئے مفسرین کی اوٹ لے۔ قرآن شریف میں جتنا مضمون ہے اس کا جواب تو اصول موضوعہ نمبرا ہی سے ملجاتا ہے۔ مگر آگے پیچھے نہ دیکھنے والوں کو علم کہاں؟ (دیکھو مکاصفہ ۵۲)

آریہ نمبر ۶۳
قرآن کی تعلیم ہے کہ جب موسیٰ کوہ طور پر خدا سے باتیں کرنے میں مشغول تھے۔ تو بنی اسرائیل نے ایک بچھڑے کی پرستش شروع کر دی۔ جو کہ سونے چاندی کے ڈھال کر بنایا گیا تھا اور وہ گائے کی طرح بولا کرتا تھا۔ تعجب ہے کہ دھات سے بنا ہوا بچھڑا گائے کی طرح بولے! مگر حامضون کسی قدر تو خدا نے اور کسی قدر مفسر صاحبان نے اس بات کو حل کر دیا ہے کہ جب بنی اسرائیل دریائے نیل کو عبور کر رہے تھے۔ تو حضرت جبرائیل گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے آگے آگے چلتے ایک شخص مسمی سامری نے جبرائیل کو دیکھ لیا اور ان کے گھوڑے کے سم

Marfat.com

کے نیچے کی خاک سے ایک مٹھی بھر لی۔ جب اُس نے موسیٰ کی غیر حاضری میں سونے چاندی کو ڈھال کر بچھڑا بنالیا تو اس کے منہ میں وہ مٹی ڈالی وہ بولنے لگا۔ اور اُسکی آواز سُننے کیساتھ ہی بنی اسرائیل اُس کے سامنے سجدہ میں گر پڑے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے زمانہ میں گائے کی پوجا رو تے زمین پر تھی۔ مگر خدا کی کلام میں دھات کے بچھڑے کا زندہ ہونا اور بولنا محض گپ ہے جس کو میں مطلق تسلیم نہیں کرسکتا (طٰہٰ ۸۸-۸۹)

مسلمان ۱۳ کیا ہی تحقیق ہے! کہ بات کا تبنگڑ اور رائی کا ہمالیہ بناکر دکھاتے ہیں کیوں نہو پورے محقق ہیں۔ سنیئے! قرآن شریف میں صرف اتنا مضمون ہے کہ سامری نے دل بہلانے کو ایک تماشا کیا۔ چاندی سونے کا زیور گلا کر ایک بچھڑا بنایا جو آواز دیتا تھا۔ چنانچہ ارشاد ہے لَہٗ خُوَارٌ کس طرح سے آواز آتی تھی؟ جیسے آجکل مصنوعی چڑیوں کو دبانے سے آتی ہے اسی قسم کے سوراخ اس میں رکھے تھے؛ کہ اُن میں ہوا بھرنے سے آواز آتی تھی۔ اتنی ہی آواز کو سنکر گائے پرست سجدہ کرتے تھے۔ جن کی غلطی رد کرنے اور گوسالہ کے پجاریوں کو ہدایت پر لانے کے لئے خدا نے فرمایا۔

اَفَلَا یَرَوْنَ اَلَّا یَرْجِعُ اِلَیْہِمْ قَوْلًا وَّلَا یَمْلِکُ لَہُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا (طٰہٰ ۴)

"یعنی اُن پجاریوں کو اتنی بھی سمجھ نہ تھی۔ کہ وہ۔ بچھڑا اُنکی کسی بات کا نہ تو جواب دیتا تھا نہ اُن کے نفع کا اختیار رکھتا تھا۔ نہ نقصان کا"

کہیئے اس پر کیا اعتراض ہے؟ ہاں یہ سوال کہ جبرائیل کے پاؤں کی مٹی لیکر یہ بھی قرآن شریف سے ثابت نہیں۔ قرآن شریف سے صرف اتنا ثابت ہے کہ سامری گوسالہ ساز نے کہا کہ میں نے رسول کے پاؤں سے مٹی لیکر اس میں ڈالی ہے" لیکن حقیقت میں یہ اُسکی ایک چالبازی تھی۔ دراصل بات کچھ نہ تھی۔ صرف اُسکی دل لگی اور دہوکہ بازی تھی۔ چنانچہ اُس نے خود بھی کہہ دیا کَذٰلِکَ سَوَّلَتْ لِیْ نَفْسِیْ یعنی میرے دل کو یہی بھلا معلوم ہوا۔ کہ ذرا تماشا تو دیکھوں

قرآن شریف کا کمال ہے یا نہ۔ گوسالہ پرستوں کے قصے عبرت کیلئے نقل کر کے انجام کار توحید کی تعلیم دیتا ہے۔ آپ مانیں تو آپکی خوش قسمتی کی دلیل ہے۔ آخر مانینگے [۵]

اس لئے وصل کا انکار ہے ہم جان گئے تا نہ سمجھے کوئی کیا جلد کہا مان گئے

آریہ نمبر ۶۴ قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا نے ابراہیم کو کہا۔ کہ اپنا بیٹا میرے نام پر ذبح کریں وہ ذبح کرنے لگے۔ مگر چھری نے کاٹ نہ کی۔ اور خدا نے ایک دنبہ بدست جبرائیل بہشت سے بھیجدیا اور کہا کہ اے ابراہیم تو بڑا دلیر ہے۔ اس مینڈھے کو اپنے بیٹے کے بدلے ذبح کر۔ مفسر کہتے ہیں کہ اسماعیل کی گردن تانبے کی بنگئی تھی اس لئے چھری نے کاٹ نہ کی اور دُنبہ بہشت سے لاگیا تھا" (صافات ۲-۱-۱۰۸)

مسلمان نمبر ۶۴ سچ ہے ع خوئے بدرا بہانہ ہا بسیار

جہاں پر قرآن مجید کی سیدھی سادھی حکیمانہ بے لاگ عبارت ہوتی ہے۔ وہاں پر آپ خود ساختہ مفسرین کی گود میں چلے جاتے ہیں۔ جنکا نام تک بھی نہیں لیتے۔ مفسرین کا ذکر کرنے سے آپکی غرض یہ ہوتی ہے کہ سماج کو معلوم کرائیں کہ میں نے قرآن شریف کو کہانتک سمجھا ہے۔ سنیئے اصل قصہ یوں ہے۔ اور الفاظ قرآنیہ یہ ہیں۔

قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ (صافات)

سنو! مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اپنے بیٹے سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھکو ذبح کر رہا ہوں۔ پس تو بتلا! تیری کیا مرضی ہے۔ بیٹے نے کہا جو تجھے حکم ہے وہ کر لے۔ میں انشاء اللہ صبر کرونگا۔ پس جب دونوں آمادہ ہوئے اور باپ

---

[۵] یہ پیشگوئی بھی بحمداللہ پوری ہوئی۔ دیباچہ کتاب ملاحظہ ہو۔ (ترک)

Marfat.com

نے بیٹے کو مُنہ کے بل گرایا۔ تو ہم (خدا) نے ابراہیم سے کہا۔ کہ تو نے اپنا خواب سچ کر دیا۔ ہم اسی طرح نیکوں کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ یہ بھی ایک ظاہر امتحان ہے۔ جو تو نے پاس کر لیا۔ اور ہم نے اُسے ایک بڑا ذبیحہ بدلے میں دیا۔ یعنی ہم نے کہا۔ کہ تم ایک دُنبہ ذبح کر دو"

اس آیت میں حضرت ابراہیم کے ایک خواب کا قصہ مذکور ہے۔ کہ اُنہوں نے خواب میں بیٹے کو ذبح کرتے دیکھکر اس کام پر آمادگی ظاہر کی۔ تو خدا نے اُن کو اس کام سے روک دیا اور فرمایا قربانی کرنی ہو۔ تو ذبیحہ کرد۔ رہا یہ سوال کہ خدا نے اُن کو دُنبہ دیا۔ تو بہشت ہی سے دیا ہو گا اس کا جواب اصول موضوعہ نمبر اوّل سے ملیگا۔ کہ جو کچھ دنیا میں ہے وہ سب خدا ہی کے پاس سے ہے سُنو! قرآن شریف بتلاتا ہے۔

مَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ

یعنی لوگو! جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ سب اللہ ہی کے پاس سے ہے۔ سچ ہے ؎

ز جیب راست سے گو ہوئے تیری نصرت یاری ۔۔۔ ترا عرش سے تا فرش اگر فیض ہو جاری
تو کہے کیونکہ خدایا یہ خدائی تجھے ساری ۔۔۔ تو خداوند یعنی تو خداوند یساری
تو خداوند زمینی تو خداوند سمائی

کہیئے! اصل قرآنی بیان پر کیا اعتراض؟ اس سے زائد جو کہے۔ اُس سے پوچھے قرآن کسی کا ذمہ وار نہیں۔

آریہ نمبر ۶۵

قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا کے پیغمبر ابراہیم کو آگ میں ڈالدیا گیا۔ آگ بالکل سرد ہو گئی۔ چاروں طرف پھول کھل گئے اور پانی کے چشمے جاری ہو گئے۔ تعجب کی بات ہے۔ کہ لیٹمر اور کرینمر جیسے خدا پرست آگ میں پھینکے گئے۔ اور وہ سرد نہ ہوئی کیا خدا بھول گیا تھا۔ اور ابراہیم کے ساتھ خدا کی خاص محبت تھی۔ کہ وہاں آگ کے پھول بنا دیئے اور یہاں سرد تک نہ کی یہ سب جاہلوں کو معتقد بنانے کی باتیں ہیں اگر قرآنی خدا کوئی ایسی کرامات دکھا سکتا ہے۔ تو چاہیئے۔ کہ آج کل کسی اہل اسلام کو جو ملہم اور پیغمبر

خدا کے ساتھ عیسیٰ یا موسیٰ کیطرح باتیں کرنیکا دم بھرتا ہو۔ ایک لمبی چوڑی بھٹی کو آگ سے بھر کر بیچ میں پھینکدیا جاوے۔ اگر آگ گلزار ہو جاوے تو سمجھیں قرآنی معجزے سب سچ ہیں۔ اکثر جاہل لوگ تو یہانتک اس معجزے کے گرویدہ ہیں کہ وہ آیت قُلْنَا یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ کو پیپل کے پتوں پر لکھکر بخار کے مریض کو دھو کر پلاتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ اس سے بخار اُتر جاتا ہے افسوس ہے جہالت پر اور حیف ہے ضلالت پر" (انبیاء ۶۹)

مسلمان نمبر ۹۵ بابو صاحب! جھوٹ بولنا ہر ایک بد کام سے بُرا ہے اس لئے کہ دنیا میں ایسے آدمی تو ملیں گے جو پاخانہ کھاتے ہوں پنجاب ہی میں چیت رام کے چیلوں کو پاخانہ کھاتے دیکھا گیا مگر جھوٹ بولنا ایسا مہان پاپ

ط ۵۱ مرزا صاحب قادیانی طرف اشارہ ہے۔ مرزاجی کے دوستو! کیا کہتے ہو؟ (طبع اوّل)
سوال ہذا کا جواب قادیانی اُمت کے حکیم نے یوں دیا" دیکھ لے بزدل نادان تُرک اسلام ہم یقین سے دعوٰی کرتے ہیں اور تمہیں اور تمام جہان کو سناتے ہیں کہ ہمارا مہدی اور عیسیٰ بن مریم (مرزا) اسوقت موجود ہے۔ وحی الٰہی میں ہمارے امام مہدی موعود علیہ السلام (مرزا غلام احمد) کو ابراہیم کہا گیا ہے" (ملخصاً رسالہ نور الدین ص ۱۲۵) ناظرین! حکیم صاحب کی اس ترش روئی پر حیران ہونگے مگر جب اصلی خفگی معلوم کرینگے تو حکیم صاحب کو معذور فرماوینگے وہ یہ کہ امرتسری تُرک ہی بہادر ہے جس نے قادیاں کو قادیاں میں جاکر فتح کیا تھا ایک ہی قلعہ شکن گولے سے قادیانی طلسم کو تہ وبالا کردیا تھا جسکی تفصیل رسالہ الہامات مرزا سے ملسکتی ہے۔ لیکن ہم حکیم الاُمت قادیانیہ کی خدمت میں بڑے ادب سے عرض کرتے ہیں کہ مولانا! یہی تو آپکا اور آپکے امام (مرزا) کا قدیمی دعوٰے ہے جو آجتک ثبوت طلب ہے بے دلیل دعوٰی کرنا خبطیوں کا کام ہے۔ نہ کہ آپ جیسے حکیموں اور فلاسفروں کا۔ اگر اپنے علم کی باگ مرزاجی کے ہاتھ دیکر خالی ہو بیٹھے ہو تو خیر ؎ مے بردہر جا کہ خاطر خواہ اوست (منہ)
ط ۱ ـ یہ حاشیہ مرزا صاحب اور حکیم صاحب کی زندگی میں لکھا گیا تھا۔ آہ آج ہم ان دونوں کو نہیں دیکھتے جس سے دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ سامنے آجاتا ہے ؎ زندگانی انیز جاودانی نیست

(بڑا گناہ) ہے کہ پاخانہ کھانے والے بھی اسکو برا جانتے ہیں۔ قرآن شریف میں کہاں ہے؟ کہ [illegible] میں پھول کھل پڑے تھے۔ اور پانی کے چشمے جاری ہو گئے تھے۔ مجھے تو آپ سے حسن ظن تھا۔ مگر آپکی روش سے معلوم ہوتا ہے کہ پنڈت لیکھرام کی روح آپ پر سوار ہو رہی [ہے۔] سوامی دیانند جی نے سماج کی گھٹی میں جو ملاوٹ بھر دی۔ وہ تمام میں سرایت کر گئی [ہے۔] سوامی مذکور کی بھی یہی عادت ہے کہ قرآن شریف کا نام لیکر کہیں کی کہیں کہہ دیتے ہیں۔ اعتبار نہ ہو تو ہمارا رسالہ "حق پرکاش" بجواب ستیارتھ پرکاش دیکھو۔ اور اُن مقامات کی جن میں سوامی جی نے ایجاد بندہ سے کام لیا ہے۔ تصحیح کر کے مقررہ انعام لو۔ اور سوامی جی کی عزت بچاؤ جو سماج کا پہلا کام ہے لیکن یاد رکھو کہ آج تک باوجود سالہا سال گذرنے کے نہ تم سے ہو سکا اور نہ ہو سکیگا

ایسا ہی پنڈت لیکھرام کی دیانتداری دیکھئے کہ ہستی صانع عالم ویدؔ اور قرآن کا مقابلہ کرتے ہوئے کہاں کی کہاں ہکلی ہکلی کہنے لگ گئے (دیکھو تکذیب ص۲۹)

یہ ہے سماج اور سماج کے لیڈروں کا حال۔ پھر اگر آپ بھی ایسے ہی ہوں تو تعجب نہیں۔ مگر آپ تو کم زبان باپ کے پوت ہو۔ اور مسلمان کا نمک کھایا ہے۔ اُس کا اثر کیوں نہ ہوا۔

سنیئے! اصل مضمون قرآن شریف میں صرف اتنا ہے۔ کہ کافروں نے حضرت ابراہیمؑ سے سوال وجواب میں مغلوب ہو کر ایک تجویز نکالی کہ اس کو آگ میں جلا دیا جائے۔ کیونکہ ہمارے معبودوں (بتوں) کو نندا کرتا ہے۔ اس خدا نے فرمایا ہے۔ کہ ہم نے آگ سے کہدیا۔ کہ اے اگنی (آگ) تو ابراہیم کے حق میں سلامتی والی سرد ہو جائیو! پس بتلایئے! سوال کیا ہے؟ رہا یہ کہ خدا نے کیسے کہا اور آگ نے کیسے سنا؟ اس کا جواب اصول [illegible] نمبر ۴ میں ملے گا۔ اور آگ کا سرد ہونا اصول موضوعہ نمبر ۲ میں دیکھو! اور [illegible] کی مزید تحقیق نمبر ۵ میں دیکھو!

بابو صاحب! لکھتے ہوئے شرم وحیا سے بھی [illegible]

...اہیم علیہ السّلام کا معجزہ بیان کرکے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے
...وں کو کیونکر اعتقاد بڑھ سکتا تھا۔ البتہ اگر اپنی نسبت یہ بیان کرتے تو خوردہ گیر دنگ
...ق ہوتا۔ ہاں بے شک اب بھی خدا کے فضل سے مسلمانوں میں ایسے بہت سے
...رگ ہیں۔ جو قرآن شریف سے علی فائدہ لیتے اور دیتے ہیں۔ آپ آزمالیں۔ اسی
...ت سے جس پر آپ نے ہنسی اڑائی ہے آگ کو سرد کرنے والے اب بھی ہیں۔ پس

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطاست تو آشنائے حقیقت نہ خطا اینجاست

رہنما نمبر ۶۶

قرآن کی تعلیم ہے کہ موسےٰ ایک خدا رسیدہ شخص سے ملنے گیا۔ پتہ یہ کہ جہاں بھُنی ہوئی مچھلی زندہ ہو کر پانی میں چلی جاوے۔ وہاں پر ہی وہ شخص ملے گا۔ بہت جد وجہد کے بعد موسیٰ ایک جگہ پہنچے۔ جہاں مچھلی زندہ ہو کر پانی میں چلی گئی۔ اور اس خدا رسیدہ شخص سے بات چیت کی۔ میں پوچھتا ہوں کہ بھنی ہوئی مچھلی کیونکر زندہ ہوگئی؟ ہاں ناقابل یقین گپّوں کا نام ہی معجزہ ہے تو میں اس تعلیم کو نہیں مان سکتا (کہف ۶۲ - ۶۵)

مسلمان نمبر ۶۶

واللہ! آج تک تو آپکی سختیوں کو برداشت کرتا آیا ہوں مگر اب تو آپ کا ظلم حد سے متجاوز ہو گیا ہے۔ قرآن شریف ...ں بھُنی ہوئی مچھلی کا ذکر نہیں۔ یہ آپکی زیادتی ہے۔ کہ روایات اور تفسیروں کا ...تہ وار قرآن کو ٹھیراتے ہیں۔

سُنیئے! قرآن شریف کے الفاظ یہ ہیں:۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَاۤ اَبْرَحُ حَتّٰۤى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ
حُقُبًا فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَیْنِهِمَا نَسِیَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ
سَرَبًا فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا
هٰذَا نَصَبًا قَالَ اَرَءَیْتَ اِذْ اَوَیْنَاۤ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّیْ نَسِیْتُ الْحُوْتَ
...اَنْسٰىنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ وَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ

Marfat.com

عجباً قال ذٰلک ما کنّا نبغ فارتدّا علیٰ اٰثارھما قصصا
ان آیتوں میں خدا تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے سفر کا قصہ بیان کیا ہے۔ جس طرف آپ نے بھی اشارہ کیا ہے۔ پس سنو! خدا فرماتا ہے کہ حضرت موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا کہ جبتک میں مجمع البحرین (دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ) پر نہ پہنچوں گا۔ چلتا رہونگا پھر جب وہ دونوں اس جگہ پر پہنچے تو مچھلی بھول گئے مچھلی دریا میں کود گئی۔ پھر جب وہ اس مقام سے آگے بڑھے تو حضرت موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا کہ کھانا لا کھاویں۔ اُس نے اثنا گفتگو میں عرض کیا۔ کہ آپ کو بھی معلوم ہے کہ جب ہم اس پتھر کے پاس ٹھیرے تھے۔ تو وہاں پر مچھلی دریا میں کود پڑی تھی۔ اور شیطان نے مجھے اس کا ذکر کرنا بھلا دیا۔ حضرت موسیٰ نے کہا وہی جگہ ہے۔ جس مقام کی ہمکو تلاش ہے۔ پس وہ دونوں تلاش کرتے ہوئے واپس پہنچے"

بتلایئے! اس میں "بھنی" کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ یاد رہے کہ "بھنی ہوئی" کے لئے عربی میں "مَشْوِیٌّ" کا لفظ ہے۔ پس آپ بتلاویں کہ الفاظ قرآنی میں "مَشْوِیٌّ" ہے؟

ہاں اس مقام پر یہ سوال ہے کہ مچھلی کے کودنے سے حضرت موسیٰ نے اس مقام کو کیونکر پہنچانا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کو خدا نے بتلا دیا تھا۔ کہ جہاں یہ مچھلی دریا میں کود جائیگی۔ وہاں ہی تیرا مطلوب ہوگا۔ اس لئے حضرت موصوف کو بتلایا گیا۔ کہ اس مچھلی کا خیال رکھنا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ خدا کی بتلائی ہوئی خبر سچی ہوئی اور آپکے کذب کا مینار گر پڑا۔

اصل میں آپ بھی معذور ہیں۔ قرآن شریف کو قرآن کی اصل زبان میں تو پڑھا نہیں۔ معمولی انگریزی یا اردو میں ترجمہ دیکھا۔ یا کسی غیر محقق سے سن لیا کہ قرآن میں یوں لکھا ہے۔ تو آپ کی بلا سے " اونگھتے کو ٹھیلتے کا بہانہ" جھٹ جما دیا۔ اسی شوق میں تو ۱۱۵ کے ۱۱۶ بنائے ہیں دیکھو نمبر

Marfat.com

چونکہ آپ قرآن شریف پر معترض ہیں۔ اور بار بار یہی لکھتے ہیں کہ قرآن کی تعلیم ہے۔ اس لئے آپکا حق نہیں کہ کسی روایت یا مفسّر کے قول کو پیش کریں۔ بلکہ صاف قرآن کا مضمون بتلائیں۔ فافهم ولا تعجل۔

آریہ نمبر ۹۷ ۸-۹-۱۹ء قرآن کی تعلیم ہے کہ حضرت عیسےٰ کے کھلونے بناکر اُن میں روح ڈالدیتا تھا۔ اور اپنے ہجولیوں کے سامنے ہی اُنکو اڑادیا کرتا تھا۔ یہ اُس کا معجزہ تھا۔ اہل قرآن تو یہ تسلیم کر سکتے ہیں کہ چونکہ حضرت عیسیٰ ان کے نزدیک بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے اس لئے وہ جانوروں کو بھی بغیر ماں باپ کے پیدا کر سکتے تھے۔ مگر میں اتنی بڑی گپوں اور خلاف از قانون قدرت باتوں کو ہرگز ہرگز نہیں مان سکتا۔ پھر آگے دیکھئے! کہ

حضرت عیسیٰ مُردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ افسوس ہے زندہ کرنیکا نسخہ شائد غلطی سے درج قرآن نہیں ہو سکا۔ ورنہ مُردوں پر آج کل بھی آزماکر دیکھ لیا جاتا

یہودیوں نے نہ تو حضرت عیسیٰ کو مارا۔ اور نہ ہی پھانسی پر چڑھایا۔ بلکہ اُن لوگوں کو خاص شبہ پڑگیا۔ اس شبہ کو مفسّروں نے یوں حل کیا ہے۔ کہ حضرت عیسےٰ کو خدا نے آسمان پر بُلا لیا۔ اور اُس کی جگہ اس کے ایک دشمن کی شکل جو عیسےٰ کے مارنے کے درپے تھا۔ ہُو بہُو عیسےٰ کے مشابہ بنادی لوگوں نے اُسکو مار ڈالا اور حضرت عیسےٰ صاحب آسمانوں پر بھاگ گئے معلوم نہیں وہ آسمانوں پر کس طرح اُڑ گئے اور چالیس پچاس میل اوپر جاکر وہ سانس کس طرح لیتے رہے؟ یہ بائیبل کی نقل کی گئی ہے اور اسی کی تقلید میں انہوں نے اپنے پیغمبر کو بھی بُراق پر چڑھاکر ساتوں آسمانوں کی سیر کرادی ہے۔ اور آدم۔ عیسےٰ۔ موسےٰ۔ ابراہیم کی خدا سے باتیں ... (ستیارتھ ۱۵۷)

مسلمان نمبر ۴۶ تا ۴۹

ے
اے کہ آگاہ نۂ عالم درویشاں را
تو چہ دانی کہ سودلتے سرت ایشاں را

بے شک سب کچھ ہوتا تھا۔ مگر خدا کے حکم سے ہوتا تھا۔ ایسے معجزات کی تحقیق نمبر ۵۰ میں گذر چکی ہے۔ ناظرین ورق اُلٹ کر ملاحظہ فرمادیں۔

اصول موضوعہ نمبر ۲ میں ہم لکھ آئے ہیں۔ کہ خدا کے ہر ایک کام کے لئے قانون ہے مگر ظہور ہمیشہ ہونا ضروری نہیں۔ بلکہ ہر ایک کام کیلئے ایک ایک وقت ہے ہاں ایسے عجوبہ کاموں کے لئے کسی روایت یا کسی تاریخی شہادت سے ثابت ہونا کافی ہے۔

آریہ نمبر ۵۰ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ خدا نے ایک شخص کو قیامت کا یقین دلانے کے لئے مار دیا۔ اور سو سال کے بعد زندہ کر کے پوچھا۔ بتاؤ تو کتنے سال مُردہ رہا۔ کہا ایک دن۔ یا ایک دن سے بھی کم۔ خدا نے کہا۔ کہ نہیں تو سو سال تک مُردہ رہا۔ دیکھ تیرے گدھے کی ہڈیاں بالکل بوسیدہ ہوگئی ہیں۔ ہم اُن کو تیرے سامنے ہی گوشت پوست لگا کر زندہ کرتے ہیں۔ گدھا بھی سو سال کا مُردہ زندہ ہوگیا۔ لُطف یہ کہ اس کا کھانا بھی سو سال میں بالکل نہ سڑا۔ اور ویسا کا ویسا ہی تروتازہ رہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص نے خواب دیکھا ہو۔ مگر اڑانے والوں نے خوب بے پر اُڑائی" (بقرہ ۔ ۲۵۹)

مسلمان نمبر ۵۰ خواب کی گپ کا ذکر اپنی طرف نسبت کرنے اور اُس کے اصل قائل کا نام نہ لینے سے آپکی غرض سماج میں کوئی اعلےٰ رتبہ حاصل کرنے کی ہے۔ اصل قائل اس توجیہہ کے جو آپ نے اپنی طرف نسبت کی ہے۔ سرسید احمد خاں ہیں آپ نے انکے کلام سے اُڑا کر اپنے نام لگا لی ہے۔ اگر آپ کو یہی توجیہہ پسند ہے۔ تو یہی قبول کیجئے۔ اور اگر تو نمبر ۵۰۔ اور اصول موضوعہ نمبر ۲ کو ملاحظہ کیجئے اور اگر خدا کے

تو اصول موضوعہ نمبر ۶ پر پہونچئے۔ بہرحال یہ سوال کوئی نیا نہیں۔ ممکن ہے۔ کوئی مسلمان آپ کو اور طرز سے بھی جواب دے۔

آریہ نمبر ۱۷ قرآن کی تعلیم ہے کہ ابراہیم نے خدا سے پوچھا اے خدا تو کس طرح قیامت کو مُردے زندہ کریگا خدا نے کہا کیا تجھے اس میں کچھ شک ہے۔ ابراہیم نے جواب دیا کہ شک تو نہیں۔ مگر میرا دل کچھ مطمئن نہیں ہے۔ خدا نے کہا اچھا چار پرندے لیکر اُن کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے پہاڑوں پر رکھدے۔ اور پھر ان کو بلا۔ وہ تیری طرف دوڑتے آئینگے۔ روشن ضمیر اور عالی دماغ مفسروں نے اسپر حاشیہ افزائی کرکے خوب نورٌعلیٰ نور کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نے ایک کوّا ایک کبوتر ایک فاختہ۔ ایک مینا۔ چار جانور لئے چاروں کے سرکاٹ کر تو اپنے پاس رکھ لئے۔ اور دھڑوں کو ہاون دستہ میں ملاکر کوٹ کر بالکل چُور چُور کردیا اور اُس چورے کا تھوڑا تھوڑا حصّہ چار پہاڑوں پر رکھدیا۔ پھر بولنے لگا۔ اے کوّے آ۔ اے کبوتر چلا آ۔ اے فاختہ! اُڑ کر جا۔ اے مینا! چل۔ اور تم اپنے اپنے سروں کے ساتھ آلگو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت ابراہیم کو تو اس معجزے سے تسکین ہوگئی۔ مگر میرا قرآن پر سے ایمان لوٹ گیا۔ افسوس! میں ایسی لایعنی باتوں کو قبول نہیں کرتا" (بقرہ - ۲۶)

مسلمان نمبر ۱۷ "کیا پاپی اور عقل کا دشمن ہے۔ جو متکلم کے خلاف منشا کلام کے معنی کرتا ہے" (دیباچہ ستیارتھ پرکاش ص)

بابو صاحب! اصول موضوعہ نمبر ۶ کو یاد کرکے سُنیئے!

جس آیت پر آپکو شبہ ہوا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ

جسکی بابت لکھا ہے صُرْهُنَّ بضمّ الصّادِ معناهُ اَمِلْهُنَّ وَوَجِّهْهُنَّ (معالم التنزیل) یہ ہیں۔ کہ اُن جانوروں کو اپنے ساتھ ہلا۔ یعنی خوگیر اور مانوس

Marfat.com

کر۔ چنانچہ شاہ عبد القادر صاحب دہلوی نے اس کا ترجمہ یہی کیا ہے۔ پس آیت کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے حضرت ابراہیمؑ کو ایک نیچرل دلیل سے مطلب سمجھایا۔ جو حضرت ابراہیمؑ جیسے باریک بین نے فوراً سمجھ لیا۔ مگر آپ جیسے خردہ گیر کو اعتراض کو سوجھی مطلب آیت کا یہ ہے کہ خدا نے حضرت ابراہیمؑ کو سمجھایا کہ چند جانوروں کو لیکر اپنے ساتھ ہلا۔ پھر وہ تیرے بلانے پر تیرے پاس آئینگے۔ پس جبکہ یہ جانور چند روزہ انس سے اس قابل ہو گئے کہ تیرے حکم سے روگردان نہ ہوتے۔ خدا کے ساتھ تو تمام مخلوق فطرتاً مانوس ہے۔ اُس کے حکم ہونے پر کیونکر نہ تعمیل کرینگے۔ اور کیونکر زندہ نہ ہونگے۔ سب ذرہ ذرہ اُس کے زیر حکم ہیں۔

آیت کے اخیری فقرہ سے انہی معنے کا اظہار ہے۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

یعنی یہ یقین رکھ کہ "اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے اور بڑی حکمت والا" بابو صاحب! انصاف سے کہنا قرآن کے لفظ پر آپ نے اعتراض کیا ہے۔ بوٹی بوٹی کرنا کسی سے سُنا ہوگا۔ قرآن میں کوئی لفظ ان معنے کا ہو۔ تو ہمیں بتا دیجئے اور اگر اس لفظ سے شبہ ہو۔ جو آیت میں ہے۔

ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا

یعنی ان میں سے ایک ایک جزو کو ایک ایک پہاڑ پر رکھ۔ تو اس کے معنے مجموعہ میں سے جزو یعنی ایک ایک کو چنانچہ دوسری آیت میں خدا نے فرمایا ہے۔

لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ

"یعنی جہنم کے ہر دروازے کیلئے کفار کا ایک ایک جزء ہوگا یعنی ایک ایک قسم کے کافر ایک ایک دروازے سے داخل ہونگے۔

اصل یہ ہے کہ جزو وہ ہوتا ہے جس سے کل مرکب ہوتا ہے۔ ایک مفرد چیز مثلاً انسان کے اجزاء اُس کے ہاتھ پاؤں ہیں۔ مثلاً سکول کی ایک کلاس کے اجزا وہ طالب علم

یہ نہیں۔ کہ ان لڑکوں کے اجزاء ہاتھ پاؤں ناک کان وغیرہ اس کلاس (جماعت) کے اجزا ہیں۔ بلکہ ایک ایک لڑکا بذات خود جزو ہے۔ پس چار جانور جو حضرت ابراہیم نے لئے تھے اس مجموعہ کے اجزار ایک ایک سالم جانور تھا۔ نہ کہ اس جانور کے اجزار افسوس! بی۔ اے ایسے موٹے اصول سے ناواقف ہوں تو پھر کس کا قصور ہے۔

اب ذرہ عربی زبان کے محاورے سے اس آیت کے الفاظ کو آپکے سامنے پیش کرتا ہوں۔

ایسے مواقع کیلئے دو طریق استعمال کے ہوتے ہیں۔

(۱) مِنْهُنَّ جُزْءًا (۲) مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُنَّ جُزْءًا

پہلے میں هُنَّ پر مِنْ آیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ هُنَّ کے مرجع سے (جو مجموعہ طیور کا) جزو لیا جائے۔ دوسرے کا مطلب ہے کہ هُنَّ کے ہر واحد میں سے جزو لیا جائے قواعد عربیت سے چشم پوشی کر کے عام طور پر آیت موصوفہ کے الفاظ کو دوسری قسم میں ڈھالا جاتا ہے۔ حالانکہ ایسا کرنا قواعد عربیت کے برخلاف ہے۔

پس چونکہ آیت میں مِنْ جارہ کا مدخول هُنَّ جمع کا صیغہ ہے۔ لہذا اس کا مطلب بھی یہی ہونا چاہیئے۔ کہ جمع میں سے ایک کا جزو لیا جائے جو ایک ایک جانور ہے۔

سے۔ اگر اب بھی نہ سمجھے۔ تو اس بُت سے خدا سمجھے۔

آریہ نمبر ۲۷ قرآن کی تعلیم ہے کہ ہفتہ والے دن مچھلی پکڑنیوالوں کو خدا نے سؤر اور بندر بنایا۔ پوچھنا چاہیئے کہ آدمیوں کے بندر و سؤر کسطرح بن گئے؟ کیا ان کے دم نکل آئی تھی یا بے دم کے بندر اور سؤر بنے تھے؟ یہ سب فضول گپیں ہیں جن کو عقلمند آدمی کبھی تسلیم نہیں کرتے" (اعراف۔ ۱۶۶)

بیشک بندر سؤر بن گئے تھے مگر ایسی طرح نہیں کہ بندری کے رحم میں نطفہ ٹھہر کر بندر کے بچے بنے جس سے

آپ کو یا آپ کے کسی وکیل (آریہ مسافر) کو تناسخ کی سوجھی۔ بلکہ اسیطرح بیٹھے بٹھائے چلتے پھرتے۔ اور اگر خلاف قانون قدرت کا کھٹکا ہو۔ تو اصول موضوعہ نمبر ۲ کو دیکھو۔ افسوس ہے کہ عقلمند کہلا کر ایسی باتوں پر اعتراض کریں۔ اگر آپ اس امر کا (کہ بدکار آدمی بندر سور کیونکر بن گئے تھے) مشاہدہ اور قطعی فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔ تو اسوقت بھی ہوسکتا ہے۔ ایک شخص صاحب ہمت نے آپ ہی کو دعوت دی ہے۔ جو بایں خیال کہ شاید آپکے ملاحظہ سے نہ گذری ہو ہم بھی نقل کرتے ہیں۔ جو رسالہ النذیر میرٹھ نمبر ۲ جلد اوّل میں بعنوان ذیل چھپی تھی :-

ایک کھلی چٹھی

مکرم و معظم جناب منشی نذیر حسین صاحب ایڈیٹر رسالہ النذیر دام عنایتکم السلام علیکم ! مزاج شریف! کل بندہ نے ایک کتاب آریہ سماج کی مسمی بہ ترک اسلام پڑھی ہے جس کو دیکھنے اور پڑھنے سے ہر عضو میں لرزہ پیدا ہوگیا۔ واقعی بموجب حدیث شریف وقت قریب آگیا ہے۔ آپ سے (برائے خدا) میری صرف اسقدر تمنا ہے۔ کہ آپ بذریعہ النذیر کتاب ترک اسلام کے مصنف کو مطلع کردیں۔ کہ وہ ہمارے مذہب اسلام کا مقابلہ مجھ غریب۔ دکم عقل و بے علم سے اسطرح کرے کہ کسی مقام پر حاکم ضلع کے سامنے بندہ اور وہ شخص چالیس روز تک بے آب و دانہ علیحدہ علیحدہ مکانوں میں مقفل کردیئے جائیں۔ اور کنجی حاکم ضلع کو (جو کہ ہم دونوں کے خلاف مذہب ہو) دیدی جائے۔ بعد چالیس روز کے ہم دونوں تمام مردمان خاص و عام کے روبرو باہر نکالے جاویں۔ اسوقت جس کا منہ مثل خنزیر کے ہوجاوے اس کا مذہب غلط ہے۔ اور جس کا منہ منوّر نکلے اُس کا مذہب برحق مانا جاوے۔ اگر اس بات پر وہ آمادہ ہوں۔ تو مجھے اطلاع دیں۔ میں وقت بالا پر جہاں وہ فرمائیں حاضر ہونگا۔ اور اگر وہ [illegible]

تو مَیں اُن کی جملہ بات لغو اور جھوٹ شمار کرونگا۔ اور حتی الوسع ہر جگہ مشتہر کرونگا ؎ (۳۔ستمبر ۱۹۰۳ء) کمترین عبد الکریم خاں ہیڈ ماسٹر مشن سکول اسپارس گنج بھڑائچ۔

آریہ نمبر ۷۳

قرآن کی تعلیم ہے کہ چند فٹ لمبی چوڑی کشتی میں نوح نے رُوئے زمین کے تمام چرند۔ پرند۔ درند وغیرہ کا ایک ایک جوڑا معہ اُنکی خوراک کے رکھ لیا۔ اور باقی تمام مخلوقات تباہ ہوگئی۔ یہ کتنی بڑی گپ بلکہ گپ کا بھائی گپوڑا ہے۔ ہاتھی۔ گینڈے۔ شیر۔ بھیڑیئے سوئر۔ بندر۔ گائے۔ بھینس۔ اونٹ وغیرہ لاکھوں جسیم جانوروں کو ایک چھوٹی سی کشتی میں رکھ لینا کون تسلیم کرے" (مومنون ۲۷)

مسلمان نمبر ۷۳

نمبر ۱۹ میں ہم ثابت کر آئے ہیں۔ کہ بابو صاحب کا اعتراض قرآن شریف پر نہیں۔ بلکہ محض اپنے دل و دماغ پر ہے جس سے نکلتا ہے کہ طوفان نوح ؑ تمام دنیا پر آیا تھا۔ ناظرین ورق اُلٹ کر نمبر ۱۹ کو بغور دیکھیں۔ پھر اس نمبر کا جواب سنیں۔ بیشک حکم ہوا تھا کہ ہر ایک قسم سے دو دو جانور سوار کرے۔ مگر کل دنیا کے نہیں بلکہ جتنے جاندار حضرت نوح ؑ کے ارد گرد تھے۔ یا یوں کہیئے کہ جتنے جاندار اُن کو کھیتی باڑی اور دیگر ضروریاتِ زندگی میں کارآمد تھے۔ تاکہ امور معاش نہ رکیں۔ چیونٹیوں اور بھڑوں سے اُنہیں کیا مطلب تھا۔ بتلائیے! اس پر کیا سوال؟ یہی کہ عقل بڑی بھینس۔

آریہ نمبر ۷۴

قرآن کی تعلیم ہے کہ اگر ایک عورت کسی مرد کا چہرہ تک بھی نہ دیکھے۔ تو بھی اُس کے ہاں لڑکا پیدا ہو سکتا ہے۔ اس بات کی شہادت حضرت عیسٰےؑ اور مریم کے قصے سے ملتی ہے۔ جو کہ قرآن میں اکثر جگہ موجود ہے۔ اہل قرآن حضرت عیسٰی کو یوسف نجار کا بیٹا تسلیم نہیں کرتے۔ جیسا کہ وہ ہے۔ اُلٹا اسکو بغیر باپ کے

Marfat.com

پیدا شدہ مانتے ہیں۔ اس بات سے قانون قدرت پر دھبا اور مریم پر الزام لگتا ہے۔ اور یہ بات بجائے ایک معجزہ کے ایک فحش بات ہو جاتی ہے میری عقل اور شائستگی اجازت نہیں دیتی کہ میں حضرت عیسےٰ کو اُن بچوں کے ساتھ ملاؤں جو آجکل نامعلوم باپ سے پیدا شدہ سمجھے جاتے ہیں۔ قرآن کی ایسی تعلیم سے میرا دل کھٹا ہوا۔ (مریم - ۱۰)

مسلمان نمبر ۵

بابو صاحب! کیسے نازک مزاج ہیں۔ ماشاء اللہ

اس نازنیں کو دیکھنا جودت نہ چھیڑنا
گر روٹھ بھی گیا تو منایا نہ جائیگا

بیشک! قرآن شریف بلکہ انجیل سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام بے باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ یوسف نجار کے نطفے سے پیدا ہونا نہ تو قرآن شریف سے ثابت ہے نہ انجیل سے۔ صرف آپکے خیالات کا مضمون ہے اگر خلاف قانون قدرت کا خیال ہو تو اصول موضوعہ نمبر ۲۔ دیکھو۔

بچہ کی پیدائش کے متعلق اطبا کی یہ تحقیق ہے کہ ماں کی منی منعقدہ اور باپ کی منی عاقدہ ہے۔ یعنی عورت کی منی مثل آٹے کے سمجھو۔ اور مرد کی مثل پانی کے آٹا پانی سے انعقاد پاتا ہے۔ پس عورت کی منی کو اگر قوت عاقدہ مناسب پہنچ جائے۔ تو انعقاد ممکن ہے۔ پھر کیوں ممکن نہیں۔ کہ صدیقہ مریم کے رحم میں کسی خاص اثر سے قوت عاقدہ پہنچکر موجب انعقاد ہو گئی ہو۔ اس تقریر کی توضیح آج کل ہم مشاہدہ سے پاتے ہیں۔ کہ مرغی کے انڈوں کو بغیر مرغی کے اگر مناسب طریق سے اندازہ کے ساتھ سینک پہنچایا جاتا ہے تو بچے ہو جاتے ہیں۔ مرغی کے سینے کی حاجت ہی نہیں رہتی۔ [illegible] یا کسی خاص صورت سے صدیقہ مریم کو مرد کی منی سے انعقاد کی حاجت نہ ہو یا صرف اُسی کی منی میں دونوں قوتیں ہوں یا اُس کے رحم میں کوئی [illegible] ہو جس سے اُس کی منی کو انعقاد ہو گیا ہو۔

نمبر ۱ کو دیکھو۔

عیسائی صاحبان غور کریں۔ قرآن اور پیغمبر قرآن نے حق فیصلہ کیا۔ تو مورد اعتراض بنا۔ انصاف سے کہنا۔ خدا کو حاضر و ناظر جانکر کہنا۔ کہ اگر پیغمبر اسلام علیہ السلام بھی مسیحؑ کے دشمنوں کی ہاں میں ہاں ملاتے۔ تو آج قرآن شریف پر تو اعتراض کیا ہوتا۔ مسیح کے بدگوؤں کی تعداد دنیا میں آج کروڑہا کی زیادہ ہو جاتی۔ پس اس احسان کے مقابلہ پر اپنے برتاؤ کو دیکھو! کیا ہی سچ ہے ؏

کر مہلائے تو مارا کرد گستاخ

آریہ نمبر ۷۵ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ جب لوط کی قوم نے حضرت لوط کی نصیحت سے روگردانی کی۔ تو خدا کو بڑا غصہ آیا۔ چنانچہ اسی جوش میں آکر ان تمام شہروں کو اٹھا کر اُلٹا کے پھینک دیا۔ اور پھر اوپر سے پتھروں کا مینہہ برسایا۔ روشن دماغ مفسر اس پر اور بھی رنگ چڑھاتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ خدا نے آپ تو شہروں کو نہیں اُلٹا تھا۔ بلکہ اس نے جبرائیل کو حکم دیا۔ کہ وہ اپنے پر شہروں کے نیچے رکھکر مکانات وغیرہ کو پروں پر اٹھالے چنانچہ جبرائیل شہروں کے شہر پروں پر اٹھا کر آسمان کی طرف اڑ گیا اور اتنا اونچا چلا گیا۔ کہ اہل آسمان نے بھی اُن شہروں کے گدھوں۔ کتوں اور مرغوں کا شور و غل سن لیا۔ پھر جبرائیل نے اوپر سے الٹا کر کے ان کو نیچے پھینک دیا۔ اور وہ سب تباہ ہو گئے افسوس ہے جہالت پر (ہود - ۸۲)

مسلمان نمبر ۷۵

بلا سے کوئی ادا اُن کی بد نما ہو جائے
کسی طرح سے تو مٹ جائے ولولہ دل کا

افسوس! بابو صاحب ہمیشہ مجبور ہو جاتے ہیں۔ قرآن شریف پر جب کچھ نہیں بن آتی۔ تو علماء کے علاوہ ہیں سے بھی نا معلوم مفسرین کے اقوال کی اوٹ لیتے ہیں جنکے جوابدہ ہم کسی طرح نہیں ہو سکتے۔ ہم تو اُن مضامین کی صحت بتلا دینگے جو قرآن میں ہیں۔ پس سنئے! قرآن شریف کے الفاظ یہ ہیں:۔

Marfat.com

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ (ھود ع ۷)

یعنی خدا فرماتا ہے۔ جب ہمارا حکم آیا۔ تو ہم نے لوطیوں کی اوپر کی جانب نیچے کو کر دی (یعنی اُس بستی کے تمام مکانات کی چھتیں گر گئیں) اور اُن پر پتھروں کی بارش کی جو سخت مٹی سے بنے ہوئے تھے جو تیرے پروردگار کے نزدیک اس سزا کیلئے مقرر تھے۔ اور ایسی سزا ظالموں سے کچھ دور نہیں"

مطلب آیت کا صاف ترجمے ہی سے ظاہر ہوتا ہے۔ بشرطیکہ کوئی سمجھے جس کی سمجھ میں نہ آئے۔ ان کی خاطر مزید توضیح کرتے ہیں۔ یعنی جب لوطیوں کی شرارت حد کو پہنچ گئی۔ اور وہ شرک اور کفر اور لونڈے بازی سے (جس میں وہ سخت مبتلا تھے) باز نہ آئے۔ تو خدا کے حکم سے ان کی تمام بستی گر گئی۔ غور سے دیکھیں آیت میں کیا لفظ ہے۔ یعنی

جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا

جسکی ترکیب یہ ہے کہ عَالِيَهَا مفعول اول ہے۔ اور سَافِلَهَا مفعول ثانی ہے جیسے کہا کرتے ہیں۔ جَعَلْتُ الطِّيْنَ كُوْزًا۔ میں نے مٹی کو کوزا بنا دیا۔ پس آیت کے لفظوں میں صاف ہے۔ کہ اس بستی کی اوپر کی جانب کو نیچے سے لا دیا۔ یعنی اسکی چھتیں گرا دیں۔ چنانچہ دوسرے ایک مقام پر اس مضمون کو ان لفظوں میں ادا کیا گیا ہے۔ جو عام طور پر کفار کے حق میں ہے جن میں لوط کی قوم بھی شامل ہے۔

فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ

یعنی خدا کا حکم اُن کی نیوں تک آ پہونچا تو اُنکی چھتیں اُن پر گر پڑیں (جتنے لوگ چھتوں کے نیچے تھے وہ تو نیچے دب کر مر گئے اور جو باہر میدانوں میں تھے وہ پتھروں سے تباہ ہوئے۔ اسکے سوا جو کچھ آپ یا کوئی صاحب کہیگا وہ قائل کے دماغ کی ایجاد ہوگی۔ قرآن شریف کا مضمون بالکل صاف ہے۔ ہاں اگر یہ سوال ہو کہ پتھر کیونکر گرے؟ اور پتھروں سے کیوں مارا؟ اس کے

Marfat.com

اصول موضوعہ نمبر او نمبر ۲ کو دیکھو۔ اور اگر اس سے تسلی نہو۔ تو سنو!

آجکل بھی زور کی ہوا میں پتھروں کی کنکریاں ہوتی ہیں۔ اُن سے کسی قدر بڑے پتھر ہونگے۔ جو اُنکی ہلاکت کو کافی ثابت ہوئے ہوں اور ملے اس لئے تھے کہ ایک ایسا جرم کرتے تھے۔ جسکی سزا آجکل بھی تعزیرات ہند میں سخت ترین ہے یعنی دس سال قید یا حبس دوام بدریائے شور ہے (دیکھو دفعہ ۳۷۷ تعزیرات ہند)

آریہ نمبر ۷۶ قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا نے شعیب پیغمبر کی قوم کو چیخ مار کر ہی فنا کر دیا۔ اور اسیطرح صالح پیغمبر کی قوم کو تباہ کر دیا۔ کیا اب یہ چیخیں بند ہو گئی ہیں۔ یہ بچوں کے بہلانے کی کہانیاں ہیں کہ جن کو اگر پڑھے لکھے سچ مان لیں تو وہ بھی بچے ہی سمجھے جائینگے" (ہود ۹۴)

مسلمان نمبر ۷۶ کیا ہی بچوں کے سے اعتراض کرتے ہیں۔ کہ خدا نے چیخ مار کر فنا کر دیا۔ بابو صاحب! تم تو کیا تمام ہندوستان کے آریہ ملکر یہ مضمون قرآن سے دکھانا چاہیں۔ تو نہ دکھا سکینگے۔ اعتبار نہ ہو۔ تو مبلغ پانچسو روپیہ کا وعدہ لیجئے! اور دکھایئے۔ ورنہ جھوٹ بولتے ہوئے شرمایئے سنئے! اصل عربی الفاظ یہ ہیں:-

وَاَخَذَتِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَۃُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِھِمْ جٰثِمِیْنَ

"یعنی ظالموں کو سخت آواز آئی۔ پس اپنے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہگئے"

اسی آیت کا آپنے حوالہ دیا ہے۔ پس بتلایئے! کس لفظ کا ترجمہ ہے کہ" خدا نے چیخ مار کر فنا کر دیا" بلکہ یہاں تو ایک نیچرل رُول کے مطابق اُن کی ہلاکت کا ذکر ہے کہ بادل کی سخت گرج سے یا پہاڑ کے پھٹنے سے اُن کے دماغ پھٹ گئے۔ اور بس۔ اور اگر یہ لفظ بھی ہوتا۔ کہ خدا نے چیخ ماری تو بموجب اصول موضوعہ نمبر اول کیا اعتراض تھا؟

آریہ نمبر ۷۷ قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا نے مٹھی بھر کنکریاں مار کر فوج مخالف اسلام کو بھگا دیا۔ حاضرین کیا بھلا

Marfat.com

خدا بھی کنکریاں اور روڑے مارا کرتا ہے؟ روڑے مارنا نادان بچوں کا کام ہوتا ہے نہ کہ عقلمندوں کا۔ اور پھر خدا کا۔ میں ان باتوں کو مان نہیں سکتا" (انفال ۱۷)

مسلمان نمبر ۷

اصول موضوعہ نمبر ۱ کو یاد کریں۔ تو یہ اعتراض سراسر دیوانے کی بڑ معلوم ہوتا ہے۔ ناظرین ورق اُلٹنے کی تکلیف گوارا کریں۔ دنیا میں جتنے کام ہوتے ہیں۔ وہ خدا ہی کرتا ہے۔ اعتبار نہ ہو تو اصول موضوعہ نمبر ۱ میں وید منتر ملاحظہ ہو۔ اور بچوں کی سی باتیں چھوڑ دو۔

آریہ نمبر ۸

قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا نے ہزاروں فرشتے اہل اسلام کی خاطر لڑانے کیلئے بھیجنے کا وعدہ کیا۔ افسوس ہے کہ وہ آسمانی مدد تاہنوز مفقود الخبر ہے۔ بیچارے مسلمان روس آسٹریا سے نکالے گئے یورپ سے انکو شکست ہوتی۔ افریقہ میں خستہ ہوئے۔ ہندوستان میں سلطنت کھو بیٹھے۔ مگر آسمانی فرشتوں نے ان کی کچھ مدد نہ کی۔ ممکن ہے کہ فرشتے اہل فرنگ کی توپوں کی آواز سے ڈر کر آسمان میں ہی چھپ رہے ہوں۔ یا راستہ بھول گئے ہوں۔ بھلا ایسی لغویات کیا قابل تسلیم ہیں؟ (انفال ۹)

مسلمان نمبر ۸

"پیو پرپوت پتا پر گھوڑا بہتا نہیں پر تھوڑا تھوڑا" یہی سوال دیانند جی نے ستیارتھ پرکاش چودھویں باب کے ۵۱ میں کیا ہے اسکا مختصر جواب تو یہ ہو سکتا ہے سہ

تو آشنائے حقیقت نہ خطا اینجاست

مگر ہم اسی پر قناعت نہیں کرتے۔ بلکہ اصل حال عرض کرتے ہیں۔ بیشک ہم مانتے ہیں۔ کہ مسلمان آسٹریا سے تو کیا ہندوستان جیسے ملک سے بھی جسکا انہوں نے بزور شمشیر فتح کر کے غلاموں کو دو دو روپیہ پر فروخت کیا تھا جہاں پر انکی حکومت ہزار سال تک رہی تھی۔ جس ملک کو بوجہ امن و آمان کے ہندوستان جنت نشان کہا جاتا تھا) کچھ عجب نہیں کہ ... سے باہر دھکیل دیئے جاویں۔ کیا معنی؟ ہم

دھکیلے جاوینگے۔ بلکہ سچ پوچھو تو ہم اُس زمانہ کے منتظر ہیں۔ خدا وہ دن لائے کہ سوتا شیر ان گیدڑوں کی چھیڑ چھاڑ سے کسطرح جاگے۔ اور ہوش سنبھالے۔ کیوں؟ اس لئے مسلمان وہ مسلمان نہیں رہے۔ جن سے فرشتوں کے ذریعے مدد دینے کا وعدہ تھا۔ گئے وہ مسلمان اللہ اللہ!

نظم

سب اسلام کے حکم بردار بندے	سب اسلامیوں کے مددگار بندے
خدا اور نبی کے وفادار بندے	یتیموں کے بیوؤں کے غمخوار بندے
وہ کفر و باطل سے بیزار سارے	نشے میں مئے حق کے سرشار سارے
جہالت کی رسمیں مٹا دینے والے	کہانت کی بنیاد ڈھا دینے والے
سر احکام دیں پر جھکا دینے والے	خدا کیلئے گھر لٹا دینے والے
ہر آفت میں سینہ سپر کرنے والے	فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے
اگر اختلاف ان میں باہم دگر تھا	تو بالکل مدار اس کا اخلاص پر تھا
جھگڑتے تھے لیکن نہ جھگڑوں میں شر تھا	خلاف آشتی سے خوش آئندہ تر تھا
یہ تھی موج پہلی اُس آزادگی کی	ہرا جس سے ہونیکو تھا باغ گیتی
نہ کھانوں میں تھی واں تکلف کی کلفت	نہ پوشش سے مقصود تھی زیب و زینت
امیر اور لشکری کی تھی ایک صورت	فقیر اور غنی سب کی تھی ایک حالت
لگایا تھا مالی نے اک باغ ایسا	نہ تھا جس میں چھوٹا بڑا کوئی پودا
خلیفے تھے اُمت کے ایسے نگہباں	ہو گلہ کا جیسے نگہبان چوپاں
سمجھتے تھے ذمی و مسلم کو یکساں	نہ تھا عبد و حر میں تفاوت نمایاں
کنیز اور بانو تھیں آپس میں ایسی	زمانہ میں ماں جائی بہنیں ہوں جیسی
رہ حق میں تھی دوڑ اور بھاگ اُن کی	فقط حق پہ تھی جس سے تھی لاگ اُن کی
بھڑکتی نہ تھی خود بخود آگ اُن کی	شریعت کے قبضے میں تھی باگ اُن کی

Marfat.com

جہاں کردیا نرم نرما گئے وہ	جہاں کردیا گرم گرما گئے
کفایت جہاں چاہیئے واں کفایت بچی اور تُلی دشمنی اور محبت	سخاوت جہاں چاہیئے واں سخاوت نہ بے وجہ الفت نہ بے وجہ نفرت

جھکا حق سے جو جھک گئے حق سے وہ بھی
رکا حق سے جو رُک گئے حق سے وہ بھی
(حالی)

سنو! قرآن شریف خود اس حکم کو مقید کرتا ہے۔ غور سے پڑھو!

اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ

"یعنی تم ہی غالب رہوگے۔ بشرطیکہ تم ایمان میں مضبوط ہو"

ہاں یاد آیا۔ وید میں تو یہ لکھا تھا۔

"تمہارے ہتھیار میری عنایت سے مضبوط اور فتح نصیب ہوں۔ بدکردار دشمنوں کی شکست اور تمہاری فتح ہو۔ تمہاری فوج جرّار کارگذار اور نامی گرامی ہوتا کہ تمہاری عالمگیر حکومت روئے زمین پر قائم ہو" (رگوید اسٹک اوّل ادھیائے ۳ ورگ ۱۸ منتر ۲)

اب کیا بات ہے کہ روئے زمین کی بجائے دنیا کے چپّہ بھر ٹکڑے پر بھی ویدک حکومت نہیں پائی جاتی۔ کیا غازی محمود غزنوی یا محمد غوری نے دضو کرکے اس پر دم کر دیا نہیں نہیں ایسا نہیں کیا۔ بلکہ اسی رگوید میں لکھا ہے۔

جب تک لوگ دہرم پر چلتے رہتے ہیں۔ تب سلطنت بڑھتی ہے۔ اور جب بداعمال ہو جاتے ہیں تو راج نیست و نابود ہو جاتا ہے" (منڈل اسوکت ۳۹ منتر ۲)

سنو! قرآن شریف بھی آیت مذکورہ میں یہی مطلب بتلاتا ہے۔ کہ اگر تم ایمان میں کامل ہوگے۔ تو ہمیشہ غالب رہوگے نہیں تو نہیں۔

ہاں اس سے مسلمانوں کی بداعمالی کا ثبوت بیشک ملتا ہے جو یہ ہمارا قصور ہے

لہ۔ کس قدر مقام شکر ہے کہ مہاشہ دہرمپال آج خود غازی محمود کہلاتے ہیں (ثرک)

کہ ہم اپنے اوس پڑوس کی صحبت سے متاثر ہو کر خدا کے حکموں سے غافل ہو بیٹھے جس کا
نتیجہ اچھا نہ ہوا۔

هــرچه برماست ازماست

مگر آپ ایسے نہ ہو جیئے! بلکہ اپنے باپ میاں جی سلطان محمد مرحوم کے سپوت
بیٹے چشم ما روشن دل ما شاد۔

آریہ نمبر ۷۹

قرآن کی تعلیم ہے کہ ذوالقرنین نے مغرب میں جا کر دیکھا
کہ سورج ایک دلدل میں غروب ہوتا ہے۔ کیا خوب!
مگر ذوالقرنینی دلدل کا جہاز رانوں کو تاہنوز پتہ نہیں ملا۔ امریکہ ملگیا۔ آسٹریلیا
بہت سے اور جزیرے بھی ملگئے ذوالقرنینی دلدل نہ ملی۔ کیا خشک ہو گئی
ہے؟ یا آسمان پر چڑھ گئی ہے۔ حاضرین! ایک معمولی جغرافیہ دان بھی اس
بات کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ تو میں کیونکر کر سکتا ہوں" (کہف - ۸۶)
(واہ صاحب! آپ تو بڑے لالہ ہیں)

مسلمان نمبر ۷۹

واہ ری بے علمی اور بد صحبتی اور کورانہ تقلید! تیرا ستیاناس
تو انسان کو کیا ذلیل کراتی ہے۔ اصول موضوعہ نمبر ا کو بھی
جانے دیجئے۔ جس لفظ پر آپکو شبہ ہوا ہے وہ وَجَدَ ہے جو وِجْدان سے نکلا ہے
جو افعال قلوب سے ہے چنانچہ عربی گرامر کی ایک چھوٹی سی کتاب نحو میر ہے۔ اسمیں
افعال قلوب کو شمار کیا ہے۔ اس کا ایک بیت یہ ہے ؎

خِلْتُ باشد عَلِمْتُ پس حَسِبْتُ بازَعَمْتُ — پس ظَنَنْتُ بارَئَیْتُ پس وَجَدْتُ ویحظا

افعال قلوب بھی نہ جانتے ہوں۔ تو یوں سمجھئے! کہ اُن فعلوں (اور دھاتوؤں) میں سے
ہے جو دل اور خیال سے تعلق رکھتے ہیں۔ پس اب آیت کے الفاظ سنیئے!
حَتّٰی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ (کہف)
"یعنی ذوالقرنین جب اپنے ملک کی مغربی سمت پر پہنچا۔ تو سمندر کے کنارے
پہنچکر اس نے گمان کیا۔ کہ سورج سمندر کے پانی میں ڈوبتا ہے۔ جو بالکل

ٹھیک ہے۔ چنانچہ یہ امر مشاہدہ میں آسکتا ہے۔ اعتبار نہ ہو تو سمندر کے کنارے پر کھڑے ہو کر آزمالو۔ یا بمبئی اور کراچی والوں سے پوچھ لو بعد اس تحقیق کے ہمکو بتاؤ کہ منکر خلاف منشاء کلام کے معنے کرنے والے کون ہوتے ہیں (دیباچہ ستیارتھ مٹ)

آریہ نمبر ۸۰

قرآن کی تعلیم ہے کہ ذو القرنین نے یاجوج ماجوج کو آہنی دیوار اور سمندر کے بیچ میں قید کر دیا۔ اور عجیب الخلقت آدمی قیامت کو وہاں سے نکلینگے۔ افسوس کی بات ہے کہ یورپ والوں نے چپہ چپہ زمین تلاش کر ڈالی علاوہ ازیں زمین کی آبادی معلوم کر لی۔ مگر یاجوج ماجوج ان کو کہیں نہ ملے۔ بعضے لوگوں نے یہ کہدینا شروع کیا کہ دیوار چین سد سکندری ہے اور اہل منگولیا یاجوج ماجوج ہیں۔

(کہف آیت ۹۴)

مسلمان نمبر ۸۰

جس آیت پر آپ کو شبہ ہوا ہے۔ اور جس کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے۔

قَالُوا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ إِنَّ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ
فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلَىٰ أَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا قَالَ مَا مَكَّنِّي
فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا آتُونِي
زُبَرَ الْحَدِيدِ حَتَّىٰ إِذَا سَاوَىٰ بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوا حَتَّىٰ إِذَا
جَعَلَهُ نَارًا قَالَ آتُونِي أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا فَمَا اسْطَاعُوا أَنْ يَظْهَرُوهُ وَمَا
اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا قَالَ هَٰذَا رَحْمَةٌ مِنْ رَبِّي فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّي
جَعَلَهُ دَكَّاءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقًّا (سورہ کہف ۹۴-۹۸)

ان آیتوں میں خداتعالے نے حسب درخواست بہودیوں کے ذوالقرنین کا قصہ بیان فرمایا۔ ان آیات میں یاجوج ماجوج کا لفظ تحقیق طلب ہے۔ کہ کون کس قوم کے افراد ہیں۔ کس ملک کے باشندے ہیں؟ آیات مذکورہ بالا میں انکی کیفیت نہیں بتلائی۔ مگر ہاں ایک جامع لفظ فرمایا ہے

سب مراحل طے ہو جاتے ہیں۔ وہ کیا ہے؟

مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ

یعنی فسادی اور امن میں خلل ڈالنے والے لوٹ گھسوٹ کرنے والے"

لغت کی کتابوں میں بھی اس لفظ یاجوج ماجوج کو اجّ اجیج سے بنایا ہے جس کے معنے کئے ہیں۔ تلہب النار یعنی آگ کا جوش اور شعلہ۔ (دیکھو صحاح جوہری۔ قاموس مراح وغیرہ)

پس اب سنیئے! ذوالقرنین دورہ کرتا ہؤا جب اپنے ملک کے کسی ایسے کنارہ پر پہونچا۔ جہاں دو پہاڑوں میں ایک درہ تھا۔ جیسا ہندوستان کی مغربی سرحد پر درہ خیبر اور درۂ بولان وغیرہ تھے۔ جسکی چوڑائی بشکل چند قدم ہوگی۔ جیسی کہ درہ خیبر وغیرہ کی تھی۔ یاجوج ماجوج جن کی صفت اور کیفیت مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ تھی۔ اس درے سے گذرتے اور سرحد سکندری میں آکر فساد اور لوٹ مچاتے۔ مرہٹوں کی طرح چوتھ نہیں بلکہ سب کچھ لیجاتے۔ اُن سے تنگ آکر رعایا سلطانی نے ذوالقرنین کے پاس شکایت کی۔ جس کا ان آیات میں ذکر ہے۔ اب ان آیات کا ترجمہ سنو!

تب ذوالقرنین اپنی سرحد پر پہنچا۔ لوگوں نے کہا اے بادشاہ یاجوج ماجوج فسادی ہیں یعنی ہمارے ملک میں فساد کرتے ہیں لوٹ مچاتے ہیں۔ اگر حضور ان کا درہ ہماری جانب آنیکا بند کردیں۔ تو ہم کچھ ٹیکس بھی ادا کر دینگے۔ ذوالقرنین نے کہا مجھے نقد ٹیکس کی حاجت نہیں۔ جو کچھ خدا نے مجھے دیاہے۔ وہ تمہارے ٹیکس سے بہت اچھاہے۔ تم اس کام میں قوت سے میری مدد کرو۔ میں تم میں اور اُن میں روک کردونگا۔ تم میرے پاس لوہے کے ٹکڑے لاؤ (پس وہ لائے) اس نے حکم دیا کہ اُن کو تہ بتہ رکھو۔ اور ہر تہ میں ایک تہ کوئلوں کی رکھو۔ یہانتک کہ لوہے کے ٹکڑے جب پہاڑ کی چوٹی تک پہنچ گئے۔ تو اندازہ لگا کر اس نے حکم دیا۔ کہ ان میں آگ پھونکدو۔ جب وہ بالکل آگ ہو گئے تو اس نے کہا کہ تانبا لاؤ (جو اسی غرض سے گلا کر رکھا تھا) کہ میں اُس پر اونڈیل دوں۔ پس (لوہا اور تانبا ملکر ایسی مضبوط

دیوار بن گئی کہ) یا جوج ماجوج اس پر نہ چڑھ سکے۔ اور نہ اس میں سوراخ کر سکے
یہ دیکھ کر ذوالقرنین نے کہا۔ کہ یہ میرے پروردگار کی رحمت ہے کہ ایک آسان
تجویز سے ایسے مفسدوں کی روک تھام ہو گئی۔ جبتک خدا چاہیگا۔ یہ دیوار رہیگی
اور جب اس کا حکم اس کے گرنے کے متعلق آ پہونچیگا۔ (جیسا کہ دنیا کی ہر ایک
چیز کیواسطے قاعدہ ہے) تو اس ٹکڑے ٹکڑے کر دیگا۔ اور میرے پروردگار کا وعدہ
یعنی حکم بالکل سچا ہے"

ان آیات سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ یہ کہ ذوالقرنین کی سرحد پار مفسدوں کی ایک قوم تھی۔ جو پہاڑ کے درے سے آکر اسکی رعایا کو ستاتے تھے۔ رعایا کی فریاد پر سلطان نے اس درے کو بند کرا دیا۔ اور بس۔ جس سے مفسدوں کا آنا جانا بند ہو گیا۔ جس کی مثال کیلئے خدا نے ہماری مغربی سرحد پر درہ خیبر پیدا کر رکھا ہے۔ اگر یہ درہ بند کر دیا جائے۔ تو آفریدیوں کی آمدورفت بالکل بند ہو سکتی ہے۔ چنانچہ ان پہاڑیوں کیساتھ سرکار انگریزی نے کئی دفعہ ایسا کیا اور کامیاب ہوئی۔ پس اس مختصر اور معمولی واقعہ کی کنج کاؤ کرنا کہ وہ دیوار کہاں ہے اور وہ قوم کہاں؟ ایک فضول حرکت ہے۔ پہاڑی سلسلوں میں دو نہیں بہایت تین گز چوڑا درہ کیا نسبت رکھتا ہے۔ جسکی بندش بھی ایسے طریق سے کیگئی ہو۔ جس کا ذکر آیت میں مذکور ہے۔ ایسا اس مفسد قوم کا پتہ تلاش کرنا تضیع اوقات اور دیوانہ پن نہیں تو کیا ہے۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ دنیا میں کئی قومیں بنکر بگڑتی ہیں۔ مفسد سے مصلح ہوتی ہیں۔ دور کیوں جاتے ہو۔ اپنے ہندوستان ہی کو لیجئے ایک زمانہ تھا کہ یہاں مرہٹوں کی قوم اعلےٰ درجہ کی یاجوج ماجوج کی طرح مفسد تھی۔ اب آجکل کیا ہے؟ علی ہذالقیاس کوئی قوم اُس وقت بھی ذوالقرنین کی سرحد پر ایسی مفسد ہوگی۔ جو مرہٹوں کیطرح لوٹ مار کرتی ہوگی جسکی روک تھام سلطان ذوالقرنین نے کر دی جس سے اُسکی رعایا کو امن نصیب ہوا۔ بعد ازاں زمانہ کے انقلاب سے اس قوم میں

Marfat.com

بھی تنزل آیا۔ یا تو ملیا میٹ ہو گئی یا روبا صلاح آگئی۔ ہاں بتعلیم قرآن ہم مانتے ہیں کہ قریب قیامت کے بھی یاجوج ماجوج نکلینگے جو اُسی قسم کے فساد اُٹھائیں گے جیسے ذوالقرنین کے سرحدی مفسد فساد کیا کرتے تھے اور دنیا کے امن میں خلل انداز ہونگے پھر اس پر کیا اعتراض؟ اور جو حدیثوں میں آتا ہے کہ یاجوج ماجوج دیوار کو چاٹتے ہیں تھوڑا سا سوراخ اس میں ہو گیا ہے۔ وہ آنحضرت کے ایک خواب کا بیان ہے جس سے مراد اُن مفسدوں کا قرب ظہور بتلانا ہے یعنی وہ زمانہ قریب ہے کہ ایسے مفسد دنیا میں پیدا ہونگے اور ضرور ہونگے۔

آریہ نمبر ۸۱ قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا نے آسمان بغیر ستونوں کے ... [1] آراستہ پیدا کئے ہیں۔ اور جب کوئی شیطان چپ چاپ اوپر جا کر فرشتوں کی بات چیت سننے لگتا ہے تو اس کے ستارے توڑ کر مارے جاتے ہیں۔ اور شیطان اس آتش باری سے ڈر کر بھاگ آتا ہے بیشک شیطان اگر اپنی شیطانی سے باز نہ آوے۔ تو ایک دن آسمان ستاروں سے خالی ہو جائیگا اور پھر چاند اور سورج توڑ کر مارنے کی نوبت آجائیگی پھر کسی روز ساتوں آسمان بھی شیطان کے سر مارے جاوینگے

(صافات ۷-۱۰)

مسلمان نمبر ۸۱ بابو صاحب جھوٹ بولکر فتح پانا شکست کھانے کے برابر ہے مگر آپ اپنی عادت میں مجبور ہیں کہ ایسے مکروہ کام سے بھی باز نہیں آتے۔ بھلا کس آیت کا ترجمہ ہے کہ "ستارے توڑ کر مارے جاتے ہیں" اصل لفظ یہ ہیں:۔

فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ

جس کا مطلب یہ ہے کہ شیطان جب روحانیات میں تجسس احوال کیلئے جاتے ہیں تو ستاروں کی تاثیر انکو وہاں پہنچنے سے مانع ہوتی ہے۔ نہ یہ کہ ستارے توڑ کر اُسے

[1] یہاں کا لفظ پڑھا نہیں گیا۔ ۱۲

مارے جاتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی سمجھو کہ تیز جلتی آگ کی طرف کوئی شخص زور سے جانا چاہے اور آگ کا سینک اور شعلہ اس کو رسائی سے مانع ہو۔ یا کوئی شخص بلندی پر پہنچتا پہنچتا سورج کو نظر بھر کر دیکھنا چاہے تو کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ٹھیک اسی طرح شیطانوں کی ناکامی کی مثال ہے۔ کہ روحانیات میں مداخل ہوتے ہیں۔ تو تاروں کی تاثیر سے ناکام واپس آتے ہیں سنو! قرآن بتلاتا ہے۔

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِلشَّيَاطِينِ

یعنی خدا فرماتا ہے۔ ہم نے آسمان کو تاروں سے زینت بخشی ہے اور ان ستاروں کو شیطانوں کے لئے دھتکار بنایا ہے"

اگر توڑ توڑ کر گرائے جائیں تو زینت کیسے رہے؟ پس مطلب وہ ہے جو ہم نے بتلایا۔

آریہ نمبر ۸۲ قرآن کی تعلیم ہے کہ روزوں کے دنوں میں اس وقت تک کھانا جائز ہے جب تک کہ صبح کی سفیدی اتنی نمودار نہ ہو جائے۔ کہ سفید دھاگے کو سیاہ دھاگے سے تمیز کیا جا سکے۔ اس کے بعد تمام دن منہ بند رکھنا چاہیئے آدھی رات کو کھانا کتنا خلاف قانون قدرت ہے۔ چرند پرند درند۔ کیڑے مکوڑے بھی اکثر رات کو آرام کرتے ہیں۔ مگر روزے دار کو پیٹ کی ... ہوتی ہے۔ عرب میں تو یہ قانون چل گیا۔ مگر خدا کو ... کہ زمین کے شمالی اور جنوبی قطب کے رہنے والے کس طرح روزہ رکھا کریں گے کیا چھ ماہ تک ان کو بھوکا مرنا پڑیگا۔ کتنی ادھوری تعلیم ہے

(بقرہ ۔ ۱۸۷)

مسلمان نمبر ۸۲ اگر آپ نے قرآن شریف پڑھا ہوتا۔ تو آپ کو یہ سوال کرنے کی نوبت نہ آتی۔

سنیئے! قرآن شریف کے متعدد مقامات پر یہ مضمون ملتا ہے۔

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا

یعنی خدا کسی جان کو اسکی طاقت سے بڑھکر حکم نہیں دیا کرتا" بس یہ تو عام اصول (جنرل رول) ہے تمام حکم اسکے ماتحت ہیں۔ پس جس قوم یا جس شخص سے حکم برداشت نہ ہوسکے اُس کے لئے یہ حکم ہی نہیں۔

اور اگر آپ اسی آیت پر بھی جس میں روزہ رکھنے کا حکم ہے۔ غور کرتے تو آپ کو معلوم ہوجاتا کہ جس جگہ چھ مہینوں کا ایک دن ہے وہاں کی بابت خدائے علام الغیوب نے اسی آیت میں ایک لفظ رکھا ہے۔ جو اُن کو اس حکم سے رہائی دلاتا ہے۔ کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے۔

فَمَنْ شَہِدَ مِنْکُمُ الشَّہْرَ فَلْیَصُمْہُ

یعنی جو کوئی رمضان کا مہینا پائے۔ وہ روزہ رکھے۔ حالانکہ چھ مہینے کا دن ہونے کی وجہ سے وہاں (شمالی۔ جنوبی قطب میں) رمضان کا مہینا ہی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ

آں زمیں را آسمانے دیگر ست

پس پہلے آپ یا آپ کا کوئی آریہ دوست ہمیں بتلا دے۔ کہ وہاں دنوں کا شمار کیونکر ہوتا ہے اور رمضان کا مہینا کس طرح ہے۔ تو ہم بھی آیت مرقومہ بالا سے روزہ کا حکم بتلا دیجئے۔ کہ نہیں

آں رات کی تکلیف کی بات بھی خوب سوال کیا۔ اوّل تو یہ ضرور نہیں کہ رات کو جاگتے رہیں۔ بلکہ صرف آسانی کیلئے چند لقمے کھا لیں نیز اس لئے کہ صبح سویرے اُٹھ کر خدا کی یاد ہو۔ سنو! قرآن شریف بتلاتا ہے۔

وَبِالْاَسْحَارِ ہُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ

یعنی خدا کے نیک بندے سحر کو (صبح سے پہلے) اللہ سے بخشش مانگا کرتے ہیں کیونکہ رات کو دن چڑھے تک سوتے رہنا۔ حیوانوں میں سے بدتر حیوان کا کام ہے۔ خدا کے بندوں کو ایسی عادت سے الگ رہنا چاہئے۔ یہی

Marfat.com

تو لطف ہے کہ اپنے آرام کو جبتک نہ کھوئیگا۔ سدا آرام کیسے پائیگا۔

بابو صاحب! آئیے ہم آپ کو یہاں ہی تماشا دکھاتے ہیں۔ آپ کو قطب شمالی کی سیر کی تکلیف نہیں دیتے۔ آپکے گرو سوامی دیانند جی حسب تعلیم وید دیانندیوں کو حکم دیتے ہیں۔ کہ ہر ایک آدمی کو امیر ہو یا غریب۔ حتیٰ کہ طالب علم کو بھی ہوم کا کرنا فرض ہے۔ ہوم پر کتنا خرچ آتا ہے؟ اس کا اندازہ یہ ہے کہ ہوم کے برتنوں وغیرہ کے علاوہ چندن۔ پلاس یا آم کی عمدہ عمدہ لکڑیاں جلانے کو اور سولہ آہوتی گھی جلانے آگ میں ڈالنے کو جس کا اندازہ بقول دیانند جی آٹھ تولہ ہوتا ہے۔ اتنا کرنا تو ضروری ہے۔ اس سے زیادہ کرے۔ تو افضل ہے۔ (ستیارتھ ۴۲ و ۴۳ باب اول فقرہ نمبر ۱۵ سے)

آج کل گھی آٹھ چھٹانک بکتا ہے۔ آٹھ تولہ گھی کی قیمت قریباً تین آنہ اور باقی سامان ایندھن خوشبو وغیرہ کا اندازہ چار پیسے ہی ہی بتلائیے! یہ چار آنہ کا فی کس روزانہ خرچ کیا دس روپیہ کا پیادہ مزدور یا کوئی اور کاروبار کرنے والا جس کی یومیہ آمدنی ۴ ؍ ۵ ؍ ۱۲ ؍ بلکہ روپیہ بھی ہو۔ اور اس کے گھر میں ایک بیوی اور ایک دو بچے ہوں۔ وہ فی کس ۴ ؍ یومیہ کے حساب سے ۵ ؍ ۱۲ ؍ عہ روزانہ کے خرچ کا متحمل ہو سکتا ہے؟ اور اگر ہم گرہستیوں کی رشتہ داریوں کے مختلف قسم کے دہندوں کو ملحوظ رکھیں تو ہمیں کہیں سکتے پچاس سو روپیہ ماہوار والا بھی اپنے عیال کے لئے فی کس ۴ ؍ کا ایسا وزنی ٹیکس قبول نہیں کر سکتا۔ اعتبار نہ ہو۔ تو آریوں کی صحیح تعداد بتا دیں پھر ان میں سے ہوم کرنے والوں کا حساب لگا دیں۔ تو آپ کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ ہمارا بیان کہانتک صحیح ہے۔ کیا ہی فلاسفی ہے اور کیا ہی نیک بات ہے کہ ایک آدمی معمولی غذا کیلئے تو یومیہ ۴ ؍ پر گذارہ کر سکتا ہے مگر ہوم کیلئے یومیہ فی کس ۴ ؍ چاہیئے۔ "خبر ما با چہ ازیں قصہ"

اچھا اسے بھی جانے دیجئے! آئیے ہم آپکو بتلاتے ہیں کہ ...

کی خواہش ہی نہیں۔ کہ کل دنیا اس پر عمل کرے۔ سنئے!

اگر تمام دنیا کے لوگ ایک مدت مدید تک وید کی ہدایتوں کے پابند ہو جاویں تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ یہ ہوگا کہ بوجہ نیک بختی اور صلاحیت کے یہ تو اس قابل نہ ہونگے۔ کہ حیوانی قالبوں میں جائیں۔ البتہ حیوانات اپنی اپنی مدت گذار کر حسب ہدایت وید انسانی قالبوں میں آجائینگے۔ پھر یہاں پر وہ بھی بوجہ صلاحیت اور پابندی ہدایات وید کے حیوانی قالبوں میں نہ جائیں گے۔ حتیٰ کہ آہستہ آہستہ یہ نوبت پہنچیگی۔ کہ نہ سواری کو گھوڑا گدھا نہ شہد کو مکھی نہ دودھ کو گائے بھینس نہ ہل چلانے کو بیل ملینگے۔ کسان ہل چلائیں گے تو آپ ہی کھینچیں گے۔ دودھ کی حاجت ہوگی۔ تو اپنی عورت سے مانگیں گے۔ پس بتلائیے۔ ایسی مصیبت کا وقت جس کا تصور کرتے ہی رونگٹا کھڑے ہوجاتے ہیں۔ وید کی ہدایات اور احکامات کو تمام دنیا کے لئے قابل عمل ٹھیرا سکتا ہے؟ کیوں بابو صاحب؟ ؎

ہاتھ لا اُستاد کیوں کیسی کہی؟ (تفصیل ہماری الہامی کتاب میں دیکھو)

آریہ نمبر ۸۳ قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا نے آسمان کو ہاتھوں کے بل سے بنایا اور خدا کو ذرا بھی تکان نہ ہوئی میں پوچھتا ہوں۔ کہ ہاتھ کے ساتھ آسمان بنانے کی کیا ضرورت تھی کُن کا لفظ کہدینا کافی تھا۔ آسمان بن گیا ہوتا۔ یہ مانا جاسکتا ہے کہ ربُّ القرآن چونکہ بہت طاقتور اور زور آور ہے۔ اس لئے ہاتھ کے ساتھ کام کرکے عام مزدوروں کی طرح کچھ تکان نہ ہوئی۔ مگر وہ کُنْ کا لفظ کیوں بھول گیا۔ شائد ہاتھ کی طاقت دکھانے کیلئے۔ افسوس نادان لوگوں نے کیا کو کیا بنادیا ہے۔ (ذاریات ۴۷)

مسلمان نمبر ۸۳ کیا ضدی اور متمرد اور عقل کا دشمن ہے۔ جو متکلم کے خلاف منشاء کلام کے معنے کرتا ہے (دیباچہ ستیارتھ ص)

علاوہ محصول۔

اصل قرآنی الفاظ یہ ہیں:-

وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ

اَیْد جمع یَدْ کی ہے جسکے معنے لغت عرب میں قوت اور قدرت کے بھی ہیں (دیکھو قاموس صراح وغیرہ) پس آیت کے معنی یہ ہوئے۔ کہ ہم (خدا) نے آسمانوں کو اپنی قوت اور قدرت سے یعنی بلا کسی کی مدد کے پیدا کیا ہے اور ہم بہت بڑی فراخی اور قوت والے ہیں"

کہیئے! کیا اعتراض ہے؟ لئے کیا بے سمجھ اور جاہل ہے جو آگے پیچھے کلام کو نہ دیکھے (ہومکا ص۵۲)

کُنْ کی تحقیق پہلے نمبروں میں ہو چکی ہے۔ علاوہ اس کے اصول موضوعہ نمبر۱۴ کو دیکھو

آریہ نمبر ۸۴ قرآن کی تعلیم ہے۔کہ خدا نے زمین پر پہاڑ اس لئے رکھے ہیں۔کہ وہ آدمیوں کے بوجھ سے ہل نہ جائے۔افسوس ہے پھر بھی زمین کی سردردی دُور نہ ہوئی۔ اور برابر گھوم رہی ہے۔اور اکثر مارے سردرد کے کانپ اُٹھی ہے۔کجا موجودہ روشنی اور کجا قرآن کی تعلیم۔بھلا دونوں کا میل ہو سکتا ہے (انبیاء ۳۱)

مسلمان نمبر ۸۴ آپ نے جو حوالہ اس مقام کا دیا ہے وہ غلط ہے۔اس مقام پر اس کا اشارہ بھی نہیں۔ہاں ہم بغرض تحقیق اپنی عادت کے موافق خود ہی بتلائے دیتے ہیں۔کہ قرآن شریف میں یہ مضمون اس طرح ہے کہ پہاڑوں کو خدا نے زمین پر مثل میخوں کے جڑ دیا ہے تاکہ وہ نہ لے گرے۔غور سے سُنو!

اَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ

جس کا فارسی ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے یوں کیا ہے "افگند بر زمین کوہ ہائے محکم برائے احتراز آنکہ بجنباند شمارا"

اگر عربی گرامر کے قاعدے سے سمجھنا چاہو۔ تو بات صاف ہے تمید فعل لازم ہے کہ کو ب جارہ کیا تھ مفعول بہ بنایا گیا ہے۔ پس آیت کے معنے یہ ہیں کہ پہاڑوں کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ زمین (درصورت نہ ہونے پہاڑوں کے) بوجہ اپنے ہلکاپن کے تم کو اور تمہاری عمارتوں کو ہلاتی نہ رہے کہیئے! اسپر کیا اعتراض ہے؟ کونسی سائنس کی ٹانگ لوٹ گئی کو سنے گدھے کے سینگ نکل آئے۔

ہاں! یہ خوب کہی کہ اب بھی گھومتی ہے۔ بابو صاحب معاف رکھیئگا ع

تو آشنائے حقیقت نہ خطا اینجاست

آپکو ایسی کیا جلدی تھی کہ آپنے کسی معقول پسند مولوی سے قرآن شریف کا ترجمہ نہ پڑھ لیا تاکہ اس بیخبری میں آپکو یہ دن دیکھنا نصیب ہوتا" ہائے کیا پاپی ہے۔ جو متکلم کا مطلب نہ سمجھے (دیباچہ ستیارتھ مٹ) ہائے کیسا ناپاک باطل ہے جو آگے پیچھے کلام کو نہ دیکھے (بھومکا مدہ) سنیئے؟ جس حرکت کا یہاں اس آیت میں انتظام بتلایا گیا ہے۔ وہ ڈانواں ڈول حرکت ہے۔ جیسی بیڑی کو دریا میں طوفان اور طغیانی کے وقت ہوتی ہے جو بندوں کے کاروبار میں خلل انداز ہو۔ نہ کہ باقاعدہ دولابی حرکت جو کسی طرح سے بندوں کو ہارج ہو پس اگر آپکے پاس کوئی علمی دلیل اس دعویٰ پر ہے کہ زمین گھومتی ہے تو لاؤ قرآن شریف للکار کر کہتا ہے۔

ائْتُونِي بِكِتَابٍ مِّن قَبْلِ هَٰذَا أَوْ أَثَارَةٍ مِّنْ عِلْمٍ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ

یعنی اے قرآن کے مخالفو! عقل کے مدعیو! الہام کے دعویدارو! قرآن کے خلاف کوئی سچی کتاب لاؤ۔ یا کوئی عقلی اور علمی دلیل پیش کرو۔ اگر تم کو کچھ علم ہے تو سامنے آؤ

جب آپ ہمکو کسی علمی دلیل اور عقلی برہان سے زمین کی حرکت منوالینگے۔ تو ہم بھی آپکے سامنے فوراً ایک آیت قرآنی پیش کرکے دکھا دیںگے۔ بلکہ آپ ہی سے کہلوا لینگے کہ قرآن نے یہ اصول اس وقت سے بتلایا ہوا ہے جب دنیا بھر میں عموماً اور عرب میں خصوصاً کوئی بھی حرکت کا قائل نہ تھا۔ جبوقت دنیا کے کل دفاتر پر اہل یونان کے فلسفہ کا اثر تھا کہ زمین بلکہ آسمان حرکت کرتا ہے۔ اس وقت قرآن نے یہ بتلایا تھا۔

Marfat.com

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِیْ اَتْقَنَ کُلَّ شَیْءٍ
مگر جب تک آپ یا آریہ سماج کا کوئی ممبر بی۔ اے ہو یا ایم اے کسی دلیل سے زمین کی حرکت ثابت نہ کرلے ہم اس آیت کا ترجمہ کرکے مطلب نہ بتلادیں گے۔

اگر روحانی باپ کی طرح زلزلوں کا شبہ ہو تو "حق پرکاش بجواب ستیارتھ پرکاش" دیکھو

آریہ نمبر ۸۵

قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا آسمان اور زمین کو تھام رہا ہے ایسا نہ ہو۔ کہ اپنی اپنی جگہ سے اِدھر اُدھر ہٹ جائے۔ افسوس خدا کی قدرت کتنی کمزور ہے کہ زمین بنا کر اس کو تھامنا پڑا شاید اسی لئے قرآن میں کہا ہے۔ کہ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ یعنی خدا کو نہ تو کبھی نیند آتی ہے۔ اور نہ ہی اونگھ۔ بھلا اتنے کھیڑے ڈال کر خدا کو نیند کہاں نصیب۔ ذرا اونگھ پڑے تو زمین ہاتھ سے گر پڑے یا آسمان چھوٹ جاوے اور سب کچھ کیا کرایا خاک میں مل جاوے۔ بعضے مفسروں نے یوں لکھا ہے کہ جب یہودی وغیرہ لوگوں نے کہا کہ عیسیٰ خدا کا بیٹا ہے تو زمین اور آسمان اس کلمہ کفر کو سن کر پھٹنے ہی کو تھے۔ کہ خدا نے اسکو پکڑ لیا۔ اور پھٹنے سے باز رکھا۔ افسوس ہے ایسی روشنی پر (فاطر ۱۲)

مسلمان نمبر ۸۵

کیا کہیں ؏ "چو احمق در جہاں باشد کسے بے زر نخواہد ماند" ہم نے اصول موضوعہ نمبر ۲ ہی میں ایسے سوالات کی جڑ کاٹ دی ہوئی ہے ناظرین! ورق الٹنے کی تکلیف گوارا کریں تو بابو صاحب کی داد دیں ہمارا دل نہیں چاہتا کہ اس موقعہ پر کچھ لکھیں۔ ہاں یہ خوب کہی کہ یہودیوں وغیرہ نے کہا تھا کہ عیسیٰ خدا کا بیٹا ہے۔ بہت خوب! ؏

سلہ یہ بندش طبع اول کے وقت تھی جبکہ ہمارے مخاطب آریہ سماج میں دال بالکل کھاتے تھے اب تو سید الطعام نوش کرتے ہیں اس لئے ہم اس آیت کا ترجمہ کر دیتے ہیں تریٰ فعل مضارع ہے جو زمانہ حال کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے پس معنے یہ ہیں کہ تم پہاڑ کو دیکھکر سمجھتے ہو کہ وہ ایک جا جمے ہوئے ہیں حالانکہ وہ بادلوں کی طرح چل رہے ہیں یعنی زمین مع پہاڑوں کے حرکت کر رہی ہے ۱۲ سلہ خدا جہان کیلئے علت موجدہ اور مبقیہ دونوں ہے ۱۲ منہ

Marfat.com

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا ۔ اَلَا یَا اَیُّہَا السَّاقِی اَدِرْ کَاسًا وَّ نَاوِلْہَا۔
یہودی کہاں اور حضرت عیسےٰ کہاں اور خدا کا بیٹا کہاں۔ یہ بالکل اُس کی مانند ہے۔ جو کوئی یوں کہے کہ "دہرم پال آریہ کی دوکان سے گوشت لایا ہوں"

عیسائیو! سنتے ہو؟ آج بابو صاحب کی کوشش سے یہودیوں نے بھی مسیح کو خدا کا بیٹا مان لیا۔ پس تم بابو صاحب کو اس شکریہ میں لنڈن ٹائپ کی انجیل مرصع جلد والی (وِدِ تھینکس) تحفہ بھیجو۔ کیوں نہو۔ ایسے مصنف کے حامی ایسے ہی مفسر ہوتے ہیں ع اینچنیں رقاص را باید دوسے اینچنیں

بابو صاحب! آپ ہمیشہ ایسے ہی مفسروں کا نام لیا کرتے ہیں۔ سنیئے! ہم آپکو بتلاتے ہیں۔ گویہ تو آپکی معمولی گپ ہے۔ مگر ہاں اتنا بتلاتے ہیں۔ کہ مفسرین بھی مختلف طبائع کے ہوتے ہیں۔ ایک تو ایسے ہوتے ہیں۔ کہ ہر ایک بات کو جانچ تول کر کہتے ہیں۔ ایک ایسے بھی ہیں۔ کہ جو کچھ سنا دہ کہدیا۔ جس کی مثال آپکے ویدک عالموں میں بھی ملتی ہے۔ آپ نے سنا ہوگا۔ وید کے عالموں میں بعض ایسے بزرگ بھی ہیں۔ جنہوں نے لکھا ہے۔ کہ وید میں حضرت محمد رسول اللہ کا نام بھی مرقوم ہے دیکھو ستیارتھ پرکاش ص۴۳۹ باب۱۴ اخیر علاوہ اسکے ہم مسلمانوں میں دستور ہے کہ ہم کسی مفسر کی بات بلا دلیل نہیں مانا کرتے۔ بس اس اصول کو یاد رکھو اور آئندہ کو مفسروں کا نام ہوش سے لیا کرو۔ اور معتبر اور غیر معتبر میں تمیز کیا کرو۔

آریہ نمبر ۸۶ قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا نے مختلف کام سرانجام دینے کے لئے فرشتے مقرر کئے ہوئے ہیں۔ ان فرشتوں کے پَر ہوتے ہیں۔ بعضوں کے دو دو اور بعضوں کے تین تین اور بعضوں کے چار چار اور بعض کے اس سے بھی زیادہ۔ مفسروں نے تو جبرائیل کے چھ سو پَر بیان کئے ہیں۔ ناداں لوگ تو یہاں تک بھی بیان کرتے ہیں کہ جبرائیل کا پر مشرق میں اور دوسرا مغرب میں پہنچتا ہے اور فرشتوں کے متعلق عجیب گھڑت بنائے ہوئے ہیں۔ چنانچہ دو فرشتے

Marfat.com

ہاروت ماروت بابل کے کنویں میں تاہنوز قید ہیں شاید بابل شہر کھنڈرات کھودتے کھودتے یہ فرشتے بھی مل جائیں۔ میں ان عجیب الخلقت پر دار جانوروں کی ہستی کو تسلیم نہیں کر سکتا (فاطر ۱)

مسلمان نمبر ۸۶

کیا اسی لیاقت پر تم اترایا کرتے ہو۔

ہاں صاحب! بیشک قرآن شریف میں فرشتوں کا ذکر ہے مگر آپ اعتراض کرتے ہوئے آپ نے اتھروید پڑھا ہوتا تو نادم ہوتے سنو!

"تینتیس دیوتا اُس پرماتما کے تقسیم کئے ہوئے فرائض کو پورا کر رہے ہیں۔ یا اسکی قدرت کے جزوی مظہرات ہیں" (کانڈ ۱۰۔ پرپھاٹک ۲۲۔ انوواک ۴۔ منتر ۲۷)

روحانیت کا سلسلہ جو خدا نے پیدا کیا ہے۔ اس میں ایک نوع فرشتوں کی بھی ہے اور ایک قسم جنوں کی جنکی نفی کرنے سے روح کی نفی لازم آئیگی اور دہریت کی بنیاد مضبوط ہوگی۔ ہاں یہ آپ پر واضح رہے کہ ہاروت ماروت فرشتے نہ تھے اور نہ بابل کے کنویں قید ہیں۔ آپ نے قرآن شریف غور سے نہیں پڑھا۔ نادانوں کی باتوں اور صحبت نے آپ کو بھی نادان بنا دیا۔ تفسیر کبیر پڑھو یا تفسیر ثنائی جلد اوّل دیکھو جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہاروت ماروت دو شخص مکار پیر پارسا تھے جو لوگوں کو تعویذ گنڈے دیا کرتے تھے۔ فرشتے چونکہ مجردات ہیں اس لئے انکے پروں سے مراد اُن کے قوتیں ہیں۔ یا جس وقت وہ کسی جسمانی شکل سے متشکل ہوتے ہیں اسوقت کے پَر مراد ہیں والعلم عند اللہ

آریہ نمبر ۸۷

قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا دوزخ کے دن[۱] قیامت سے پوچھیگا۔ کیا تو اتنے آدمی اور پتھر کھا کر سیر ہوگی یا نہیں؟ پیٹو جہنم بولیگی۔ کیا کچھ اور بھی باقی ہے؟ یعنی اگر اور کچھ باقی ہے تو دیجئے۔ خدا اُس کے پیٹو پن کو دیکھ خاموش ہو جائیگا۔ اور کچھ جواب نہیں دیگا۔ بیشک خدا کا کچھ جواب نہ دینا تہذیب کے سراسر خلاف ہے مفسر لوگوں نے اس کا یہ جواب دیا ہے۔ کہ خدا اپنے دونوں پاؤں دوزخ میں ڈال دیگا۔ اور جہنم کو سیر کریگا۔ افسوس صد افسوس ایسی تعلیم پر۔

[۱] بابو صاحب! دوزخ کا دن کون ہے؟ وہ تو نہیں جس دن تمہاری ...

Marfat.com

(ق۔ ۳۰)

مسلمان نمبر ۸

"ہائے! کیا ضدی اور متمرد ہے جو کلام کا مطلب اُلٹا بیان کرے"
(دیباچہ ستیارتھ مت)

بابو صاحب! سنئے! خدا خاموش رہیگا۔ بلکہ قاعدہ جواب دیگا۔ مفسّروں کا نام جو آپ نے لکھا ہے یہ مضمون صحیح حدیثوں میں اس آیت کے متعلق یوں آیا ہے۔

حَتّٰی یَضَعَ رَبُّ الْعِزَّةِ فِیْهَا قَدَمَهٗ

یعنی دوزخ مانگتی رہیگی اور خواہش کرتی رہے گی۔ جبتک خدا اپنا قدم اُس میں نہ رکھیگا۔ شائد آپ اور آریہ سماج کے کل ممبران خوش ہونگے۔ کہ خدا کا قدم تو ثابت ہوا۔ وہ بھی جہنم میں۔ مَیں چاہتا تھا۔ کہ سماج کو یہ خوشی ذرہ دیر پلے۔ اور ایک دو روز بغلیں بجاتے پھریں۔ اور اچھلتے کودتے پھلانگتے چھلانگیں مارتے مارتے کسی پٹھان مولوی سے یہ سوال پیش کرکے ٹکہ حاصل کریں۔ مگر مجھے خیال آتا ہے کہ آپ جواب کے منتظر ہونگے اس لئے بتاتا ہوں۔ دیکھو قاموس جو عربی لغت (ڈکشنری) میں ایک معتبر اور مشہور کتاب ہے اس میں لکھا ہے۔

یضع رب العزۃ فیہا قدمہ ای الذین قدمہم الی النار من الاشرار فہم قدم الله للنار

یعنی جو چیز طیار کرکے کسی مطلب کے واسطے بھیجی جاوے اس کو بھی قدم کہتے ہیں۔ جیسے ریل کے انجن کے لئے کوئلوں کے گٹھر یا لکڑیوں کے گڈے۔ تو بس مطلب یہ ہے۔ کہ دوزخ ہمیشہ زیادتی چاہے گی اور خواہش کرتی رہے گی جب تک خدا تعالیٰ تمام مشرکوں کافروں اور بد دینوں ضدیوں اور سرکشوں متکبردل جو اُسکے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ اس میں نہ ڈالیگا جب ڈال دیگا۔ تو وہ کہیگی قط قط (بس بس)۔ ایسا ہی لغت حدیث کی معتبر کتاب مجمع البحار اور امام بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات میں بھی ہے۔ ایک روایت میں قدم کی بجائے رجل کا لفظ آیا ہے۔ اس کے معنے بھی قاموس اور مجمع میں طائفہ کے کئے ہیں۔ یعنی

Marfat.com

وہ جماعت جو دوزخ کے لائق ہوگی۔ جب دوزخ میں ڈالی جائیگی۔ تو دوزخ بس بس کریگی۔ کہیے! آگے پیچھے کو نہ دیکھنے والے کون ہوتے ہیں؟ (بھومکا صد ۵۲)

آریہ نمبر ۸۸ قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا دوزخ کو آدمیوں جنوں اور پتھروں سے بھریگا۔ معلوم نہیں جن کون ہونگے اور کون ہیں۔ بھوتنے اور چڑیلوں کا ذکر تو چھوٹے ہوئے سنا کرتے تھے مگر جنوں کا ذکر قرآن سورہ جن اور دیگر آیات سے ہی پڑھنے میں آیا ہے۔ بھلا پتھروں نے کیا گناہ کیا۔ کہ اُن کو دوزخ میں ڈالا جائیگا؟ یہ شائد اس لئے ہو کہ مورتی پوجکوں کو وہاں مورتی بنانے کے لئے پتھروں کی تلاش میں اِدھر اُدھر نہ جانا پڑے۔ بلکہ دوزخ میں سے ہی پتھر لے کر مورتی بنا کر پوجنے لگ جائیں۔ اور یہ قرآن کا حل شدہ مسئلہ ہے کہ تمام مورتی پوجک دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ خدا ہر ایک چیز کا شامان اُس کے ساتھ رکھتا ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا۔ اگر موجودہ زمانے کی روشنی کیساتھ خدا قرآن کو رکھتا (بقرہ ۲۴)

مسلمان نمبر ۸۸ لئے آگے پیچھے نہ دیکھنے والے کیسی بدبا طن ہیں (بھومکا صد ۵۲) قرآن کی دوسری آیت میں تفسیر موجود ہے۔ غور سے سنو!

اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَھَنَّمَ

یعنی مشرکو! تم اور تمہارے پتھروں کے معبود جہنم کا ایندھن ہونگے۔ پتھروں کو صرف پتھروں کے پجاریوں کی ذلت اور حقارت کے لئے ڈالا جائیگا۔ پتھروں کا گناہ تو جب پوچھنے سے پہلے یہ بتلائیے کہ ان کو عذاب کی حس بھی ہوگی؟ بے حس چیز کو جہاں چاہو رکھدو۔ گناہ کیا پوچھنا۔ بھلا جن اینٹوں اور پتھروں پر آریہ لوگ پیشاب اور پاخانہ کرتے ہیں۔ اُنہوں نے کیا گناہ کیا؟ کیا کبھی ہَوَن یا سندھیا کو ترک کیا؟ کیسے دیوانے کی بڑ ہے۔ مورتی پوجک ہندوؤں سے آپ کو بہت صدمہ پہنچتا ہے۔ کہ خواہ مخواہ اُن کو حقارت آمیز الفاظ

سے یاد کرتے ہیں۔ کیوں ہنو جہاں وہ سُن پاتے ہیں۔ کہ آریہ سماج کا جلسہ ہے وہاں پیٹ باندہ کر بھی پہنچتے ہیں۔ اور جاکر مورتی پوجا کا ثبوت جھٹ وید سے نکال کر دکھا دیتے ہیں۔ یہی وجہ تو انکی بڑائی کی ہے۔ جنوں کا ثبوت لینا ہو تو ہمارے پاس آؤ ہم ایسے لوگ تم کو دکھادیں گے۔ جو ایک حرف بھی نہیں جانتے مگر جس وقت جن کا دخل اُن کے جسم میں ہوتا ہے۔ تو کوئی قرآن کوئی دوسری کتابوں کی عبارتیں فرفر پڑھتے جاتے ہیں۔ روحانیات کا سلسلہ خدا نے پیدا کیا ہے جس میں جن بھی ایک قسم ہے۔ اور فرشتے بھی ایک نوع جو دیکھنے میں نہیں آتے لیکن کسی چیز کے نہ دیکھے جانے سے اُن کا نہ ہونا ثابت ہوسکتا ہے؟ تو بس دہریوں کا قول درست ہے کہ روح بھی کوئی چیز نہیں۔ ورنہ دکھاؤ! بابو صاحب ہر چیز اپنے اثر اور نشان سے ثابت ہوا کرتی ہے۔ بلا دلیل جنوں کا انکار کرنا مجنونوں کا کام ہے۔

آریہ نمبر ۸۹ قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا کو خوب قرض دو۔ وہ دُگنا واپس کردیگا۔ افسوس ہے کہ خدا سود کو قرآن میں حرام ٹھیرادے۔ اور خود دُگنے سود پر قرض لیوے۔ بھلا خدا کو قرض کی کیا ضرورت کیا اس نے کبھی بیٹے بیٹی کا بیاہ رچانا تھا۔ مکان بنوانا تھا۔ کہ لوگوں سے قرض لینے کی ضرورت پڑی۔ بہتر ہوتا۔ اگر کہنے والا کہتا خدا کے نام پر مجھے قرض دو" جیسا کہ آجکل اکثر بھیک منگے گلی بازاروں میں کہا کرتے ہیں "بابا خدا کے نام کا ٹکڑا دلا" مگر یہ کوئی گستاخی نہیں کرتا۔ کہ" بابا خدا کو ٹکڑا دلا" افسوس ہے۔ ایسی گستاخانہ تعلیم اور بیجا تعلیم پر حیف ہے آدمی پر کہ اس نے خدا کو کیا کا کیا بنادیا کہ دوکانداروں اور ساہوکاروں کو بھی مات کردیا (حدید ۱۱۱-۱۸)

مسلمان نمبر ۸۹ باپ کے سپوت ہوں۔ تو ایسے ہی ہوں۔ دیانند جی نے بھی یہی راگ الاپا ہے۔ یاد رکھو!

Marfat.com

آگے پیچھے کلام کو دیکھکر مطلب سمجھنا چاہیئے۔ (بھومکا ص۵)

سنو! قرض سے مراد اس جگہ یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے یہ مت سمجھو۔ کہ ضائع جائیگا۔ بلکہ یہ سمجھو۔ کہ اس عوض ملیگا۔ کتنا ملیگا؟ دُگنا تگنا چوگنا۔ سات سوگنا تک بھی حسب اخلاص تمکو ملیگا۔ اس مطلب کو واضح کرنے کیلئے خدائے علام الغیوب نے جہاں قرض دینے کا حکم دیا ہے اسکے متصل ہی فرمایا ہے۔ کان لگا کر سنو۔ اور عینک لگا کر دیکھو!

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ اَضْعَافًا کَثِیْرَةً وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْسُطُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ (بقرہ - ۳۲)

(یعنی) کون ہے کہ اللہ کو نیک نیتی سے قرض دے (یعنی اس کی راہ میں خیرات کرے) پھر اللہ کئی گنا اس کو دیگا۔ اور یاد رکھو کہ خدا ہی رزق تنگ کر دیتا ہے اور وہی فراخ کرتا ہے۔ اور اسُ کی طرف تم پھر کر جاؤ گے"

اس آیت نے مطلب صاف کر دیا۔ کہ قرض دینے کا حکم جو قرآن مجید میں آیا ہے وہ قرض نہیں۔ جو بھوکے یا تنگدست آدمی دولتمندوں سے مانگا کرتے ہیں۔ بلکہ ایک مجاز اور بندوں کا دل بہلانے کا استعارہ ہے۔ ورنہ اگر بھوکوں کی طرح مانگتا۔ تو یہ نہ کہتا" اللہ ہی تنگ اور فراخ کر دیتا ہے" جس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ قرآن کی یہ غرض ہے کہ خدا کی حکومت اور مالکی بتلاوے پھر بھوکا کیونکر ہوا؟ ہائے افسوس مضمون تو صاف ہے۔ مگر ناپاک باطن جاہلوں کو علم نہیں (بھومکا ص۵)

بابو صاحب! اصول موضوعہ نمبر ۵ و ۶ دیکھئے اور بتلایئے۔ کہ متکلم خلاف منشا کلام کے معنے کرنیوالے کون ہوتے ہیں؟ (ذرہ دیبا چہ ستیارتھ دیکھ کر جواب دینا)

آریہ تمہید نمبر ۹۰ | قرآن کی تعلیم ہے کہ اگر چاہتا تو سب کو ایک دین پر کر دیتا۔ مگر پوچھئے۔ کہ اس نے ایک کیوں

کیوں نہیں کیا۔ اور ایسا کیوں نہیں کردیتا۔ کیا مذہب کی خاطر لوگوں کا خون بہتا ہوا دیکھنا اس کو زیادہ خوش کرتا ہے۔ کیا وہ اہل روم کی طرح ہے جو اونچی جگہ پر بیٹھکر شیروں اور بھیڑیوں کو آدمیوں کے ساتھ لڑتے ہوئے اور لہو لہان ہوتے دیکھ کر اپنی خونخواری کو سیر کرتے تھے (مائدہ - ۴۵)

مسلمان نمبر ۹۰

افسوس ایسی سمجھ پر جو اصول موضوعہ نمبر ۴ کو بھی نہ سمجھے! آپ کا حوالہ تو غلط ہے ہم بتلاتے ہیں عربی الفاظ سنیئے!

وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰهَا

اس جگہ پر جو شِئْنَا کا لفظ ہے اُس کا مصدر مشیت ہے اور مشیئت اللہ کی بابت ہم نمبر ۹۰ میں بتلا آئے ہیں۔ کہ جہاں قرآن شریف میں آتا ہے اس سے مراد قانون الٰہی ہوتا ہے۔ یعنی وہ طریق اور دستور جو خدا نے اپنی مخلوق کے متعلق جاری کر رکھا ہے کہ یوں کام کریگے۔ تو کامیاب ہو جائیں گے اور یوں کریں گے تو ناکام رہیں گے۔ مثلاً میدان جنگ میں با ہتھیار جائیں گے تو فتح پائیں گے۔ خالی ہاتھ جائیں گے تو شکست کھائیں گے۔ بھوک کے وقت پیٹ میں غذا ڈالیں گے تو زندہ رہیں گے۔ نہیں تو مر جائیں گے۔ اس قانون کو قرآن شریف میں عام طور پر مشیت اللہ سے بیان کیا گیا ہے۔ جس سے شَآءَ یَشَآءُ ماضی اور مضارع نکلتے ہیں۔ پس آئت کا مطلب یہ ہے۔ کہ اگر خدا کا قانون یہ ہوتا کہ ہر ایک شخص ہر ایک کوشش میں (خواہ مطلوب کے موافق ہو یا ناموافق) کامیاب ہو جائے تو سب لوگ ہدایت پا جاتے۔ کیونکہ اُن میں بعض لوگ تو ہدائت کی خواہش کرکے کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اور جو ناکام رہتے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ کجروی کرتے ہیں۔ جو طریق خدا نے ہدائت پر پہنچنے کا مقرر کیا ہے۔ اُسپر نہیں چلتے۔ پس ناکام رہتے ہیں۔ لیکن جب قانون قدرت یہی ہوتا۔ کہ ہر ایک آدمی کامیاب ہو جائے۔ خواہ کوشش اُسکی

صحیح ہو یا غلط تو اس صورت میں سب ہدایت پا جاتے۔ حالانکہ قانون قدرت ایسا نہیں۔ یہی معنی ان آیات کے ہیں جن میں ارشاد ہے کہ اللہ نے ان دلوں پر مہر کر دی ہے اللہ ان کو اندھا کر رکھا ہے پس یہ ہدایت نہیں پاتے یعنی کجرو ہیں پس ناکام رہیں گے۔ اگر ان معنے کی اور واضح دلیل قرآن شریف سے چاہو تو سُنو!

وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ (بقرہ ۲۵۳)

"پہلی قوموں کا بیان ہے کہ وہ آپس میں لڑ مرے اگر خدا چاہتا۔ تو دلائل پہنچنے کے بعد نہ لڑتے۔ لیکن وہ آپس میں مختلف ہوئے۔ کوئی تو ان میں سے ایمان پر رہا۔ کوئی کافر ہوا۔ پس اس اختلاف کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپس میں اکی خوب چلی۔ پھر بھی اگر اللہ چاہتا۔ تو نہ لڑتے لیکن اللہ جو ارادہ کرتا ہے۔ وہی کرتا ہے"

اس آیت میں خدا تعالےٰ نے پہلے کلام شرطیہ فرمایا۔ پھر اسی سے استثناء کیا یعنی پہلے ان کی لڑائیوں کا تعلق اپنی مشیت سے فرمایا۔ پھر اس لڑائی کے اسباب پر اطلاع دیکر اس امر کی طرف اشارہ کیا۔ کہ اگر اللہ کی مشیت یعنی قانون بین الخلق یہ ہوتا۔ کہ باوجود اختلاف کے بھی لوگ۔ نہ لڑیں تو البتہ وہ لوگ باوجود اختلاف کے بھی نہ لڑتے۔ مگر چونکہ یہ قانون نہ تھا بلکہ قانون یہ تھا۔ کہ اختلاف موجب قتل و قتال ہوتا ہے۔ پس چونکہ وہ آپس میں مختلف ہوئے۔ اس لئے انکی لڑائیاں بھی ہوئیں۔ نتیجہ صاف ہے کہ مشیت اللہ قانون الٰہی کا نام ہے انہی معنے سے قرآن شریف میں متعدد مقام پر "لَوْ" کا استعمال آیا ہے جس سے ناواقفوں کو اکثر شبہات کرتے ہیں مثلاً بت پرستوں کی بابت فرمایا لَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ

Marfat.com

تیرا پروردگار چاہتا تو بت پرستی نہ کرتے یعنی جن اسباب (بد صحبت وغیرہ) سے بت پرستی پر پہنچے ہیں۔ اگر قانون الٰہی یہ ہوتا۔ کہ ان سے بت پرستی کا اثر نہ ہو۔ تو بھی ایسے کام نہ کرتے۔

ہاں اگر یہ شبہ ہو۔ کہ جب بت پرستی بھی اُسی کے قانون اور مشیت پر چل کر اُن سے ہوئی تو پھر مواخذہ اور عذاب کیوں؟ تو اس کے جواب کے لئے ہم اصول موضوعہ نمبر ۴ کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ کہ خدائی قانون سے اس کی رضا مکا حاصل ہونا ضروری نہیں۔ ناظرین ورق اُلٹ کر ملاحظہ فرماویں۔

مشرکین عرب نے مشیّت پر رضا کو لازم سمجھا تھا۔ اور کہا تھا کہ

لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ (سورہ انعام ع)

یعنی اگر خدا چاہتا۔ تو ہم شرک نہ کرتے۔ جس سے مطلب انکا یہ تھا۔ کہ چونکہ اُس نے چاہا ہے اس لئے وہ راضی بھی ہے۔ تو ان کے جواب میں فرمایا۔

كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

اسی طرح پہلے بیوقوفوں نے جھٹلایا تھا۔ یعنی انہوں نے بھی مشیت آلہی سے اُسکی رضا اور خوشنودی سمجھی اور اصول موضوعہ نمبر ۴ پر غور نہ کیا۔ کہیئے! متکلم کا مطلب اُلٹا سمجھنے والے کون ہیں؟

آریہ نمبر ۹۱ قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے راہ پر لاتا ہے بھلا پھر آدمیوں کو کیوں دوزخ میں ڈالا جائے۔ جبکہ انہوں نے جو کچھ کیا وہ خدا کی مرضی ہی سے کیا۔ خدا خود ہی دوزخ میں جاوے۔ نادان لوگ اس غلط کاری پر تدبیر اور تقدیر قسمت اور آزمائش کی لنگڑی تعلیم کا خول چڑھاتے ہیں۔ مگر فضول (مائدہ ۴۵)

مسلمان نمبر ۹۱ ایک جواب تو اس کا وہ ہے جو اوپر کے نمبر میں گذرا دوسرا جواب اس کا یہ ہے کہ خدا خود بتلاتا ہے۔ کہ میں کن کو گمراہ کرتا

Marfat.com

ہوں۔ اور کن کو ہدایت کرتا ہوں، غور سے سُنئے!

وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (البقرہ رکوع ۳)

یعنی بدکاروں بے ایمانوں کو گمراہ کرتا ہے جو خدا سے بندگی کے وعدے مضبوط کر کے بھی توڑ دیتے ہیں۔ اور جن تعلقات کے ملاپ کرنیکا قدرتی طور پر حکم ہے اُن کو قطع کرتے ہیں۔ اور ملک میں ناحق فساد کرتے ہیں ایسے ہی لوگ ٹوٹا پانے والے ہیں"

یہ وہی مضمون ہے جو ویدمیں پرمیشور نے مجمل بتلایا ہے۔

"میں بدکردار ظالموں کو کبھی اشیرباد نہیں دیتا" (رگوید اشٹک ادھیائے ۳ ورگ ۱۸۔ منتر ۱۲)

قرآن شریف کے محاورے میں ایسے لوگوں کو خدا ہدایت نہیں دیتا۔ جنکو وید کی اصطلاح میں ایشور اشیرباد نہیں دیتا اور ہدایت کن کو کرتا ہے غور سے سُنو!

يَهْدِىْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ (شوریٰ ع ۲)

جو اُس کی طرف دل سے آتے ہیں۔ اُنکو ہدایت کرتا ہے یا دوسرے لفظوں میں یوں سمجھو کہ جو لوگ قرآن شریف کو خوف خدا سے تعصب چھوڑ کر پڑھتے ہیں انکو ہدایت ہوتی ہے۔ اور جو ایسا نہیں کرتے وہ گمراہ ہوتے ہیں سوامی جی کے دستخط چاہو۔ تو سنو! سوامی جی اپنی کتاب کی نسبت لکھتے ہیں۔

"اِن چودہ سماسوں کو جو شخص تعصب چھوڑ کر انصاف کی نظر سے دیکھے گا اسکے دل میں سچّے معنوں میں روشنی سے راحت پیدا ہوگی۔ اور جو شخص ضد اور تعصب سے دیکھیگا۔ اس کتاب کا مطلب ٹھیک ٹھیک واضح ہونا بہت مشکل ہے"

(ستیارتھ پرکاش ۳۔۔۔)

سنو! قرآن شریف بتلاتا ہے۔

اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ (ق)

* نیک دعا ۱۲

Marfat.com

یعنی قرآن شریف میں ہدایت اُن لوگوں کیلئے ہے جن کو عقل ہے یا دل سے متوجہ ہو کر نیک نیتی سے سُنتے ہیں کیا سچ ہے ؎

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

آریہ نمبر ۹۲ قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا شرک کے سوا باقی تمام گناہ معاف کر دیتا ہے تعجب ہے کہ ایک مورتی پوجک کو جس نے کبھی بُرا کام نہیں کیا اور ہمیشہ دیوتا کی مورتی سے ڈرتا رہا دوزخ میں ڈالا جائے ایک بدمعاش اپنے گناہوں کو معاف کرا کر بہشت کے مزے لوٹے (نساء ۱۱۶)

مسلمان نمبر ۹۲ ع تو آشنائے حقیقت نہ خطا اینجاست

آپ کو کیا معلوم کہ شرک کیا بلا ہے اور کس درجہ کا گناہ عظیم ہے۔ آج سوامی دیانندجی ہوتے۔ تو اُن سے ہم پوچھتے۔ کہ مشرک کون ہوتا ہے وہ جھٹ سے شت پتھ براہمن کا ندھم ا۔ ادھیائے ۴ سے بتلاتے۔ کہ مشرک تو حیوان ہوتا ہے (بھومکا اردو صلا) سنیئے! سوامی جی لکھتے ہیں۔

"پرمیشور کی ہی عبادت کرنی چاہیئے۔ اور جو یہ ہے کہ پرمیشور کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی عبادت کرنی چاہیئے اسکو جواب دینا چاہیئے کہ تو دکھ میں پڑیگا" (حوالہ مذکور)

اللہ اکبر! آریہ بن کر بت پرستی اور شرک کی یہ حمایت کہ قرآن شریف مشرکوں کو نجات سے محروم کیوں کرتا لالہ دھرمپال جی بگڑ بیٹھیں کیوں نہ حق سے عداوت کے یہی معنے ہیں۔

ہاں یہ خوب کہی۔ کہ شرابی زانی چھوٹ جاویں۔ بابو صاحب! قرآن شریف کو دیکھیئے کسی کو نہیں چھوڑتا۔ غور سے سُنو!

فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ (القارعہ)

"یعنی جو کوئی ذرہ بھر نیکی کریگا۔ وہ بھی پالیگا۔ اور جو کوئی ذرہ بھر برائی کریگا وہ بھی پالیگا"

مگر چونکہ قرآن شریف کے نزدیک بلکہ دنیا کی کل اہل توحید قوموں کے نزدیک

Marfat.com

شرک سے بڑھکر کوئی گناہ نہیں۔ اس لئے اس کی نجات کسی طرح نہ ہوگی۔ البتہ باقی گناہوں کی کیفدر سزا پاکر بوجہ دوسرے نیک عملوں کے یا توحید کامل کے یا خدا کے حکم سے انبیاء علیہم السلام کی شفاعت پر نجات ممکن ہے۔

سماجیو! قرآن پاک کی عداوت میں مشرکوں اور حیوانوں کی کیوں حمائت کرتے ہو؟

آریہ نمبر ۹۳ قرآن کی تعلیم ہے کہ جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو مسلمانوں اور کافروں کے درمیان خدا ایک پردہ ڈالدیتا ہے تاکہ کافر قرآن کو نہ سُن سکیں اور نہ سمجھ سکیں۔ یہ اس لئے کہ خدا نے اُن کے دلوں پر مہر لگادی ہے اور اُنکی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے ہیں بھلا اگر یہی بات تھی تو کافروں کو تلقین کرنے کیلئے نبی کیوں بھیجے؟ اور اگر کافر لوگ راہ راست نہ آویں تو اُن کا قصور ہی کیا؟ ناظرین! کافر اس کو کہتے ہیں۔ کہ جو لایعنی باتوں کو منجانب اللہ تسلیم نہ کرے۔ اور خلاف از عقل اور خلاف از قانون قدرت مسئلوں اور معجزوں پر تمسخر کرے میں تمسخر تو نہیں کرتا ہوں مگر اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے عقل اور تمیز کی دعا[1] کرتا ہوں (اسرائیل ۴۸)

مسلمان نمبر ۹۳ کافر وہ ہوتے ہیں۔ جو محض بدمعاشی بدنیتی اور بے ایمانی سے بغیر سمجھنے مطلب کے اعتراض کریں (دیباچہ ستیارتھ ص)

بابو صاحب کو بار بار یہی سوجھتی ہے کہ خدا ایسا کیوں کرتا ہے مگر اصول موضوعہ نمبر ۱ ملاحظہ نہیں کرتے۔ ناظرین تکلیف گوارا کریں۔ کہ ورق اُلٹ کر اصول مذکورہ کو مطالعہ فرمادیں۔ ہائے کیا جاہل اور نابکار ہے جو کلام کو آگے پیچھے لٹادے کر معنے نہ سمجھے (دیکھو مکاشفہ ص) مفصّل تحقیق پہلے ہو چکی ہے کہ خدا کن کو گمراہ کرتا ہے۔

[1] آپکی دعا ایسی قبول ہوئی کہ خدا نے آپکو بھی تمیز عطا کردی دیکھو صفحات اول آپکی اس گوئی کے ہم شکر گذار ہیں۔ (ترک)

Marfat.com

آریہ نمبر ۹۴

قرآن کی تعلیم ہے کہ مشرک اور کافر ناپاک ہیں۔ ان سے دوستی مت رکھو۔ کافر سے جو کوئی دوستی لگائیگا۔ وہ بھی کافر ہو جائیگا۔ اور مستحق عذاب الٰہی ہوگا۔ کافر کی تعریف اوپر بتا چکا ہوں۔ افسوس ہے کہ ایسے عاقل اور ذی شعور لوگوں کو ناپاک سمجھا جاوے۔ اور جنگل کے اکثر خانہ بدوش وحشی اور بدتمیز لوگ جو عقل اور دانش سے اُلو کی طرح بے بہرہ ہوکر ہر ایک گپ کو منجانب اللہ تسلیم کرلیں۔ ان کو بہت پاکیزہ تصور کیا جائے قرآن کی اس تعلیم کے مطابق تمام عیسائی۔ آریہ۔ بودھ مذہب سکھ وغیرہ لوگ جن میں سے اوّل تثلیث کو مانتے ہیں۔ اور سارے کے سارے ہی قرآن سے منکر ہیں۔ ناپاک ٹھیرتے ہیں اور دوزخی بنتے ہیں فقط چند کروڑ اہل قرآن ہی بہشت کے ٹھیکہ دار ہوئے۔ گو عیسائی یا آریہ وغیرہ ایسے بہشت کے بھوکے نہیں ہیں مگر قرآن کی یہ تعلیم کیا کبھی اصول صلح کل کو لاسکتی ہے؟ ہرگز نہیں (توبہ ۲۸)

مسلمان نمبر ۹۴

بابو صاحب! سچ کہنا من گھڑت لگانا کس سے سیکھا [illegible] ہے؟ ہمارا قیافہ اگر غلطی پر نہیں۔ تو بے دیول غد[illegible]ں کی صحبت تم میں اثر کرگئی ہے۔ جس لفظ پر آپکو شبہ ہے۔ وہ یہ ہے۔

إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ

"یعنی جو لوگ خدا کے ساتھ اُس کی مخلوق کو ساجھی بناتے ہیں اُن کے اندرونے ناپاک ہیں دل سیاہ ہیں" اس آیت کے معنے میں ہم نے دل اور اندرونے کی ناپاکی لی ہے ظاہری ناپاکی مراد نہیں لی۔ اس واسطے کہ خداوند عالم نے دوسری آیت میں فرمایا۔

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ

یعنی بیشک اُن کی بداعمالیوں نے اُن کے دلوں پر زنگ کر دیا ہے" اس آیت

Marfat.com

سے صاف ثابت ہے۔ کہ انسان کی نیکی و بدی کا اثر اس کے دل پر پہنچتا ہے اس معنے کی تائید آپکے گرو جی نے بھی کی ہے تاظرین نمبر ۹۲ ملاحظہ فرماویں۔ مگر افسوس آپ قرآن اور سچی تعلیم سے ایسے متنفر ہیں۔ کہ ہر بات میں گویا انکار کرنیکا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔

ہائے کیسا کپوت ہے جس کو باپ تو حیوان اور عذاب کا مستوجب بتلائے مگر بیٹا اسکو دانا سمجھے۔ بابو صاحب! آپ کو معلوم نہیں۔ کہ نیک بختی کسی سرسبز ملک یا پُر رونق شہروں کی آبادی پر موقوف اور منحصر نہیں۔ بلکہ وہ تو دل کی صفائی اور خدا سے تعلق پیدا کرنے سے حاصل ہوتی ہے کیا آپنے اپنے روحانی باپ دیانند جی کا قول نہیں سُنا؟ کہ

"نادھو برہمن نیک اعمال سے ہوتے ہیں ماں باپ اور گرو سے نہیں" (ستیارتھ ص۲۷)

ہاں قرآن شریف کی مدح [illegible] دیکھیے۔ کہ صاف لفظوں میں فرما دیا۔

بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ (بقرہ ع۱)

"یعنی جو کوئی اپنے پروردگار کے حکم کے تابع ہو اور نیک کام کرے تو اس کا بدلہ اور [illegible] کے ہاں سے پاویگا" اسکے مقابلہ میں سوامی دیانند جی کا قول بھی سنیے [illegible] ناستک (دہریہ) ہے" (ذرہ ستیارتھ ص۲۲۷ و ۲۲۷ باب ۳ فقرہ ۸۱۔

باب ۱۰ فقرہ ۸۔ ملاحظہ ہو۔)

[illegible] تمام دنیا کا کیا حال ہے؟ یورپ اور امریکہ اور افریقہ کے تو کان بھی وید سے [illegible] نہیں۔ ماننا تو کہاں۔ ایشیا میں ہندوستان کے اندر ویدک مت کے دو گروہ ہیں یعنی ہندو اور آریہ۔ سو ہندوؤں کو تو سوامی جی بوجہ بُت پرستی اور پرانوں کے ماننے کے مشرک اور حیوان کہتے ہیں۔ رہے آریہ سو ان میں بھی ایک رتی بوجہ ماس [illegible] خوری نجات کے حقدار نہیں ہو سکتے گنتے گنتے مہاتماؤں کی نوبت آتی۔ یعنی آریہ جنرل خورپارٹی جن کی گنتی ہاتھوں کی انگلیوں پر ہو سکتی ہے۔ اگر ان کے روزانہ مذہبی اعمال دیکھے جائیں۔ تو شاید تمام ہندوستان بلکہ [illegible] میں بمشکل [illegible]

Marfat.com

آدمی ہی مستحق نجات ہو سکتے ہیں۔ پس بتلایئے یہ بخل کس صلح کلی پر مبنی ہے؟ کیا مسلمان۔ عیسائی۔ یہودی۔ بدھ۔ سکھ۔ جینی وغیرہ قومیں جو کل دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ نجات کا حق رکھتی ہیں؟ اس صلح کلی کے علاوہ اور سنیئے! مسلمانوں اور عیسائیوں وغیرہ اقوام سے ایسی نفرت کہ ان کے ہاتھ کا کھانا بھی نہ کھایا جاوے (ستیارتھ ص۵۶۳) ایسی صلح کلی پالیسی؟ کیا کہنے؟ حضرت مسیح کا قول بالکل سچ ہے کہ ظالم کو دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر پڑ جاتا ہے۔ لیکن اپنی آنکھ کا شہتیر بھی نہیں دیکھتا۔

آریہ نمبر ۹۵ قرآن کی تعلیم ہے کہ کافروں کو جہاں پاؤ قتل کر ڈالو۔ کیونکہ قتل سے کفر بڑا ہے۔ افسوس ہے اس قسم کی تعلیم امن وچین کو کس قدر خون کرنے والی ہے اسی تعلیم نے تو محمود کو امین الملۃ بنایا۔

مسلمان نمبر ۹۵ بیشک بنایا۔ امین الملۃ۔ رشی۔ مہرشی۔ سوامی وغیرہ القاب بھی دلائے۔ ہائے کیا بد باطن ہے جو آگے پیچھے کلام کو نہ دیکھے (دیکھو مکا ص۱۰)

ہم تو سمجھے تھے۔ کہ بابو صاحب اس مسئلہ کو بتقلید روحانی باوا کے سب سے پہلے لکھیں گے کیونکہ دیانند جی نے نمبر۲ میں یہ سوال کیا تھا۔ نہیں معلوم بابو صاحب کو اتنی دیر چین کیونکر پڑی ہوگی۔ کہ نمبر ۹۵ تک اس کا ذکر نہیں کیا۔ خیر جو کچھ کیا اچھا کیا۔ پس پہلے وہی آیت سنیئے! جس کا بابو صاحب نے حوالہ دیا ہے یعنی سورہ احزاب کی ع۸ جس کے الفاظ یہ ہیں۔

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا مَّلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا (سورہ احزاب)

اس آیت میں باغیوں اور مفسدوں کا ذکر ہے۔ جو ملک میں خلاف امن پھیلا

فساد ڈالنے کی کوشش کرتے تھے۔ اُن کی بابت ارشاد ہے۔ کہ منافق (یعنی دو رُخے جو ایک طرف جائیں۔ تو اُن کے بن جائیں دوسری طرف جائیں تو اُن کی ہاں میں ہاں ملائیں) (اور بدنیت فسادی اور شہر مدینہ (دارالسلطنت) میں جھوٹی خلاف امن افواہیں اڑانے والے اپنی ان شرارتوں سے باز نہ آئے تو ہم (خدا) تجھکو (اے رسولؐ) کسی روز اُن پر اکسا دیں گے۔ یعنی اُن کی سرکوبی پر آمادہ کرینگے۔ پھر وہ تیرے پاس بہت ہی تھوڑی مدت ٹھیر سکیں گے۔ ہر طرف سے اُن کو پھٹکار ہوگی۔ جہاں رہیں گے پکڑے جاوینگے اور قتل ہونگے۔

اس آیت کا ترجمہ ہی بتلا رہا ہے کہ یہ سزا اُن باغیوں کی ہے جن کو شدھ کو دلی میں ملی تھی۔ جو کیسی بھی رحیم کریم سلطنت ہو۔ بغیر اس سزا کے کبھی نہ چھوڑے۔ یہ نہیں کہ کافروں کو خواہ مخواہ تنگ کرو۔ مارو۔ قتل کرو۔ آپ کو معلوم نہیں۔ کہ منافق تو بظاہر مسلمان تھے۔ مگر فساد کرتے تھے۔ جن کے فساد کی سزا اس آیت میں مذکور ہے۔ اگر قرآن شریف میں یہ حکم ہوتا کہ کافروں کو محض کفر کی وجہ سے مار دیا کرو۔ خواہ وہ امن سے بھی رہنا پسند کریں تو سچ کہنا کہ آج آپ کے جواب میں یہ رسالہ بازی نہ ہوتی۔ بلکہ یوں کہیے۔ کہ آپ آریہ سماج میں نہ جاتے۔ بلکہ آریہ سماج کا وجود ہی نہ ہوتا۔ ہندوستان میں ہزار سال سے زائد مسلمانوں کی حکومت رہی۔ کسی بادشاہ نے بھی کسی ایک متنفس کو محض اُس کے کفر کی وجہ سے قتل کیا؟ آریوں کے خیال میں سب سے زیادہ متعصب غازی اورنگ زیب ہیں۔ اُن کی بابت بھی کوئی شخص ہمکو ثابت کر دے۔ کہ کسی کافر کو کفر کی وجہ سے قتل کیا ہے تو ہم سے مبلغ صد روپیہ انعام پاوے۔ ایسے پکے مسلمان بادشاہ کی نسبت مسٹر آرنلڈ سابق پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور لکھتے ہیں۔ کہ اُن کے خزانے پر دو پارسی آتش پرست خزانچی تھے۔ مسلمانوں نے ان سے تکلیف اُٹھا کر ایک عرضی میں شکایت لکھی۔ کہ حضور نے کافروں کو خزانے پر مقرر کر رکھا ہے۔ حالانکہ

نے کافروں سے دوستی لگانا اور محبت کرنا منع فرمایا ہے۔ اورنگ زیب نے اس عرضی پر جواب لکھا۔ کہ یہ حکم خداوندی دینی معاملات کے متعلق ہے جس کام پر میں نے اُن کو رکھا ہے یہ دنیاوی کام ہے اسکی ان کو خاص لیاقت ہے۔ اس لئے یہ اسی کام پر رہیں گے اور تمہاری شکایت نہ سُنی جاویگی (دعوۃ اسلام)

ہندوستان کی حکومت کو بھی جانے دیجئے۔ شاید آپ کہیں گے۔ کہ یہ بادشاہ دین کے پابند نہ تھے بلکہ ہندوؤں کی صحبت سے متاثر تھے۔ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کو دیکھیے۔ کہ اُنہوں نے بھی کفار کو رعیت بنا کر اپنے برابر حقوق دیئے کبھی کسی نے ایسا کیا بھی؟

قرآن شریف میں صاف حکم ہے۔ کہ جن لوگوں کو تم سے صلح اور امن کا وعدہ ہے اُن سے لڑنا تو منع ہی تھا۔ بڑی بات یہ ہے کہ جو ان (تمہارے مصالحین) سے صلح رکھیں۔ اُن سے بھی مت لڑو۔ غور سے سنو!

اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ (سورہ نساء ع۹)

"یعنی جو لوگ تمہارے مصالحین سے صلح اور وعدہ امن رکھتے ہیں اُن سے بھی نہ لڑو"

اور سنیئے! ایک مقام پر ارشاد ہے۔ کہ مسلمانوں کی کوئی قوم اگر کافروں سے تنگ آکر تم سے امداد چاہیں تو ان کی مدد کرو۔ لیکن ایسی قوم کے مقابلہ پر مدد نہ کرنا جو تمہارے ساتھ صلح رکھتے ہوں۔ غور سے پڑھو۔ اور سنو!

اِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (انفال ۴ع)

بلکہ اس سے بڑھ کر سنیئے! قرآن شریف میں کافروں اور غیر قوموں کو وہ حقوق دیئے ہیں۔ جو آج تک باوجود دعویٰ تہذیب اور ترقی کے کسی مہذب سلطنت نے بھی اپنی رعایا کو نہیں دیئے۔ غور سے سنیئے۔ خدا فرماتا ہے۔

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ
وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ

Marfat.com

(قُتِبَۃٍ مُّؤْمِنَۃٍ (پ۵ ع-۱)

یعنی اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو بھول کر قتل کرے تو اُس پر فرض ہے کہ ایک غلام آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو اس کا خونبہا (عوض) دیوے اور اگر کسی غیر قوم (کافروں) کے آدمی کو قتل کرے۔ جن سے تمہارا معاہدہ ہے تو بھی یہی حکم ہے"

بابو صاحب! کہیئے یہ انصاف اور مروّت اور مساوات اور سلوک کسی قوم نے غیر قوموں سے کئے ہیں۔ کہ فاتح مفتوح میں تمیز ہی نہیں۔ اللہ اللہ! کس زور آور دباؤ سے کافروں کے جان و مال کی حفاظت کی جاتی ہے۔ مگر واہ ری ناشکری تیرا ستیاناس۔ کیا سچ ہے ؎

نکوئی بابداں کردن چنانست
کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

اب ذرہ وید کی ہدایات بھی سنیئے! اور غور سے سنیئے! کہ کس زور شور سے اپنے معتقدوں کو حکم دیا جاتا ہے۔ کہ مخالفوں کو تہ تیغ کرو۔ یوں کرو۔ توں کرو۔ پس سُنیئے!

"اے دشمنوں کے مارنیوالے اصول جنگ میں ماہر بیخوف و ہراس پر جاہ و جلال عزیزو! جوانمردو! تم سب رعایا کے لوگوں کو خوش رکھو۔ پرمیشور کے حکم پر چلو اور بد فرجام دُشمن کو شکست دینے کیلئے لڑائی کا سرانجام کرو۔ تم نے پہلے میدانوں میں دشمنوں کی فوج کو جیتا ہے۔ تم نے حواس کو مغلوب اور روئے زمین کو فتح کیا تم روئیں تن اور فولاد بازو ہو۔ اپنے زور شجاعت سے دشمنوں کو تہ تیغ کرو۔ تاکہ تمہارے زور بازو اور ایشور کے لطف و کرم سے ہماری ہمیشہ فتح ہو"

(اتھرو وید کانڈ ۶۔ انوواک ۱۰ ورگ ۹۷ منتر ۳)

اور سُنیئے!

"اے انسانو! تمہارے آتشگیر اسلحہ اور تیر و کمان تلوار وغیرہ ہتیار میری عنایت سے مضبوط

Marfat.com

اور فتح نصیب ہوں۔ بدکردار دشمنوں کی شکست اور تمہاری فتح ہو۔ تم مضبوط طاقتور اور کارنمایاں کرنے والے ہو۔ تم دشمنوں کی فوج کو ہزیمت دے کر انہیں رُوگردان وپس پا کرو۔ تمہاری فوج جرار کار اور نامی گرامی ہو۔ تاکہ تمہاری عالمگیر حکومت روئے زمین پر قائم ہو اور تمہارا حریف ناہنجار شکست یاب ہو اور نیچا دیکھے"
(رگوید اشٹک اول ادھیاے ۳ ورگ ۱۸ منتر ۲)

اور لیجیئے!

"میں اس محافظ کائنات پرمیشور کو جس کے آگے تمام زبردست بہادر سر اطاعت خم کرتے ہیں اور جو انصاف سے مخلوقات کی حفاظت کرنیوالا اندر ہے ہر جنگ میں فتح پانے کیلئے مدعو کرتا ہوں اور پناہ لیتا ہوں" (یجروید۔ ادھیاے ۲۰ منتر ۵۰)

اور سنو!

"اے فرمانبردار لوگو! تمہارے اسلحہ آتشیں مخالفوں کو مغلوب کرنے اور اُن کو روکنے کیلئے قابل تعریف اور باستحکام ہوں۔ اور تمہاری فوج مستوجب توصیف ہو تاکہ تم لوگ ہمیشہ فتحیاب ہوتے رہو" (رگوید منڈل اول سوکت ۳۱ منتر ۱)

بابو صاحب! ان منتروں میں جو دشمنوں کے مارنے اور قتل کرنے تہ تیغ کرنے کے احکام صادر ہوئے ہیں۔ ان دشمنوں سے کون لوگ مراد ہیں؟ کچھ شک نہیں کہ مذہبی کتابوں میں جو اس قسم کے احکام ہوتے ہیں۔ وہ اُن کے ماننے والوں کو ہوتے ہیں اور جن کا نام ان کتابوں میں دشمن یا مخالف رکھا جاتا ہے وہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو ان کتابوں سے منکر یا دوسرے لفظوں میں کافر ہوتے ہیں۔ پس وید بھی چونکہ مذہبی کتاب ہے تو وید کے مذکور بالا اور انہی جیسے اور کئی ایک منتروں میں صاف حکم ہے۔ کہ کافروں کو تہ تیغ کرو۔ اور اپنی (آریوں کی) حکومت تمام روئے زمین پر قائم کرو (افسوس! کبھی ہوئی بھی؟)

سماجی دوستو! سوچتے نہیں ہو۔ کہ سوامی دیانند جی نے تم کو کیسے ایک باریک

۵؎ جیسا محمود غزنوی مرحوم نے دکھایا (چیرٹر)

Marfat.com

رازپر مطلع کیا ہے۔ مگر تم ابھی تک بدستور غافل ہو۔ ماس اور گھاس اور گرد کل اور کے دہندوں میں پڑ کر ناحق روپیہ اور وقت ضائع کرتے ہو۔ اسی تمہار غفلت کو تمہارے گروجی نے پہلے سے جان کر تم کو ہدایت کی تھی۔ اور اسی تم کو اس بیجا اختلاف سے روکنے کو فرمایا تھا۔

اب ادبار بدبخت آریوں کی سستی غفلت اور باہمی نفاق کی وجہ سے دوسرے ملکوں میں راج کرنیکا تو ذکر ہی کیا ہے بلکہ خود آریہ ورت بھی اس وقت آریوں کا کامل آزاد۔ خود مختار اور بیخوف راج نہیں" (ستیارتھ پرکاش ص۲۹۰)

آریہ سجنو! اس عبارت کا مطلب تم لوگ سمجھ گئے ہوگے۔ اب اسلامی حکم بھی سنو۔

فَاتِلُوا الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (بقرہ ۱۹۰)

یعنی جو تم سے لڑیں۔ اُن سے لڑو۔ اور زیادتی مت کرو۔ خدا زیادتی کرنیوالوں سے محبت نہیں کرتا۔

کیا یہ جہاد فساد ہے۔ یا دفع فساد؟ سوچکر جواب دینا۔

آریہ نمبر ۹۶ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ لوٹ کا مال خدا اور اُس کے رسول کا حق ہے اور خدا کو لوٹ کے مال کا پانچواں حصہ ملنا چاہیئے۔ بھلا جب خدا ہی لوٹ مار کرنے کے لئے وحی بھیجے تو پھر محمود کا کیا قصور؟ مگر بھائیو میں اس تعلیم کو بہت خوفناک اور غارت گر تصور کرتا ہوں۔ خدا ہر ایک شخص کو اس سے بچائے۔ (انفال ۱-۲)

مسلمان نمبر ۹۶ جس لفظ پر آپ کو سوال ہے وہ انفال ہے۔ چنانچہ قرآن شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

انفال نفل کی جمع ہے۔ نفل اس مال کو کہتے ہیں۔ جو مغلوب سے غالب کے ہاتھ آتا ہے۔ جنگ بدر کی فتح کے بعد جو اسلام میں پہلی جنگ ہے جس میں مسلمانوں کو نمایاں فتح ہوئی تھی مسلمانوں میں اس مال کی بابت جو بعد فتح ہاتھ آیا تھا

تکرار ہوئی۔ تو سرور کائنات کے حضور تک بھی بات پہنچی۔ جس پر آئت مرقومہ بالا نازل ہوئی۔ مال غنیمت اللہ کے اختیار میں ہے اور اس کے رسول کے سپرد ہے جسطرح تم کو حکم دیں۔ ویسا کرو۔ چنانچہ اس آئت سے آگے چلکر وہ حکم بتلایا۔ کہ مال غنیمت کو کس طرح تقسیم کیا جائے۔ غور سے سنو!

وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسَاکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ (انفال)

یعنی جو کچھ تم کو مال غنیمت ہاتھ آوے۔ اس کا پانچواں حصہ اللہ کو دو۔ پھر اسکی تفسیر یہ کردی۔ کہ اللہ کو کس طرح دو۔ اس طرح دو۔ کہ اللہ کے رسول کو یا جو کوئی بادشاہ وقت ہو۔ اور قرابت داروں کو۔ یتیموں مسکینوں اور غریب مسافروں کو دو۔ باقی چار حصے فوج میں تقسیم کرو۔

پورا مطلب اس آئت کا منوجی کے الفاظ میں سناتا ہوں۔ پس غور سے سنو!

"(راجہ) اس آئین کو کبھی نہ توڑے۔ کہ لڑائی میں جس جس ملازم یا افسر نے جو جو گاڑی گھوڑا ہاتھی۔ چھتر۔ دولت۔ رسد۔ گائے وغیرہ جانور۔ نیز عورات اور دیگر قسم کا مال و متاع اور گھی اور تیل وغیرہ کے کپّے فتح کئے ہوں۔ وہی اُس کو لیوے۔ لیکن فوج کے آدمی فتح کی ہوئی چیزوں میں سے سولھواں حصہ راجہ کو دیویں" (مندرجہ ستیارتھ صفحہ ۱۹۶)

منوجی اور سوامی جی کی کونسل نے راجہ کو سولھواں حصہ دلایا ہے اور قرآن شریف نے پانچواں حصہ دیا۔ مگر اس پانچویں حصے میں پانچ کو شریک کرکے امیر المومنین (بادشاہ) کے لئے پچیسواں حصہ رکھا ہے۔ مگر بابو صاحب نے سمجھا کہ خدا خود اس مال میں سے حصہ لینے آتا ہے۔ لیکن یہ نہیں سمجھے۔ کہ عربی زبان میں واو عطف تفسیر کیلئے بھی ہوتا ہے۔ ہائے کیسا پاپی اور عقل کا دشمن ہے۔ جو متکلم کی حیثیت اور پوزیشن کا اندازہ نہ کرے (دیباچہ ستیارتھ صفحہ)

سماجیو! یاد رکھو قرآن شریف میں انفال (مال غنیمت) سے وہی مراد ہے منوجی کے قول میں مراد ہے۔ نہ کہ ڈاکہ زنوں کی غارت گری جو تم اور

تمہارا نونہال دہر مپال اپنی خوش فہمی سے سمجھے ہو۔

آریہ نمبر ۹۷ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ دین اسلام خدا کی طرف سے ہے میں اس طرح تو اسلام اور قرآن کو منجانب اللہ تسلیم کرتا ہوں۔ جس طرح تمام برائیاں قرآنی خدا کی طرف سے ہیں۔ وہی اُن کا خالق ہے۔ تمام گمراہی قرآنی خدا کی طرف سے ہے۔ وہی گمراہ کنندہ ہے۔ تمام چیزوں کا حتیٰ کہ شیطان کا بھی وہی خالق ہے۔ گویا شیطان بھی منجانب اللہ ہے۔ ان معنوں میں دین اسلام بھی بیشک خدا کی طرف سے ہے۔ لیکن مذکورہ بالا تعلیم کو دیکھ کر میں سچا مذہب نہیں کہہ سکتا۔ اگر میں ایسا کہوں تو صداقت انصاف حق پسندی کے گلے پر چھری پھیروں گا۔

(آل عمران ع ۱۹)

مسلمان نمبر ۹۷

بدم گفتی و خرسندم جزاک اللہ نکو گفتی
کلام تلخ مے زیبد لب بابو نجس خارا

اس نمبر میں تو آپ نے بہت سی ستھریاں (طعنے) دی ہیں۔ بابو صاحب ایسے کیوں بدکتے ہیں۔ سب باتوں کے جواب پہلے ہو چکے ہیں۔ اصول موضوعہ نمبر ۱ کو دیکھئے۔ ہاں ہم آپ کو بتلاتے ہیں۔ کہ اسلام ہاں خدا کا سچا دین اسلام کس طرح خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

سنئے! اسلام میں سچی اور کامل توحید ہے۔ صفات خداوندی کا ثبوت جیسا چاہیے ملتا ہے۔ معاملات میں کمال صفائی ہے۔ بت پرستی۔ اگنی اور ع... پرستی وغیرہ سے خالی ہے۔ ہاں بڑی بات قرآن کی صداقت کی یہ ہے کہ نیوگ جیسا حکم اس میں نہیں ہے مفصل بحث ہمارا مباحثہ موسومہ "الہا... کتاب" دیکھو۔

آریہ نمبر ۹۸ قرآن کی تعلیم ہے کہ عور...

جاؤ۔ اُن کے پاس جس وقت اور جس طرف سے چاہو۔ کھیتی کسانوں اور زمینداروں کی ملکیت ہوتی ہے۔ عورتوں کو ملکیت کہا گیا ہے۔ اور محض جذبہ مخصوص کی سیری کا سامان تصوّر کیا گیا ہے۔ آدمیوں کے برابر اُن کو کوئی حقوق حاصل نہیں ہیں۔ (بقرہ ۲۱۶)

مسلمان نمبر ۹۰ کیا کہنے ہیں۔ قربان ایسی سمجھ پر۔ جس آیت پر بابو صاحب کو تبقلید سوامی دیانند شبہ ہے وہ یہ ہے۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ (بقرہ)

جس کا مطلب آپکے روحانی باپ دیانندجی کے الفاظ میں بتلاتا ہوں پس غور سے سنیئے!

"عورت اور مرد کو دھیان رکھنا چاہیئے۔ کہ ویرج اور رج (مرد اور عورت کی منی) کو بے بہا سمجھیں جو کوئی اس بیش قیمت چیز کو بیگانی عورت۔ رنڈی۔ یا بُرے مرد کی صحبت میں کھوتے ہیں وہ بڑے بے عقل ہوتے ہیں۔ کیونکہ کسان یا مالی جاہل ہو کر بھی اپنے کھیت یا باغیچہ کے سوا اور کہیں بیج نہیں بوتے جبکہ معمولی بیج اور جاہل کا ایسا دستور ہے۔ تو جو شخص سب سے اعلےٰ انسانی جسم کے درخت کے بیج کو بُرے کھیت میں بوتا ہے۔ وہ بھاری بیوقوف کہلاتا ہے۔ کیونکہ اسکا پھل اسکو نہیں ملتا" (ستیارتھ ص۵۶)

بابو صاحب! انصاف سے کہنا اگر کوئی سوامی دیانند جی کے اس حکم پر عمل کر کے اپنی منکوحہ عورت کے پاس جائے تو اُس نے کس کے کھیت میں بیج ڈالا یہی بتلانا۔ کہ کھیت میں بیج ڈالا۔ یا پاخانہ میں ضائع کیا۔ ہائے افسوس کیا عقل کا دشمن ہے۔ جو شیشہ کا گھر بنا کر دوسروں پر پتھر برساتا ہے۔

ناظرین! یہی آیت کے معنے ہیں۔ کہ اپنی عورتوں کو اپنی اولاد کے لئے کھیت سمجھو۔ چونکہ قرآن شریف ہر ایک مجلس (مردوں اور عورتوں کا فردوں اور مومنوں کی مجلس) میں پڑھا جاتا تھا۔ اس لئے نہایت ہی شستہ عبارت میں اعلیٰ

Marfat.com

درجہ کی بلاغت سے مضمون ادا کر کے اس طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ عورت کو سامنے سے ملا کرو .... کیونکہ سامنا اس کا بیج کا محل ہے پچھلا نہیں۔ نیز اس طرف اشارہ ہے کہ ایام حیض میں جماع نہ کیا کرو۔ کیونکہ رحم بوجہ جوش خون کے نطفہ قبول نہیں کرتا۔

سماجیو! یہی تمہارے چوتھے اصول کی پابندی ہے۔ کہ حق کے قبول کرنے کو طیار رہا کرو۔ جو مضمون تمہارے گرو ویدوں سے اخذ کر کے تم کو تعلیم کر چکے ہیں اسی مضمون پر جب قرآن شریف میں تم کو نظر پڑ جاوے۔ تو بڑے بڑے دانت نکال کر اعتراض کرنے لگ جاتے ہو۔

ہاں یاد آیا۔ کہ ناراضگی کی اصل وجہ ایک مخفی راز ہے۔ جو بقول شخصے "گونگے کی فارسی گونگے کی ماں سمجھے" ہم ہی اس راز کو جانیں۔ اور کون جانے وہ ہم بتلاتے ہیں۔

سماجیو! اگر وہ غلط ہو۔ تو ہمیں اطلاع دینا۔ ہم اپنی رائے کو واپس لینگے۔ اور تمہاری طرح ہرگز ضد نہ کریں گے۔ سنو! اصل ناراضگی یہ ہے۔ کہ سوامی دیانند نے عورت کو ایسی کھیتی بنایا تھا۔ کہ مرد کے نطفے میں ضعف ہو۔ یا پیداوار کے قابل نہ ہو۔ یا مسافری میں مدت دراز رہا ہو۔ تو اسکی کھیتی (عورت منکوحہ) کو دوسرا شخص آباد کر کے ہری بھری کر سکتا ہے۔ یعنی اسکی عورت دوسرے سے نطفہ لے کر اپنے خاوند کیلئے بچہ پیدا کر سکتی ہے۔ (ستیارتھ)

سماجیو! انصاف سے کہنا اپنے چوتھے اصول کو یاد کر کے کہنا یہی وہ نیچرل تعلیم ہے۔ جس کا تم لوگ دعویٰ کیا کرتے ہو؟ کیا بتلا سکتے ہو کہ دوسرے کے نطفے سے پیدا شدہ بچہ عورت کے اصلی خاوند کا کیونکر کہلا سکتا ہے بتلاتے ہوئے یہ بھی سمجھ لینا۔ کہ اگر برہمن کھتری کی لڑکی سے شادی کر لے۔ تو جو اولاد پیدا ہو گی۔ وہ براہمن کہلائیگی۔ یا کھتری۔؟ ضرور برہمن ہو گی اس سے معلوم ہوا۔ کہ باپ کا نطفہ جس سے بچہ پیدا ہوا ہے

Marfat.com

تمام کام کا مدار ہے۔ پھر یہ کیا انصاف اور نیچر ہے کہ نطفہ تو کسی کا ہو اور بیٹا کسی کا کہلائے۔ اور باتوں میں تو تم جواب دے ہی دیا کرتے ہو اور بہت سے حوالجات سے ہندوؤں کے بزرگوں کو نیوگ کی اولاد ثابت کیا کرتے ہو۔ کبھی بائیبل کا کوئی درس پڑھ دیا کرتے ہو۔ مگر ہمارا سوال تو تم سے بحیثیت ایک نیچری پارٹی ہونے کے ہے کون سا نیچرل رول ہے کہ نطفہ کسی کا اور بچّہ کسی کا؟ عورتوں کے حقوق کی بابت سنیئے صاف ارشاد ہے وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ

یعنی عورتوں کے حقوق مردوں کے ذمہ اسی طرح ہیں جس طرح مردوں کے عورتوں کے ذمے ہیں۔ یعنی حقوق مساوات ہے مگر بوجہ اسکے کہ قرآن شریف نیچرل (قدرتی) کتاب ہے۔ اس لئے مردوں کو چونکہ فطرتاً فضیلت ہے لہٰذا اسی آیت کے متصل ہی فرمایا۔

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ

یعنی مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت ہے۔ جس کا کسی کو انکار نہیں۔ پس کہیئے! بابو صاحب! ایسا جھوٹ بولنا کہ عورتوں کے حقوق برابر نہیں؟ کہو جی کون دھرم ہے؟

آریہ نمبر ۹۹ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ اگر عورت بدکاری کرے تو اسکو خوب پیٹو۔ اور گھر میں قید رکھو۔ حتیٰ کہ مرجائے۔ افسوس عورت بدکاری کرے۔ تو اس کو خاوند مارے۔ اگر خاوند بدکاری کرے۔ تو اس کو عورت کیوں نہ جوتے لگائے۔ اور گھر میں تاحیات قید رکھے۔ یہ محض اس لئے کہ عورت غلاموں کی طرح ملکیت تصوّر کیگئی ہے۔

آریہ نمبر ۱۰۰ مسلمان لوگ عورت کو طلاق دیسکتے ہیں افسوس ہے عورت بدصورت ہو۔ لڑکیاں پیدا کرے یا خراب اسکو طلاق دیجائے۔ لیکن اگر آدمی بدصورت ہو۔ لڑکیاں پیدا کرے یا خراب

ہو۔ تو اُسکو طلاق نہ دے جا سکے۔ طلاق کا مسئلہ جہاں بذاتِ خود قبیح ہے وہاں اپنے نتائج کے لحاظ سے بھی مذموم ہے۔ طلاق کا مسئلہ خاوند اور بیوی کے درمیان سچی محبّت پیدا نہیں ہونے دیتا۔ کیونکہ عورت ہمیشہ خائف رہتی ہے معلوم نہیں اُسکو کس جرم پر دیدی جاوے۔ طلاق کا مسئلہ بازاری عورتوں کی تعداد کو بڑھانیوالا ہے طلاق کا مسئلہ عورتوں کو بیوفا بنانیوالا ہے۔

آریہ نمبر ۱۰۱ مسلمان لوگ ایک ہی وقت میں دو۔ دو۔ تین۔ تین چار بیویاں کر سکتے ہیں۔ بھلا پھر عورتیں ایک ہی وقت میں دو۔ دو۔ تین تین چار خاوند کیوں نہ کریں؟ کاش قرآن کو بنانیوالی کوئی عورت ہوتی۔ تو ہم دیکھتے کہ عورتیں مردوں کو طلاق دیتیں۔ گھر میں قید رکھتیں۔ ایک ہی وقت میں چار چار خاوند کرتیں۔ وہ زمانہ مبارک ہوگا جبکہ اہلِ اسلام کی عورتیں تعلیم یافتہ ہوکر غلامی سے آزاد ہو جاوینگی۔ اور مردوں کی طرح تمام حقوق طلب کریں گی۔ اُسوقت یا تو قرآن کو بند کرکے طاق میں رکھنا پڑیگا۔ یا چار چار خاوندوں کی نوبت آئے گی۔

مسلمان نمبر ۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲ نیچرل سائنس کے جاننے والو! یا مدعیو! ان تینوں سوالوں کا مطلب سمجھے ہو؟ تینوں اعتراضوں کی بنا ایک ہی ہے یعنی نیچرل سائنس (قدرتی فلسفہ) سے ناواقفی اس لیے ہم پہلے آپ لوگوں کو اصول موضوعہ نمبر ۹ کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ پھر بتلاتے ہیں ؏

تو آشنائے حقیقت نہ خطا اینجاست ؎ پس غور سے سنو!

کچھ شک نہیں۔ کہ دنیا کی مخلوقات میں گو کتنا ہی اختلاف ہے۔ مگر ایک نسبت ان میں ضرور ہے۔ یعنی بعض مخلوق تو مستعمِل (استعمال میں لانے والی) ہے اور بعض مستعمَل (قابلِ استعمال) بے جان چیزوں میں تو کسی کو شک ہی نہیں۔ کہ جانداروں کے استعمال کے لئے پیدا ہوتی ہیں۔ جانداروں میں جو کو دیکھا جاوے۔ تو اس میں شک نہیں ہوتا۔ کہ یہ سب حیوانات

انسان ہی کی خدمت کو پیدا ہوتے ہیں۔ کوئی اس کا ہل چلاتا ہے۔ تو کوئی اس کی سواری بنتا ہے۔ کوئی اس کو دودھ دیتا ہے تو کوئی اس کو شہد پلاتا ہے گو ان کی خدمت انسان بھی کرتا ہے۔ مگر حقیقت میں وہ خدمت نہیں۔ بلکہ حق الخدمت ادا کرتا ہے۔ حیوانات سے آگے بڑھ کر خود انسان کی دو صنفوں (مرد و عورت) میں بھی یہ نسبت ہے؟ بیشک اور ضروری ہے۔ مرد مستعمل ہے اور عورت مستعملہ جس کے ثبوت کیلئے ہمارے پاس فطری۔ عرفی اور مذہبی ہر طرح کے دلائل موجود ہیں۔ پس پہلے فطری (قدرتی) دلائل سنو!

دلائل فطریہ

۱۔ نکاح کی غرض میں مرد مستعمل اور عورت مستعملہ ہے۔ کیونکہ جب تک مرد جماع کرنا نہ چاہے۔ عورت اس سے جبراً نہیں کرا سکتی۔ ہاں اگر مرد جبراً کرنا چاہے۔ تو کر سکتا ہے۔ جس سے صاف ثابت ہے کہ مرد مستعمل اور عورت مستعملہ ہے۔

۲۔ آلۂ جماع و استعمال مرد کو عطا ہوا ہے تو پھر مرد کے مستعمل ہونے میں کیا شک ہے۔

۳۔ مرد عورت کی ظاہری شکل اور ہیئت بھی اس نسبت کو ظاہر کرتی ہے مرد کے چہرہ پر عموماً وقت بلوغت بالوں کا نکلنا اور عورت کا منہ ہمیشہ کیلئے صاف رہنا (جو اسکے مرغوب الطبع ہونیکا ایک قوی ذریعہ ہے) اس نسبت کی قوی دلیل ہے

۴۔ اولاد کے حق میں ماں کا مشقت اور تکلیف شاقہ اٹھانا (حالانکہ وہ نطفہ یقیناً مرد کا ہے) اس امر کو ثابت کرتا ہے۔ کہ عورت مثل ایک مزدور کے مستعملہ ہے۔ اور مرد اس کا مستعمل۔

۵۔ مرد کا عموماً تنومند اور طاقتور ہونا یہانتک کہ تمام طاقت کے کاموں

اسلام میں ڈاڑھی رکھنے کا حکم ہے کہ قانون قدرت کا خلاف اور عورتوں سے مشابہت نہو ۱۲ (منہ)

Marfat.com

کاروشل جنگ وغیرہ سب کا متکفل ہونا اور عورت کا اس سے بالکل سبکدوش رہنا بھی اس امر کی دلیل یا قرینہ ہے کہ مرد مستقل اور عورت مستعملہ ہے۔

دلائل عرفی

یعنی وہ دلائل جن پر کل بنی آدم بلا تمیز مذہب عمل کرتے ہیں

۱۔ عموماً شادی کرکے خاوند کا عورت کو اپنے گھر میں لے جانا اور وقت نکاح اُسکو کچھ دینا اور گھر میں لیجاکر اس پر مناسب حکمرانی کرنا اس امر کا ثبوت ہے کہ عموماً بنی آدمؑ عورت کو مستعملہ جانتے ہیں۔

۲۔ عموماً بازاروں میں عورتوں کا زنا[1] کے لئے مزیّن ہو کر بیٹھنا اور مردوں سے عوض لیکر اُن سے زنا کرانا اور مردوں کا عوض دیکر اُن سے بدفعلی کرنا اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ عورت بھی مثل دیگر اشیاء خریدنی و فروختنی کے مستعملہ ہے۔

۳۔ عموماً ہر قوم کا عورتوں کو زیب و زینت سے مزیّن کرنا اور اس زینت کو معیوب نہ سمجھنا۔ بلکہ عورتوں کا بھی طبعی طور پر اس طرف مائل رہنا اس امر کا ثبوت ہے کہ کل قومیں عورت کو مستعملہ جانتی ہیں۔

۴۔ عورت کا حمل کیوجہ سے تکلیف اُٹھاکر ہر قوم میں بچّہ کا باپ کی نسل سے ہونا بھی اس امر کا قرینہ بلکہ دلیل ہے کہ عورت مستعملہ ہے۔

دلائل مذہبی

تمام مذاہب کے رسم ورواج کا بیان کرنا تو شائد بے سود ہوگا۔ خاص آریوں ہی کا بیان سنئیے! سوامی دیانندجی عورت کے فرائض لکھتے ہیں۔

"گھر کے کاموں میں ہوشیاری سے رہے۔ سب چیزوں کو عمدگی سے بنائے۔ گھر کی

[1] یہ ایک امر واقعہ ہے اس سے یہ مطلب نہیں کہ زنا جائز ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہم نے اسے دلائل فطری یا مذہبی میں بیان نہیں کیا۔ ۱۲ (ترک)

Marfat.com

صفائی رکھے اور خرچ میں بہت بے پرواہی نہ کرے یعنی مناسب خرچ کرے سب چیزیں صاف رکھے اور خوراک اس طرح بنائے۔ کہ جو دوائی بن کر جسم یا روح میں بیماری کو نہ آنے دے۔ جو جو خرچ ہو اُس کا حساب ٹھیک ٹھیک رکھکر خاوند وغیرہ کو سنا دیا کرے" (ستیارتھ باب ۴ فقرہ ۰.۵ صفحہ ۱۲۴)

اور سنیئے!

"اولاد لینے کیلئے عورت سے نیوگ کرائے" (صفحہ ۱۵۵)

عبارت مذکور بالا سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ عورت مرد کیلئے بمنزلہ خادم اور کھیتی کے ہے۔ سو یہی معنے اُس کے مستعملہ یا ماتحت ہونے کے ہیں۔ اسی قدرتی نسبت کے بتلانے کو خدا کی قدرتی کتاب کا ارشاد ہے۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا

"یعنی مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔ دو وجہ سے ایک تو قدرتی فضیلت سے جو خدا نے مردوں کو دی ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ مرد اپنے مال اُن پر خرچ کرتے ہیں"

پس اس نسبت کو (جو قدرت نے مرد و عورت میں بنائی ہے) ملحوظ رکھکر آپ کے یہ سوالات آسکتے ہیں؟ پہلے سوال کا جواب یہی ہے۔ کہ پیٹنا حاکم کا کام ہے محکوم کا نہیں۔ رعیّت کا کیا حق ہے؟ کہ حاکم کو اُسی قسم کی سزا دے جو کسی قصور پر حاکم اُس کو دے۔ ورنہ حاکم و محکوم میں مساوات ہو جائیگی۔ جو آپ کے سوا کوئی بھی نہ کہیگا۔

ہاں اس بات کے اظہار کئے بغیر ہم نہیں رہ سکتے۔ کہ آیت کا مطلب یہ نہیں۔ کہ عورت کا خاوند اُس کو سزا دے۔ بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ عورت کا خاوند یا کوئی مخبر عورت کی بدچلنی یعنی زنا کاری کی خبر حاکم وقت کو کرے۔ تو بعد ثبوت لینے کے حاکم یہ سزا دیگا۔ اسی طرح عورت مرد کی شکائت کرکے سزا دلا سکتی ہے۔

ہاں منوجی کا پرمان (فرمان) بیشک سُننے کے قابل ہے۔ جو حکم

Marfat.com

"استری۔ عورت۔ بیٹا۔ غلام۔ شاگرد اور برادر حقیقی ان سے جرم سرزد ہو تو رسی اور بانس کی چھڑی سے اُن کو سزا دینا چاہئیے" (منوسمرتی ادھیائے ۸ شلوک ۲۹۹)

سماجیو! استری (عورت) نیوگ کرلنے پر راضی نہو۔ تو جب بھی بانس ہی سے سزا دیجائیگی؟ یا کسی اور لمبی چیز سے؟ ہماری رائے میں بانس بہت مناسب ہے۔ آئندہ اختیار بدست مختار ست محتسب را درونِ خانہ چہ کار؟

طلاق مسئلہ کو قبیح کہنا بھی نیچرل فلاسفی کے خلاف ہے اگر اصول موضوعہ نمبر ۳ کو ملحوظ رکھتے تو کبھی یہ سوال نہ کرتے۔ بابو صاحب! اگر آپ بھولے ہوں۔ تو سنیئے! قدرتی تعلقات تو کبھی نہیں ٹوٹ سکتے۔ مگر مصنوعی تعلقات سب کے سب قابل انفصال ہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں۔ کہ آپ اگرچہ دوسرے مذہب میں چلے گئے ہیں۔ مگر ولدیت لکھاتے وقت آپ ولد میاں جی سلطان محمد مرحوم ہی لکھائیں گے۔ باپ کے بیٹے۔ بھائی کے بھائی مگر اتنی عمر میں آپ بتلا سکتے ہیں کہ کتنے ہم صحبتوں سے آپکی دوستی اور محبت ہوئی جنکو آپ اور وہ آپ کو دوست کہکر پکارتے رہے۔ آپس میں اتنا گہرا تعلق تھا۔ کہ بن دیکھے کھانا ہضم نہوتا ہوگا۔ مگر آج اُن میں سے ایک سے بھی ملاپ نہوگا۔ بلکہ نئی پارٹی نئے تعلقات۔ پس بتلائیے اگر قدرتی اور مصنوعی تعلقات یکساں طاقت اور اتصال رکھتے ہیں۔ تو ان دونوں نسبتوں میں سے کیوں پہلی نسبت کو ہنوز متصل اور دوسری کو منفصل پاتے ہیں؟ اسی طرح نکاح بھی چونکہ انسانی تعلقات میں سے ایک مصنوعی تعلق ہے لہذا وہ بھی قابل انفصال ہے یعنی وقت ضرورت مرد عورت کو طلاق دے سکتا ہے۔ رہا یہ سوال کہ عورت مرد کو کیوں طلاق نہیں دے سکتی؟ یہ نیچرل فلاسفی (قانون قدرت) کے خلاف ہے جب حاکم اور محکوم دونوں میں نسبت مساوات کی ہوگی تب یہ سوال وارد ہوسکیگا۔ ذرہ قدرتی فلاسفی کو غور سے دیکھکر مرد و عورت کی نسبت کو یاد کیجئے۔ تاکہ آپ کو آپکے سوال کی قدر معلوم ہو۔ البتہ

امر کی شکایت کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ گو یہ شکایت نئی بھی نہیں۔ کہ آپ نے قرآن شریف پر ناحق بہتان لگایا ہے۔ کہ

"عورت کی بدصورتی۔ لڑکیاں پیدا کرنے یا خراب ہونیکی صورت میں طلاق دیجاوے"

اگر آپ یا کوئی آریہ اس مضمون کی آیت دکھاوے تو مبلغ پانصد روپیہ چہرہ دار ہم سے انعام پاوے

قرآن شریف خود آپکے اس خیال غلط مثال کا رد کرتا ہے سنو!

عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا (نساء ع ۳)

یعنی عورتوں کے ساتھ نیک برتاؤ کیا کرو۔ اگر اُن کو بوجہ بدصورتی یا کسی اور بات کے ناپسند کرو۔ تو تو بھی نباہ کرتے رہو۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کسی چیز کو تم ناپسند سمجھو اور خدا اُسی میں بہت بڑی بھلائی پیدا کر دے"

یہ بالکل غلط ہے۔ کہ طلاق کے مسئلہ کی وجہ سے خاوند بیوی میں محبت نہیں ہو سکتی بھلا محبت بھی کوئی اختیاری فعل ہے؟ سنو! ؎

کالے گورے پہ کچھ نہیں موقوف　　دل کے لگنے کا ڈھنگ اور ہی ہے

مسلمانوں کی عورتیں خدا کے فضل سے خاوندوں پر فدا اور دل وجان سے نباہ کرتی ہیں کسی دوسرے مرد کی طرف نہیں دیکھتیں۔ مرد بھی اُن کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کرتے ہیں۔ ہم سے ملیں۔ تو شمار اور اعداد کے حساب سے اُن کو یقین دلا سکتے ہیں کہ مسلم عورتیں غیر مسلم عورتوں کی نسبت بہت بہت زیادہ پاکدامن ہیں خیر اسلام پر تو آپ کا بیان محض بہتان ہے ذرا اپنے سوامی دیانند جی کا پران بھی سنیئے۔ کہ کس قسم کی عورت کو پسند کرتے ہیں۔ سنو! فرماتے ہیں:۔

"اس قسم کی عورت سے شادی نہ کریں۔ نہ زرد رنگ والی۔ نہ مرد سے لمبی چوڑی نہ زیادہ طاقتور نہ وہ جسکے جسم پر بالکل بال نہوں۔ نہ بہت بال والی بکواس کرنے والی اور نہ بھوری آنکھ والی" (ستیارتھ پرکاش ص۔۔۔ باب فقرہ ۹)

کون پوچھے؟ کہ ان میں کیا عیب ہے اور کونسے وید منتر سے آپ پر ان ویسے تم معقول پسند پارٹی اور یہ سوال؟ اور سنیئے! ان میں تو بھلا کوئی بد صورتی یا بدنما ہوگی۔ جسکی وجہ سے اس قسم کی عورتیں سوامی جی کو پسند نہ آئیں آپ تو سیانا بڑے ہوئے ہیں کہ مندرجہ ذیل ناموں والی عورتیں بھی پسند نہیں کرتے سنو!

"منحوس نام والی عورت سے بھی (شادی) نکریں (منحوس ناموں کی تفصیل یہ ہے)

رکش یعنی اشونی بھرنی۔ روہنی دتی۔ دیوتی باتی۔ چترمی وغیرہ ستاروں وغیرہ کے نام والی تلسی۔ گینڈا۔ گلابی۔ چمپہ۔ چنبیلی وغیرہ پودوں کے نام والی۔ گنگا۔ جمنا وغیرہ ندی نام والی۔ چانڈالی وغیرہ پنچ نام والی۔ بندھیا۔ ہمالیہ۔ پاربتی وغیرہ پہاڑ نام والی۔ کوکلا مینا وغیرہ پرند نام والی۔ ناگی بھجنگا وغیرہ سانپ نام والی مادھوداسی میراں داسی وغیرہ خدمتگار نام والی۔ اور بھیم کماری۔ چنڈ کار کالی وغیرہ ڈرانے والی لڑکیوں کے ساتھ شادی نہ کرنی چاہیئے کیونکہ یہ نام منحوس اور دیگر اشیا کے بھی ہیں (ستیارتھ ص ۱ باب ۴)

(کیا ہی فلاسفی ہے؟ کیوں نہو۔ آریہ تعلیم ہو اور فلاسفی نہو؟)

سماجیو! انصاف سے بتلانا۔ اگر کوئی آریہ سہو و نسیان یا کسی کے دھوکہ یا رشتہ کے تعلق سے ان اقسام کی عورتوں میں سے کسی عورت کیساتھ شادی کرے تو کیا کرے تمام عمر سینے پر مونگ دلوا کر اسی سے نباہے اور "قہر درویش بر جان درویش" مصداق بنا رہے؟ یا کوئی صورت علیحدگی کی بھی ہے؟ انصاف سے کہنا یا بوجہ کا الزام اسلام پر ہے یا خود وید کے دھرم اور اپنے روحانی باپ سوامی جی مہرشی پر! کہتے ہوئے کسی کی رو رعایت نہ کرنا۔ ورنہ تمہارا سچا اصول منسوخ ہو جائیگا۔

تعدد ازدواج کا مسئلہ بھی اس قدرتی اصول اور نیچرل قانون پر مبنی ہے کیونکہ قدرت نے مردوں کو مستعمل (استعمال کرنیوالا حاکم) بنایا ہے اور عورت کو مستعمل (قابل استعمال) پھر کون کہہ سکتا ہے کہ جس مستعمل کو اپنی مستعملہ اشیاء کی جتنی ضرورت ہوگی۔ وہ اسی قدر اپنے پاس رکھیگا۔ ہاں ان منصف سے قرآن نے طلب

کا یہ قصور ہے کہ اُس نے بیشمار کو شمار میں محدود کر دیا۔

اور سنیئے! تمام دنیا کو اولاد کی خواہش ہے آریوں کو تو ایسی خواہش ہے کہ دوسرے سے لینے بھی پرہیز نہیں۔ پھر ذرہ انصاف سے کہیئے۔ کہ اگر آج کسی کی جورو کو حمل ہوا نو مہینے تو رحم کا منہ بند رہیگا۔ اس سے بعد دو سال تک عورت کو بچے کے دودھ پلانے پرورش کرنے سے فراغت نہیں ایسے وقت میں عورت سے جماع کرنا اولاد کی غرض سے بالکل بے سود اور بے معنی ہے کیونکہ ایک تو جماع ایسی حالت میں۔ جماع کرنے سے دودھ میں حرارت پیدا ہو کر بچے کو ضرر ہوتا ہے دوم اگر حمل ہوا۔ تو دودھ بالکل خراب ہو جاتا ہے پہلا بچہ جسکو قدرت نے دو سال تک دودھ پینے کی اجازت دی تھی بوجہ نہ ملنے دودھ کے کمزور ہو جاتا ہے۔ بلکہ مرجانے کا بھی احتمال ہے علاوہ اس کے اتنے عرصہ میں دوسرا بچہ ہونے پر عورت کو جو تکلیف ہوتی ہے اُسکو وہی جان سکتی ہیں جن کے گھر میں ایسا واقعہ ہوا ہو۔ کہ سال سال دو دو سال میں بچے پیدا ہوتے ہوں پس ایک دفعہ جماع کر کے تین سال تک مرد عورت کے پاس بغرض اولاد نہیں جا سکتا اگر کسی کو اپنے بھولے پن سے یہ خیال پیدا ہو۔ کہ اتنی تکلیف کی کیا ضرورت ہے۔ ہم بچہ کے لئے دایہ رکھ سکتے ہیں۔ جو اُس کو دودھ پلائے۔ اور ہم مزے سے بچے پیدا کریں۔ تو ایسے بھولے لوگوں کو سمجھایا جائیگا کہ یہاں قدرتی قانون کا ذکر ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قدرت نے بچے کی ماں ہی کو بچے کی پرورش کے لئے طیار کیا ہے اسی لئے اُسکے پستانوں میں بغیر کسی تجویز اور تدبیر کے دودھ اُتر آتا ہے۔ علاوہ اس کے دایہ کا رکھنا ہر ایک آدمی کا کام نہیں۔ بلکہ خاص امیروں ہی کا کام ہے۔

پس بتلایئے! اس تین سال کے عرصہ میں اگر اس بیچارے مرد کو جس کی عمر شباب جوانی پر ہے۔ اگر خواہش نفسانی ہو تو کیا کرے؟ کس جگہ اپنی حاجت روائی کرے۔ مگر ایسی طرز سے کہ اس کا نتیجہ بھی پیدا ہو۔

اچھا اسے بھی جانے دیجئے اور بتلایئے! کسی مرد میں قدرتی طور پر طاقت زیادہ ہے بڑھکر ہے جو ایک عورت پر قناعت نہیں کر سکتا۔ یا اُس کی عورت کسی خاص

بیماری سے ناقابل یا کمزور یا لبقول سوامی دیانندجی بدشکل یا منحوس نام والی ہے تو مرد مذکور کیا کرے۔

پس یہ ضرورت ہے جس کی وجہ سے تعدد ازدواج کا مسئلہ قرآن شریف نے جائز بتلایا ہے دیا نندی دوستو! وید کے حامیو! وید کو جملہ علوم کا مخزن بتلانے والو! کوئی منتر اس مضمون کو دکھلا سکتے ہو۔ کہ تعدد ازدواج منع ہے؟ دکھاؤ۔ تو اسی کتاب کا ایک نسخہ ہم سے انعام لو۔ مگر یاد رہے۔ کہ آپ کیا بتلاویں گے سوامی دیانند سے تو یہ نہ ہو سکا۔ کہ کوئی منتر صریح اس حکم کا دکھاتے۔ ناحق کی کھینچ تان کرتے کراتے۔ جیسی ان کی عادت تھی۔ اس کٹھن امر کو ثابت کرنے بیٹھے۔ سنو تمہیں ارمان نہ رہے۔ کہ سوامی جی نے کیا کہا ہے۔ ہم ہی تم کو بتلاتے ہیں۔ دیانند جی نے پہلے مذکورہ ذیل منتر نقل کیا ہے۔

"اے زن ومرد! تم دونوں اس دنیا میں خانہ داری میں داخل ہو کر ہمیشہ سکھ کے ساتھ رہو۔ اور کبھی باہم نفاق نہ کرو۔ اور سفر میں باہر جانے کے وقت یا اور کسی طرح کبھی باہم وداع ہو" (رگوید اشٹک ۸۔ ادھیائے ۳ ورگ ۲۸۔ منتر ۲)

اس پر سوامی جی اپنا حاشیہ چڑھاتے ہیں۔

اس سے یہ بھی پایا جاتا ہے۔ کہ ایک ہی خاوند ہونا چاہیئے۔ اور اسی طرح ایک مرد کو ایک ہی عورت سے بیاہ کرنا چاہیئے اس میں یہ دلیل ہے۔ کہ وید منتروں میں مرد اور عورت کا لفظ واحد میں آیا ہے" (بھومکا صفحہ ۱۴۳)

ہمارے دیانندی دوست تو بہت خوش ہونگے۔ کہ سوامی جی نے بہت اچھا استدلال کیا ہے۔ ان کی بلا کو معلوم کہ ایسے مضامین میں بلکہ ہمارے روزمرہ کے محاورے میں بھی ایسے کلاموں سے مرد اور عورت جو تثنیہ (دو) کے صیغے میں ذکر کئے جاتے ہیں اس سے یہ مراد نہیں ہوتی۔ کہ ایک مرد اور ایک ہی عورت بلکہ اس تثنیہ کے صیغے سے دو صنف مراد ہوتے ہیں یعنی مرد اور عورت جو ایک نوع کی دو صنفیں ہیں۔ اُن کو عام طور خطاب کیا گیا ہے جیسے ہمارے ہاں بھی محاورہ ہے کہ برات یا کسی عام دعوت میں کہا جاتا

کہ مرد عورت دونوں کھا چکے ہوں" تو اس سے یہ مراد نہیں ہوتی۔ کہ ایک مرد اور ایک عورت کھا چکے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح منتر مذکور کا مطلب ہے کہ مرد و عورت کے دو صنفو! تم آپس میں آرام سے کرو۔ اس سے یہ کہاں لازم آیا کہ ایک مرد کیلئے ایک ہی عورت چاہیئے۔ بلکہ یہاں تو دو صنفوں کا ذکر ہے اگر ایک مرد کے پاس چار عورتیں ہیں۔ تب بھی وہ دو صنف ہیں۔ اسی لئے تو ہم نے کہا ہے کہ سوامی جی ناحق کی کھینچ تان کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ مرد کو چونکہ قدرت نے مستقل اور حاکم بنایا ہے جیسا کہ دلائل مذکور سے ثابت ہوتا ہے اور عورت کو متعلق اور محکوم اس لئے جس مرد کو متعدد عورتوں کی حاجت ہوگی۔ وہ متعدد کریگا۔ مگر حاجت سے مراد اصل حاجت ہے نہ بناوٹی۔

اب سنئیے! قرآن شریف نے اس بارہ میں کیا تاکید فرمائی ہے۔ ارشاد ہے۔

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَلَّا تَعُوْلُوْا (پ)

یعنی اگر تم متعدد عورتیں کرو۔ تو ان میں عدل اور انصاف کیا کرو۔ اور اگر تمہیں بے انصافی کا خوف ہو تو ایک ہی منکوحہ یا اپنی مملوکہ لونڈی پر قانع رہو۔ پھر فرمایا۔ کہ یہ پچھلی صورت بہت مناسب ہے تاکہ تم جور و ظلم میں نہ پھنسو۔ پس آپکا یہ کہنا کہ ایک عورت کو بھی متعدد خاوندوں کی اجازت ہونی چاہیئے۔ بالکل بیچ در بیچ اور قدرتی اصول کے خلاف ہے۔ گویا کہ یہ معنی ہیں کہ ایک مزارع اگر دو چار قطعات اراضی میں ہل چلاتا ہے تو ایک قطعہ اراضی میں دو چار مزارع یکے بعد دیگرے کیوں نہ ہل چلائیں۔ تو ایسی فضول اور لغو حرکت کو کون پسند کریگا۔

پس دیانندی دوستو! تعدد ازدواج کے منع پر وید منتر اگر نہیں دکھا سکتے ہو۔ تو اپنے ہم خیال بلکہ استاد عیسائیوں ہی سے مدد لے کر وہی بائبل کا کوئی درس دکھا دیں۔ یاد رکھو کبھی نہ دکھا سکو گے۔

وَلَوْ كَانَ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا

تعدد ازدواج کی مزید تحقیق تفسیر ثنائی جلد دوم حاشیہ نمبر ۹ میں دیکھو۔

آریہ نمبر ۱۰۲	قرآن کی تعلیم ہے کہ مسلمان عورتیں پردہ کریں اور چادر سے اپنے چہروں کو ڈھانک کر جاویں تاکہ کوئی غیر آدمی اُن کو

Marfat.com

نہ دیکھ سکے۔ یا دہ کسی غیر آدمی کو نہ دیکھ سکیں۔ کوئی وجہ تو معلوم نہیں ہوتی کہ مسلمان آدمی چادروں سے منہ چھپا کر باہر نکلا کریں۔ تاکہ کوئی غیر عورت اُن کو نہ دیکھ سکے زیادہ کسی غیر عورت کو نہ دیکھ سکیں۔ کیا منہ کے چھپانے سے پاکیزگی قائم رہ سکتی ہے؟ جبکہ دل کا پردہ اُٹھ گیا ہو علاوہ ازیں منہ کو کپڑے سے چھپا کر سونا۔ چلنا پھرنا۔ صحت کیلئے بہت مضر ہے افسوس ہے کہ آدمی آپ تو کھلے منہ تازہ ہوا کھاوے اور عورت کو بیل کی طرح منہ پر نقاب ڈالنے کیلئے مجبور کرے (احزاب ۵۹)

مسلمان نمبر ۱۰۲ واہ جی سوامی آپ نے سماج کو ایسا سبق دیا کہ کسی طرح بھولتے نہیں کیسا معقول سبق پڑھایا کہ قرآن کے مقابلے پر دو دُونے چار بھی غلط سمجھا کرو۔ سنیئے! قرآن شریف وید کیطرح کسی کا محتاج نہیں۔ وہ تو ایک نیچرل کتاب ہے۔ ہر ایک حکم کی بنا مضبوط رکھتا ہے اور اس کا ہر ایک حکم ایک قدرتی اصول پر مبنی ہے۔ مرد و عورت کی باہمی نسبت جو پہلے نمبروں میں بیان ہوئی ہے اُس کے سمجھنے سے آپ کا یہ سوال بیخ و بنیاد سے اکھڑ جاتا ہے۔ یاد ہو تو سنو! عورت مرد کی ایک مستعملہ چیز ہے کس نے بنائی؟ اسی سچدانند۔ نرا کار وحدہٗ لا الٰہ الا ھو نے دلائل سابقہ نمبروں میں دیکھو۔ پس جس چیز کے برہنہ رکھنے سے بگڑنے کا خطرہ ہو۔ اُس کو محفوظ ہی رکھنا دانائی ہے۔

اس مضمون پر اگر اپنے روحانی باپ دیانند جی کے دستخط چاہو۔ تو سنو! تمہارے گرو جی آگیا (حکم) دیتے ہیں۔

"پڑھانے کا مکان کسی تنہا موقعہ پر ہونا چاہیئے۔ اور لڑکوں اور لڑکیوں کی اُپہ شالا ایک دوسرے سے دو کوس دور ہونی چاہیئے جو معلم یا معلّم یا نوکر چاکر ہوں۔ لڑکیوں کے مدرسہ میں سب عورتیں اور مردانہ مدرسہ میں سب مرد ہوں زنانہ مدرسہ میں پانچ برس کا لڑکا اور مردانہ مدرسہ میں پانچ برس کی لڑکی نہ جانے پاوے" (ستیارتھ ص ۴۲ باب ۳ فقرہ ۳)

Marfat.com

کوئی پوچھے کہ ایسی پابندی کیوں ہے کہ پانچ پانچ برس کی لڑکے لڑکیاں بھی ایسے الگ رہیں کہ وہ دو کوس تک ایک دوسرے کو دیکھنے نہ پاویں۔ تو سوامی جی یا ان کی طرف سے ہمارے برہمچاری بابو صاحب صاف کہہ دینگے۔ کہ مولوی صاحب یہ بڑی سائنس فلاسفی ہے۔ آپنے کسی اُستاد کا شعر نہیں سُنا؟ ؎

یہ سب کہنے کی باتیں ہیں ہم انکو چھوڑ بیٹھے ہیں
جب آنکھیں چار ہوتی ہیں محبت آ ہی جاتی ہے

چنانچہ سوامی جی نے اس مضمون کو دوسری جگہ صاف صاف اور کھُلے کھُلے لفظوں میں ادا کر ہی دیا۔ بابو صاحب کو اختیار رہے مانیں یا نہ مانیں۔ دیانند جی ہندوؤں کو مندروں میں اور بتخانوں میں جانے سے روکتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"عورتوں مردوں کا مندروں میں میل ہونے سے زناکاری۔ لڑائی بکھیڑے اور بیماریاں وغیرہ پیدا ہوتی ہیں" (ستیارتھ ص۳۱۹)

اب سنئیے! قرآن کی آیت جس کا آپ نے حوالہ دیا ہے:۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ (احزاب ع۸)

یعنی اے پیغمبر! تم اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دو کہ بازاروں اور راستوں میں چلتی ہوئیں اپنے چہروں پر نقاب رکھا کریں۔ اس شریفانہ برتاؤ سے شریف معلوم ہونگی تو انکو کوئی بدمعاش چھیڑ چھاڑ کر نیسے ستائیگا نہیں۔

کہیئے! بابو صاحب! پانچ برس کی لڑکی اور پانچ برس کے لڑکے کو علیحدہ رکھنے سے بالغوں اور جوانوں کو آنکھ ملانیسے باز رکھنا کہیں زیادہ بڑھ کر ضروری ہے یا نہیں؟

ہاں یہ خوب کہی کہ مسلمانؔ آدمی کیوں نہ چادروں سے منہ چھپا دیں؟ ہائے ضدی کیسے عقل کو زائل کر لیتے ہیں (دیباچہ ستیارتھ ص ک) آپکو معلوم نہیں کہ شریعت اسلامی چونکہ بانی فطرت اور علیم و حکیم کی طرف سے ہے جو انسان بلکہ جملہ حیوانات بلکہ تمام اشیاء

ؔ واہ رے بی اے تیری اردو دانی! آجتک تو ہم حسب وعدہ خاموش ہی رہے مگر یہاں تو داد دینے سے باز نہیں رہ سکے۔ مرد اور عورت کا مقابلہ؟ کیا کہنے! (منہ)

Marfat.com

کی حاجات کو جانتا ہے۔ اسی لئے ہر ایک صورت اور ہر ایک پہلو کو جیسا مناسب ہو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ پردہ سے چونکہ اتنی ہی غرض تھی۔ کہ زنا کاری بند یا کم از کم کم ہو اور زنا کاری کے واسطے یہ بڑا مقدم سبب ہے کہ مرد کی نظر عورت پر پڑتی ہے۔ اور وہ چونکہ مستعمل ہے اس لئے خواہش کرتا ہے۔ اور اُسکو پھندے میں لانیکے ذرایع پیدا کرتا ہے۔ اس لئے عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے چہروں کو چھپادیں۔ مردوں کے متعلق چونکہ دیگر ضروریات معاش اور انتظام دنیا متعلق ہیں۔ پس اُن کو اگر چہرہ چھپانیکا حکم ہوتا تو کاروبار انتظام دنیا میں عظیم خلل آتا۔ اس لئے ایسا نہیں کیا گیا۔

مضمون صاف ہے۔ لیکن آپ شاید اپنے گرو دیانند جی کا منہ تاکتے ہونگے کہ کیا فرماتے ہیں۔ پس اُن کے دستخط بھی آپکی خاطر کرائے دیتے ہیں۔

سنیئے! سوامی جی لکھتے ہیں۔

"اندریوں کو بڑے قاعدے سے قابو رکھنا چاہیئے۔ اندریوں کو کشش باہمی تعلق سے ہوتی ہے۔ منوجی نے فرمایا ہے۔ کہ اندریاں اسقدر زبردست ہیں۔ کہ ماں رساس اور لڑکی وغیرہ کے ساتھ بھی ہوشیاری سے رہنا چاہیئے دوسروں کا تو کیا کہنا ہے (اپدیش منجری صفحہ ۱۷)

بابو صاحب! غور سے دیکھئے! سوامی جی اور منو جی نے کیا اصول باندھا ہے ایک تو یہ کشش باہمی تعلق سے ہوتی ہے۔ بالکل ٹھیک ہے ؎

یہ سب کہنے کی باتیں ہیں، ہم اُن کو چھوڑ بیٹھے ہیں
جب آنکھیں چار ہوتی ہیں محبت آہی جاتی ہے

دوم یہ کہ خوف سارا مرد کی طرف سے ظاہر کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ لکھا ہے۔ ماں اور لڑکی وغیرہ کیساتھ بھی ہوشیاری کیساتھ رہنا چاہیئے یہ نہیں لکھا۔ کہ بیٹے داماد اور باپ کے ساتھ بھی ہوشیاری کے ساتھ رہنا چاہیئے گو یہ ٹھیک ہے کہ دونوں کی طبیعت ملنے ہی سے کام ہوتا ہے۔ مگر بوجہ اُن دلائل کے جو سابقہ نمبروں میں بیان آئے ہیں۔ مرد کی طرف سے اضداد زیادہ ہوتی ہے جس کو دوسرے لفظوں میں یوں

کہو کہ مرد مستقل ہے اور عورت مستعمل۔

سماجیو! سچ بتلانا۔ اپنے چوتھے اصول کو یاد کر کے بتلانا۔ پرماتما سے ڈر کر بتلانا کہ جب تم کسی خوبصورت ماہ جبین (عورت) کو دیکھتے ہو۔ تو تمہارے دل پر کیا گذرتی ہے کیا تم بیساختہ اسوقت یہ نہیں کہا کرتے؟ ؎

کون رکھتا ہے بھلا ایسا جگر دیکھیں تو ۔ یار ہو سامنے دیکھے نہ اُدھر دیکھیں تو

اور اگر اُس وقت کوئی تم سے کہے کہ مہاشہ جی! اپنی اندریوں (آنکھوں) کو قابو رکھو۔ دیکھو سوامی جی اور منو جی منع فرماتے ہیں۔ تو تم صاف اور کھلے الفاظ میں ایک ہی سناتے ہو ؎

بل بے خود بینیٔ زاہد کہ ترے دیکھنے کو ۔ منع کرتا ہے لو یہ اور تماشہ دیکھو

یہ بھی ایک ہی کہی کہ مُنہ کے چھپانے سے پاکیزگی قائم رہ سکتی ہے؟ جبکہ دل کا پردہ اٹھ گیا کیا ہی نئی منطق ہے! قربان! ایسے بی۔ اے پر۔ بابو صاحب! یہ کون کہتا ہے۔ کہ دل کے گندوں کے لئے ظاہری پردہ کامل روک ہے؟ ہاں یہ بیشک ہے۔ کہ دل کا گندہ کتنا ہی کیوں نہو۔ اگر وہ پردہ دار عورت کو دیکھیگا۔ تو اسکی گندگی کا اظہار اس قدر نہوگا۔ جتنا کہ برہنہ رو عورت کو دیکھکر ہوگا۔ اس سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ پردہ داری زناکاری کیلئے رکاوٹ ہے

اخیر میں ہم اپنے ناظرین کو تکلیف دیتے ہیں۔ کہ پردہ داری کی شرم وحیا کا خود ہی اندازہ کریں۔ مزید تحقیق کیلئے ہمارا رسالہ حق پرکاش بجواب ستیارتھ پرکاش کا نمبر ۱۲ ملاحظہ فرماویں۔

آریہ نمبر ۱۰۳

قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ متبنّیٰ یعنی لے پالک بیٹے کی بیوی تمہارے لئے حلال ہے۔ یہ بات کتنی قابل اعتراض ہے مانا کہ متبنّیٰ صلبی بیٹا نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی عام سوشل میل ملاپ کے لحاظ سے فرض کردہ بیٹے کی عورت سے شادی کرنا کس قدر معیوب ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ اگر کسی شخص کی عورت پر

فریفتہ ہو جائے اور وہ اس عورت کو قابو میں نہ لا سکے۔ تو اس کے خاوند کو یہ لالچ دیکر کہ ہم تم کو اپنی جائداد کا مالک بنا دیں گے۔ متبنّٰی بنا لے اور پھر آہستہ آہستہ جوڑ توڑ کر کے عورت کو اڑا لیا جائے اگر عورت آگے سے اعتراض کرے۔ کہ میں تمہارے لڑکے کی بیوی ہوں تم مجھے بغیر نکاح اور بغیر گواہ کے کیوں اپنے تصرف میں لاتے ہو؟ تو فوراً قرآنی آیت پیش کر دی جائے۔ کہ دیکھو! تم میرے لئے حلال ہو اور قاضی گواہ کی ضرورت نہیں خدا نے خود میرا تمہارا نکاح کر دیا ہے

مسلمان نمبر ۱۰۳

متبنّٰی (لے پالک) کی رسم عرب میں قدیم سے چلی آتی تھی۔ چنانچہ ہندوؤں اور آمدیوں میں بھی ہے۔ مگر چونکہ متبنّٰی (لے پالک) بنانا دراصل گویا قدرت[1] سے مقابلہ کرنا ہے کہ خدا نے تو اسے اولاد نہ دی اور یہ ناحق دوسرے کی اولاد کو اپنی اولاد بناتا ہے ان معنے سے متبنّٰی بنانا گو نیوگ کی ایک مثال ہے۔ مگر چونکہ بحکم اصول موضوعہ نمبر ۳ یہ تعلق بھی قابل انفصال ہے۔ بلکہ یوں کہئیے کہ واجب الفصل ہے۔ اس لئے شریعت اسلامی نے جہاں اور خرابیاں دنیا سے دور کیں۔ اس بیہودہ رسم کو بھی ملیامیٹ کر دیا۔ جسکے لئے قرآن نے دو طریق بتلائے ایک تو یہ کہ اس بدرسم کو فرع سے کاٹا۔ یعنی اس رسم کے نتیجہ کو پامال کیا کہ عرب میں متبنّٰی کو بالکل حقیقی بیٹے کی طرح سمجھا جاتا تھا۔ اور اسکی بیوی کو مثل حقیقی بہو کے خیال کیا جاتا تھا۔ پہلے تو اس خیال کی تغلیط کی کہ متبنّٰی کی بیوی بہو نہیں۔ پھر اسکو نہایت ہی حکیمانہ دلیل سے ثابت کرنیکو فرمایا۔

اُدْعُوْهُمْ لِآبَائِهِمْ

---

[1] ہمارے شہر میں ایک ہندو وکیل کے لے پالک مرنے پر لوگ تعزیت کو گئے۔ تو اس نے کہا تھا مجھے پر ناراض تھا۔ کہ میں نے تو تجھکو بیٹا نہیں دیا۔ تو نے کیوں بنا لیا؟ کیا ہی دانائی کی بات ہے (منہ)

Marfat.com

یعنی لے پالکوں کو اُنکے باپوں کی طرف نسبت کیا کرو۔ جنکے نطفے سے پیدا ہوتے ہیں یعنی ولدیت بتلاتے ہوئے کہ اُنکے بیٹے کہا کرو۔ اپنے مت کہا کرو تم سے اُن کا تعلق نطفے کا نہیں۔ بلکہ وہ تمہارے قومی اور دینی بھائی ہیں ۔ سنو!

فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَھُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَمَوَالِیْكُمْ

یعنی اگر تم اُنکے باپوں کے نام نہیں جانتے۔ تو تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں۔ یعنی اُن کو بھائی اور دوست کہا کرو۔ بیٹے کہا کرو۔ مطلب یہ کہ بیٹا بیٹی ہونا قدرتی جوڑ ہیں۔ جب قدرت نے تمہارا اُن کا جوڑ نہیں بنایا۔ تو تم کیوں غلط گوئی کرتے ہو؟ غور سے سنو!

مَا جَعَلَ اَدْعِیَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاھِكُمْ وَاللّٰهُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ (احزاب ع ۱)

یعنی لے پالک خدا نے تمہارے بیٹے نہیں بنائے۔ یہ تو صرف تمہارے منہ کی باتیں ہیں اللہ سچ کہتا ہے۔ اور وہی سیدھی راہ بتلاتا ہے"

پس اس رسم کے مٹانے میں جیسا کہ ایک فطری مذہب کا فرض تھا۔ پیغمبر اسلام علیہ السّلام نے مقدور بھر کوشش کی۔ جو خدا کے فضل سے کامیاب ہوئی۔ اس لحاظ سے آریہ سماج جیسے آزاد اور نیچرل مذہب کا فرض ہونا چاہیئے تھا کہ اس بد رسم کے مٹانے میں اسلام کا ہاتھ بٹاتا گو اسلام خدا کے فضل سے اسکی امداد کا محتاج نہیں تھا۔ مگر اسکو تو یہی حکم تھا۔

(راستگوؤں کو ساتھ دیا کرو اور ناراستی پسندوں سے بچے رہا کرو (ستیارتھ ۲۲)

لیکن مذہبی ضد اور عداوت انسان کی عقل اور سمجھ کو زائل اور تباہ کر دیتی ہے (دیباچہ ستیارتھ مٹ)

اب سنئے! اصل قصہ جسکی طرف بابو صاحب نے کمال ایمانداری اور دل آزاری سے اشارہ کیا ہے۔ زید ولد حارثہ کو جو غلام تھا آنحضرت نے تربیت کیا اُن کے دستور کے مطابق لوگ اسکو متبنٰی کہنے لگ گئے جوان ہونے پر اُس کی

Marfat.com

شادی اپنے قریبی رشتہ میں زینب کے ساتھ کر دی۔ باوجودیکہ اُسکی غلامی کیوجہ زینب کے رشتہ داروں نے کچھ انکار بھی کیا۔ مگر منشا نبوی کے سامنے دم نہ مار سکے۔ اتفاقاً دونو میاں بیوی میں کچھ رنجش ہوئی۔ تو زید اُسکو طلاق دینے پر آمادہ ہوا۔ آپنے بہت سمجھایا۔ کہ ایسامت کر۔ اس نے نہ مانا۔ اسی اثنا میں آپکے دل میں خیال آیا۔ کہ میں نے ہی انکا نکاح زور دیکر کرایا تھا۔ زینب اور زینب کے رشتہ دار ایک تو اسوقت اپنی ہتک سمجھتے تھے۔ دوسری اب طلاق ہونے پر ہوئی اُس کا تدارک کیا کیا جائے اسی پر آپکے دل میں خیال آیا۔ کہ میں خود ہی زینب کو نکاح میں لے آؤں تاکہ ان تمام زخموں کا مرہم ہوسکے۔ مگر ملک کے رسم ورواج اور جاہلوں کی شورش کے خیال سے آپ اس رائے کو ظاہر نہ کر سکے۔ یہانتک کہ آیات مذکورہ ذیل نازل ہوئیں۔ پس غور سے سنو!

اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَ اتَّقِ اللّٰهَ وَ تُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَ تَخْشَى النَّاسَ وَ اللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ فَلَمَّا قَضٰى زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا (احزاب ع ۵)

یعنی آپ اے رسول! سچا ہے تھے اس شخص کو جپر اللہ نے احسان کیا تھا (کہ غلامی سے چھڑا کر آزاد کرایا۔ ہدایت دیکر مسلمان بنایا) اور آپنے بھی اپر احسان کیا تھا (کہ تربیت کیا۔ یعنی زید کو کہہ رہا تھا) کہ اپنی بیوی زینب کو اپنے پاس رکھ۔ اور طلاق نہ دے اللہ سے ڈر۔ کہ خواہ مخواہ اسکی ہتک کر۔ اور تو اپنے دل میں وہ بات چھپا تا تھا جسے اللہ کو ظاہر ہی کرنا تھا (کہ لے پالک کی بیوی سے نکاح کا رواج ہوا) اور تو اسکے اظہار کرنے پر لوگوں سے ڈرتا تھا۔ حالانکہ اللہ سے ڈرنے کا زیادہ حق ہے پس جب زید نے زینب کو چھوڑ دیا۔ تو ہم (خدا) نے تیرا نکاح اُس سے کر دیا۔ تاکہ مسلمانوں کو لے پالکوں کی بیوی سے نکاح کر لینے میں روک نہ ہو جب وہ (لے پالک) اپنی بیویوں کو چھوڑ دیں۔ اور اللہ کا حکم تو ہو کر ہی رہتا ہے

ان آیتوں کا ترجمہ ہی بتلا رہا ہے۔ کہ آنحضرت نے زینب سے نکاح اپنی خواہش یا نفسانی غرض سے نہیں کیا۔ بلکہ زید کو بہت سمجھایا۔ مگر میاں بیوی کی سو مزاجی ایسی کچھ بالغ ہوئی۔ کہ نہ مانا۔ اس پر آیت نازل ہوئی۔ جسکا مطلب یہ ہے۔ کہ خدا نے آپکو زینب کے نکاح کی اجازت دی۔ چنانچہ زینب کا نکاح اُسکے بھائی ابو احمد نے مجلس میں کرایا (سیرت ابن ہشام برحاشیہ زاد المعاد صفحہ ۲۳۴) جس کا ولیمہ بھی بڑی دھوم دھام سے ہوا۔

ہائے! سوامی جی نے کیا ہی سچ فرمایا ہے۔ کہ آگے پیچھے کلام کو نہ ملانے والے بڑے ہی بدباطن اور جاہل ہوتے ہیں۔ (رہو مکا صفحہ ۵۲)

دیانندی دوستو! وید کو تمام علوم اور احکام کا مخزن جاننے والو! کہاں ہو؟ کوئی وید منتر بتلاؤ۔ جس کا یہ مضمون ہو۔ کہ لے پالک کی بیوی سے نکاح کرنا منع ہے۔ تم اکیلے یہ کام نہ کر سکو تو اس فن میں اپنے اُستاد عیسائیوں کو بھی ملالو۔ کہ وہی بائبل کا کوئی درس اس مضمون کا دکھائیں۔ ورنہ ایسی بے تکی اور بہکی بہکی کہنے سے باز آؤ عیسائیو! تمہیں تو خاص طور سے توجہ کرنی چاہیئے۔ تم رومیوں کی ۴ باب کی پندرہ کو بھی نہیں دیکھتے کہ :- "جہاں شریعت نہیں وہاں نافرمانی بھی نہیں"

یہ کیسی فضول گوئی اور دل آزاری ہے۔ جو آپنے کی ہے کہ مسلمان آیت سنا کر اپنی بہو کیلے لیگا۔ کیا آیت مذکورہ کا یہ مطلب ہے کہ مسلمان اپنی بہو کو بے نکاح رکھ سکتے ہیں۔ یا کسی مسلمان کا یہ مذہب اور خیال ہے کہ پیغمبر صاحب کی طرح مجھ پر قرآن نازل ہوتا ہے یا پیغمبر صاحب نے بغیر نکاح کے زینب کو رکھا تھا؟ ہائے کیسا پاپی ہے۔ جو متکلم کا مطلب بگاڑتا ہے (دیباچہ ستیارتھ صفحہ ک)

آریہ نمبر ۱۰۴

قرآن کی تعلیم ہے کہ غریبی سے مت ڈرو۔ نکاح ضرور کرلو خدا تمہیں امیر کردیگا۔ مانا۔ کہ ایک خاص شخص ایک خاص مالدار عورت کیساتھ نکاح کرکے مالدار ہوگیا۔ مگر کیا یہ حسن اتفاق ہر ایک شخص کو مل سکتا ہے؟ نہیں۔ پھر خدا کا غریبی کی حالت میں نکاح کا حکم چہ معنی دارد؟ اگر امیر بننے کا یہ خدائی نسخہ ہے تب تو بہت اچھا آسان طریقہ ہے مگر میں اہل اسلام کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ ایسا

کریں جس صورت میں خود ہی لنگڑے ہوں دوسرے لنگڑے کو سہارا نہ اٹھا لیں (سورہ نور ۲۴)

مسلمان نمبر ۱۰

جس آیت کا آپنے حوالہ دیا ہے۔ اسکے الفاظ یہ ہیں غور سے سنو!

وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (نور)

مطلب آیت کا یہ ہے کہ بیوگان کا (بیوہ ہوا ہوا) نکاح کر دیا کرو۔ اور جو تمہارے غلام اور لونڈیاں نیک چلن ہوں انکا بھی جوڑ ملا دیا کرو۔ یہ خیال مت کرو۔ کہ انکا گذارہ کیسے ہوگا۔ خدا سب کا روزی رساں ہے۔ چونکہ مجرد رہنے سے دوسرے سخت نقصانات (فحش زناکاری وغیرہ) کا خطرہ ہے اس لئے اس برائی کی بندش کرنے کو نکاح ضرور کر دیا کرو۔ اللہ اُن کو اپنے فضل وکرم سے غنی کر دیگا"

یہ ایک قسم کی تسلی ہے کہ خدا پر بھروسہ کرکے یہ کام کر لو۔ یہ مطلب نہیں۔ کہ نکاح کرنا تجارت کی طرح تحصیل دولت کا ایک ذریعہ ہے۔ سنیئے! آپکے اس غلط گمان کو خدا نے اسی آیت کے متصل ہی یوں رد فرمایا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ واقعی قرآن شریف عالم الغیب کا اُتارا ہوا ہے سنو!

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (نور ۳۳)

یعنی جن لوگوں کے پاس شادی کے اخراجات کی سکت اور وسعت نہو۔ وہ نکاح نہ کریں اور جسطرح ہو۔ بدکاری سے بچتے رہیں جبتک کہ خدا اُنکو وسعت عطا کرے"

کہیئے! اگر آپکا مطلب ہوتا۔ کہ نکاح کوئی ذریعہ نجات ہے۔ تو اس آیت میں ایسی جراٗت کرنے سے منع کیوں کیا جاتا؟ ہائے کیسا جاہل ہے جو کلام کو آگے پیچھے نہیں دیکھتا (بہو مکا صفحہ)

بابو صاحب! اگر آپ پکے آریہ ہوئے تو اس آیت کی قدر کرتے کہ اس میں بعینہٖ نیوگ (رانڈوں کے نکاح) کا صریح حکم ہے۔ مگر ہائے کیا ضدی اور متعصب ہے جو مذہب کی تاریکی میں پھنس کر عقل کو خیرباد کہدے (دیباچہ ستیارتھ صفحہ)

قرآن شریف کا مطلب تو سُن چکے ہو۔ اب ذرا وید پال بھی سنیئے! ایشور حکم دیتا ہے؟

"اے گرہ آشرم (خانہ داری) کی خواہش رکھنے والے انسانو! باہمی پسند و رضامندی

Marfat.com

سے بیاہ کر کے گھر بساؤ اور گرہ آشرم (خانہ داری) میں داخل ہونے سے خوف مت کرو اور اُس سے کانپو۔ تم کو قوت اور حوصلہ کیا تھ یہ ارادہ رکھنا چاہیئے کہ جملہ سامان راحت کو حاصل کریں۔ میں تم کو کل سامان راحت عطا کروں گا"

(یجروید ادھیائے ۳۔ منتر ۴۱)

اب اگر انصاف ہے تو اپنی تمام تنگ بندی اور منہ زوری اس منتر پر بھی تو کیجئے!

اصل بات یہ ہے کہ آپ جیسے قرآن شریف سے بیخبر ہیں۔ ایسے ہی وید سے بھی اجنبی خدا معلوم یہ بیخبری آپکو کہاں کہاں تک پہنچا دیگی۔ کچھ عجب نہیں۔ کہ آپ وید کے مضامین پر اطلاع پاکر بہت جلد ایک رسالہ ترک وید بھی شایع کر دیجئے ؎

یہ میں نے مانا کہ آج خنجر مرا گلو بھی نہیں رہیگا
کمر پہ قاتل کے او ستمگر ہمیشہ تو بھی نہیں رہیگا

آریہ نمبر ۱۰۵ قرآن کی تعلیم ہے کہ چچا، ماموں وغیرہ نزدیکی رشتوں کی لڑکیاں تمہارے لئے حلال ہیں۔ اس قدر نزدیکی رشتہ میں شادی کرنا میں معیوب سمجھتا ہوں۔ سگے بھائی بہنوں کی اولاد ایک دوسرے کو بھائی بہن کہتی پھرے اور پھر خاص وقت آجانے پر وہ میاں بیوی بن جاویں۔ اہل عرب آپس میں ایک دوسرے قبیلے کے ساتھ دشمنی رکھنے کے سبب لڑکیوں کو اپنے ہی کنبہ میں رکھتے تھے اور دشمن کے قبیلے میں لڑکی دینا کسر شان سمجھتے تھے۔ مگر ہندوستان میں جہاں عرب کے خانہ بدوشوں کی طرح چند آدمیوں کی جھونپڑیاں علیحدہ علیحدہ نہیں تھیں۔ بلکہ وہ عالیشان شہروں میں جو مختلف کنبوں اور قبیلوں اور گوتوں کے آدمیوں سے معمور ہیں آباد ہیں اس قاعدے کا جاری رکھنا شایاں نہیں ہے۔ میں اسکو معیوب سمجھتا ہوں۔ (احزاب - ۵۰)

الحمدللہ ہمارا یہ خیال صحیح ثابت ہوا جس کا ثبوت پہلے صفحات میں ہم لکھ آئے ہیں (ترک)

Marfat.com

مسلمان نمبر ۱۰۵ بھلے آدمی! بابا سے کبھی اپنے دعویٰ کو کسی دلیل سے ثابت کیا ہو یا دہی بات سے جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی تم سے سیکھ جا۔

سماجیو! کوئی وید منتر دکھا سکتے ہو؟ کہ فلاں فلاں عورت سے شادی کرو اور فلاں عورت سے مت کرو تفصیل بتلاؤ۔ تو بات کرو۔ اور اسی کتاب کا (ایک نسخہ) انعام پاؤ سُنیئے! ناطہ نکاح کرنے سے دونو (میاں بیوی) کے جوڑ کے علاوہ دونوں خاندانوں کا جوڑ ہو جاتا ہے۔ چونکہ چچا ماموں کی اولاد میں بہ نسبت دو حقیقی بہن بھائیوں کے دوری آجاتی ہے۔ اس لئے اس دوری کو نزدیک کرنے اور خاندانوں کو ملے ملائے رکھنے اور ایک دوسرے کے ہمدرد بنانے کی غرض سے اس قسم کے رشتے نہایت ضروری ہیں۔ قرآن شریف چونکہ باتی فطرت کی کتاب ہے اسلئے وہ انسان کی سب ضرورتوں کو پورے طور سے ملحوظ رکھتا ہے اور یہی قرآن شریف کا اعلیٰ معجزہ ہے۔ باقی رہا ایسے نزدیکی رشتوں کو آپکا ناپسند کرنا۔ سو یہ ویسی ہی بات ہے جو بعض مغرور آدمی۔ بافندوں (جولاہوں) سے رشتہ داری ناپسند کرتے ہیں۔

یہ بھی غلط ہے کہ عرب کے قبیلے بوجہ دشمنی کے ایک دوسرے سے شادیاں نہ کرتے تھے آپ اُن کے دیوان اور قصائد اور حالات قبل از اسلام کو پڑھتے۔ تو کبھی نہ لکھتے مگر ہمیں اس سے مطلب نہیں۔

آریہ نمبر ۱۰۶ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ اہل اسلام یا اہل قرآن چار سے زیادہ عورتیں ایک وقت میں نہیں کر سکتے۔ مگر کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ کہ جو شخص قانون بنائے وہ اپنے آپ کو کیوں مستثنے سمجھے اور نو عورتیں کرے۔ میں اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ کہ قانون بنانیوالا ہی قانون کو توڑ دے۔ اگر قرآن خدا کی طرف سے ہے تو کیا وجہ کہ ایک آدمی کو اس سے مستثنےٰ کر دیا جائے" (نساء - ۳)

مسلمان نمبر ۱۰۶ جس آیت کا آپنے حوالا دیا ہے۔ گو اس سے یہ حکم ثابت کرنا کہ چار عورتوں سے زیادہ کیا تو نکاح کرنا منع ہے ذرا ٹیڑھی کھیر

مگر خیر ہم مسلمانوں میں جو کچھ بھی مروّج ہے خواہ اسکی دلیل یہ آیت ہو یا کوئی حدیث یا اجماع امت اس لئے ہم آپ کو اصل مطلب بتلاتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ جب یہ آیت اُتری تھی جس میں بقول آپکے چار سے زیادہ نکاح کرنے سے منع ہے اُسوقت ایک اور آیت بھی خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان والا مکان میں نازل ہوئی تھی۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔

لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَآءُ مِنۡ بَعۡدُ وَلَآ اَنۡ تَبَدَّلَ بِھِنَّ مِنۡ اَزۡوَاجٍ وَّلَوۡ اَعۡجَبَکَ حُسۡنُھُنَّ (احزاب ع ۶)

یعنی اے نبی تجھے آج سے بعد کوئی اور عورت حلال نہیں اور نہ یہ حلال ہے کہ تو ان میں سے کسی ایک کو چھوڑ کر اور کو کرے اگرچہ تجھے پسندیدہ معلوم ہو۔

اس آیت نے آپکو موجودہ عورتوں کے رکھنے کی اجازت دیکر آئندہ کو منع کر دیا۔ پس ان دونوں آیتوں پر عمل اسی طرح ہو سکتا تھا کہ آئندہ آپ کوئی نیا نکاح نہ کرتے نہ انکو چھوڑتے چنانچہ آپنے ایسا ہی کیا۔ جو دونوں آیتوں کے ملانے سے مطلب ثابت ہوتا ہے اس کا خلاف نہ تو حضور علیہ السّلام نے کیا۔ اور نہ کوئی قانون توڑا۔ مگر بقول سوامی دیانند جی عقل سے خالی آگے پیچھے کو نہ دیکھنے والے بد باطن ایسے رازوں سے آگاہ نہوں تو قصور کس کا؟ (بھومکا ص۵)

امرنمبر ۱۰۷ قرآن کریم کی تعلیم ہے کہ اے رسول! (خطاب از جانب خدا) ہم تم کو یہ خبریں غیب کی سناتے ہیں تو اور تیری قوم اس سے بالکل بیخبر تھے۔ حاضرین! اس وحی سے ... قصے نوح۔ ابراہیم وغیرہ کے بیان کئے گئے ہیں۔ اور اُن کو غیب کی بات کہا گیا ہے۔ کیا جن کو اہل عرب پہلے نہیں جانتے تھے۔ بائبل کے پڑھنے والے دوسرے لوگ بھی اس سے بیخبر تھے؟ سچ ہے۔ کہ قرآن کا وجود ہونے سے پہلے ابراہیم نوح موسے وغیرہ کے مفصل قصے بائبل میں موجود تھے پھر اسکو غیب کی بات کہنا اور الہام کا دم بھرنا۔ سراسر غلطی ہے معلوم

Marfat.com

نہیں خدا کو بائیبل کا خلاصہ بنانے کیلئے کیوں جبرائیل بھیجنے کی ضرورت پڑی؟ میں بائیبل کو قرآن سے زیادہ مستند سمجھتا ہوں مگر دونوں کو ہی پایہ الہام سے ساقط تصور کرتا ہوں (ہود-۱۹۶)

مسلمان تمبر ۱ ـ قرآن شریف کے الہامی ہونے کا مطلب آپکے گروجی نے بھی نہیں سمجھا۔ تو آپکی کیا شکائت؟ قرآن شریف کے الہامی ہونے کے یہ معنی ہیں۔ کہ قرآن کے موجودہ الفاظ خدا تعالےٰ کے الہام اور وحی سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائے گئے اور انہوں نے وہی الفاظ اپنی امت کو پہنچائے۔ خواہ اس سے پہلے بھی قصے اور احکام اس ذریعہ سے خدا نے اپنے رسول کو پہنچائے۔ تو یہی الہامی اور وحی اور یقینی سمجھے گئے۔ کیونکہ رجسٹرڈ ہو کر پہنچے ہیں۔ اسکی مثال اگر آپنے محاورے میں سننی چاہو۔ تو سنو؟ جس طرح موجودہ ویدوں سے پہلے ہی (بقول آریہ سماج) یہی مضامین پہلی دنیا میں بھی موجود تھے مگر باں ہمہ آریہ سماج موجودہ ویدوں کو الہامی مانتی ہے۔ تو کیا کوئی اسپر یہ اعتراض کرسکتا ہے کہ موجودہ ویدوں سے پہلے بھی تو یہ مضامین پہلی دنیا میں تھے۔ پھر الہامی کیونکر ہوئے۔

بابو صاحب ٹھیک اسی طرح قرآن شریف کی مثال ہے قرآن خود کہتا ہے

اِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ (شعراء ع ۱۱)

یعنی قرآن شریف پہلے نبیوں کی کتابوں میں ہے۔ قرآن شریف خود بتلاتا ہے کہ میں پہلی کتابوں کے سچے مضامین کی تصدیق کرتا ہوں اور ساتھ ہی انکی غلطیوں پر اطلاع دیتا ہوں۔ سنو!

مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ وَ مُهَیْمِنًا عَلَیْهِ (سورہ مائدہ ع ۷)

یعنی قرآن اپنے سے پہلے مضامین کی تصدیق کرتا ہے اور انپر نگہبان بھی ہے کہ جو مضامین غلط گووں کی غلط گوئی سے ان میں آملے ہیں۔ ان کی چھانٹ کرتا ہے اور چنانچہ بتلاتا ہے۔

Marfat.com

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ
یعنی جو لوگ کہتے ہیں۔ کہ خدا تین ہیں۔ وہ کافر ہیں"

یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف کا بیان بعض مواقع پر کتب سابقہ سے مخالف ہو جاتا ہے جبکو عیسائی اپنی غلط فہمی سے قرآن کی تکذیب کا ذریعہ بناتے ہیں حالانکہ یہ مخالفت اُن کتب کی بے اعتباری کیوجہ ہو سکتی ہے کیونکہ ان کتابوں کو بھی یہ رتبہ حاصل نہیں ہوا۔ کہ وہ قرآن شریف جیسی کتاب سے مقابلہ کر سکیں اُن کے مصنف خود بتلاتے ہیں کہ ہم نے جو لکھا سُن سنا کر۔ یہی مصنفین اس بات کے بھی قائل ہیں کہ بہت سے واقعات ہم نے نہیں لکھے۔ بلکہ اگر تمام لکھے جاتے تو ان کے لکھنے سے جو کتابیں بنتیں وہ تمام دنیا میں نہ سما سکتیں۔ (کیا یہ الہامی مبالغہ ہے یا واقعی ہے ؟)

علاوہ اسکے افسوس تو یہ ہے۔ کہ آریہ سماج کیا اور عیسائی یہودی کیا سب کے سب قرآن شریف کی غرض وغایت سے بالکل بیخبر ہیں۔ وہ اتنا ہی جانتے ہیں کہ قرآن صرف قصوں کا ایک مجموعہ ہے۔ پس اُسکی کیا ضرورت ہے۔ عقلمندوں کو ہماری کتاب تقابل ثلاثہ کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

آریہ نمبر ۱۰۸

قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا نے اس کو بذریعہ وحی اپنے پر نازل کیا ہے۔ مگر کیا خدا اور اس کا جبرائیل محض موسےٰ عیسیٰ ابراہیم نوح لوط وغیرہ بائیبلی ناموں سے ہی واقف تھے۔ کیا اُن کو ہندوستان کے رشی منی۔ پانڈو کورو۔ رام چندر اور سیتا۔ بکرماجیت گوتم برہ کناد۔ پتنجل وغیرہ کے نام نہیں آتے تھے۔ اور کیا یہ سب کے سب عیسیٰ موسیٰ سے کچھ کم تھے۔ پھر وحی شریف اور قرآن شریف میں ان کا نام کیوں نہ آیا۔

۱۱۰ قرآن شریف کی تعلیم ہے۔ کہ اہل کتاب نے جن سے مراد یہودی اور

ك انجیل لوقا شروع۔ ك یوحنا ۲۱ باب کی ۲۵

Marfat.com

نصاریٰ وغیرہ لوگ ہیں۔ انجیل اور توریت میں کچھ اَول بدل کردیا ہے۔ انجیل اور توریت کے علاوہ زبور اور دیگر صحائف انبیاء کا بھی مہمل سا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے۔ مگر اس میں وید شاستر۔ ژند اوستھا وغیرہ کتابوں کا کہیں نام نہیں آیا۔

مسلمان ۱۱۱ — بلا سے کوئی ادا اُن کی بدنما ہو جائے
کسی طرح سے تو مٹ جائے ولولہ دل کا

ان دونوں نمبروں کا خلاصہ ایک ہی فقرے میں ہے۔ کہ ہندوستان وغیرہ کے برگزیدوں اور واقعات کا ذکر قرآن شریف میں کیوں نہیں؟ سو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اُن کے ذکر کرنے کا مقتضی اور سبب نہ تھا۔ اس قسم کے سوالات سنکر بیساختہ ہنسی آتی ہے۔ کہ ان لوگوں نے خدا کی کتاب (قرآن شریف) کو ہسٹری آف ورلڈ (دنیا کی تاریخ) سمجھ رکھا ہے۔ وید کو تمام علوم اور سائنس کی کان کہا جاتا ہے مگر جب یہ سوال ہو۔ کہ بتلاؤ۔ کہ آدمی کے کتنے اجزا ویدنے بتلائے ہیں تو اتنا ہی کہکر جان چھڑائی جاتی ہے۔ کہ وید میں بالتفصیل نہیں بالاجمال سب کچھ ہے اس اجمال سے بھی سوال ہوتا۔ تو امیر خسرو کے بڑے گانے کی طرح بتلایا جاتا ہے کہ دیکھو! بیماری میں پرہیز کرنیکا حکم ہے تو یہ علم طب کے اصول ہیں (دیکھو مکالمات ۱۲۹) سنو! قرآن شریف ایک مذہبی لیکچر ہے۔ جس طرح لیکچرار اپنے مخاطبوں کو سمجھاتا ہوا کہیں کوئی تمثیل دیتا ہے۔ کہیں کوئی قصہ اور حکایت بھی بتلاتا ہے۔ کہیں اجمال سے تو کہیں تفصیل سے۔ قصے بتلانے سے چونکہ اُس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ حاضرین میرے لیکچر کا مضمون بخوبی سمجھ لیں۔ اس لئے وہ ایسے قصے بتلاتا ہے جن سے وہ مانوس ہوں۔ جن لوگوں کے ناموں سے اُن کے کان آشنا ہوں یہ نہیں کہ ہندوستانیوں کے سمجھانے کو انگلینڈ کے اُن لوگوں کے واقعات سنادیں۔ جن کو جانتے بھی نہوں۔ ٹھیک اسی طرح قرآن شریف کی ... ہے۔ کہ چونکہ اوّل مخاطب اس کے عرب کے لوگ تھے۔ اسی لئے اُن

Marfat.com

سمجھانے کیلئے اُنہی قوموں اور نبیوں کے قصّے سنائے جاتے ہیں۔ جن کے ناموں سے اُن کے کان آشنا تھے۔ ہاں باقی دنیا کی نسبت اُسی واعظانہ طرز سے بالاجمال اتنا کہہ دیا جاتا ہے۔

اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ (فاطر ع ۳) اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِکُلِّ قَوْمٍ هَادٍ

یعنے ہر ایک قوم میں کوئی نہ کوئی خدا کے عذاب سے ڈرانیوالا ہو گذرا ہے"

تو اے نبی لوگوں کو عذاب سے ڈرانیوالا ہے۔ اور ہر ایک قوم کے لئے ہادی ہوا کرتے تھے"

پس بابو صاحب اپنے سوال کی اس عبارت کو (کہ کیا خدا اور اس کا چیرا اسمٰعیل موسیٰ۔ عیسےٰ وغیرہ ناموں سے واقف تھے۔ اُن کو ہندوستان کے رشیوں کے نام نہ آتے تھے ؟) اس طرح صحیح کیجئے (کہ کیا عرب کے لوگ موسیٰ عیسیٰ وغیرہ نبیوں کو جانتے تھے۔ ہندوستان کے رشیوں کو نہ جانتے تھے ؟ تو اس کے جواب میں ہم بالکل بے تامل کہدیجئے۔ کہ بیشک نہ جانتے تھے۔ خدا جاننے کی نسبت قرآن خود بتلاتا ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَیْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَیْكَ (مومن)

"یعنی ہم نے تجھ سے پہلے کئی ایک رسول بھیجے۔ جن میں بعض کے قصّے ہم نے تجکو بتلائے ہیں۔ اور بعض کے نہیں"

کہیے ! عقل بڑی یا بھینس ؟

آریہ نمبر ۱۱۰ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ قسم مت کھاؤ۔ مگر خدا نے بذریعہ وحی مکہ زیتون۔ گھوڑوں۔ ہواؤں وغیرہ کی قسمیں کھائی تھیں۔ کیا وجہ کہ خدا نے ہمالیہ۔ ایلپیس۔ بن۔ یاچل پہاڑوں اور ہندوستان کے آڑو۔ آلوچوں۔ سنگتروں۔ اور بھینس۔ ہاتھی وغیرہ کی کہیں قسم نہ کھائی۔

مسلمان نمبر ۱۱۰ آج تک تو ہم یہ مثال سنا ہی کرتے تھے کہ "دروغگو کم بر دے تو"

Marfat.com

ترکِ اسلام کو دیکھکر یقین ہوا کہ دنیا میں اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو صریح جھوٹ بول جاتے ہیں۔ چونکہ یہی دعویٰ بابو صاحب نے نمبر ۲۸ میں بھی کیا تھا۔ اس لئے اُسی نمبر میں اس کا جواب مل چکا ہے۔

آریہ نمبر ۱۱۱ قرآن شریف کی تعلیم ہے کہ خدا نے اَن پڑھوں میں اَن پڑھ رسول بھیجا۔ تو کیا پڑھے لکھے عالم فاضل لوگوں کیلئے ایک اَن پڑھ کی بات قابل تسلیم ہوسکتی ہے؟

(جمعہ۔ع ۲)

مسلمان نمبر ۱۱۱ کیا ہی اچھا اصول ہے۔ مگر افسوس بی۔ اے ہوکر انگریزی اردو فارسی عربی سے محض بیخبر دیانندجی کے کیوں پیرو بنے۔ اور انہوں نے باوجود سنسکرت کے ددوان (عالم) ہونے کے اگنی وایو وغیرہ اَن پڑھوں کی پیروی اور غلامی کیوں اختیار کی؟ اگر کہو۔ کہ ان کو ایشور نے الہام سے سب کچھ پڑھا دیا تھا تو سنیئے! تمہارے پاس تو اس دعویٰ کا کوئی ثبوت نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ وید سے بھی اس کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ قرآن سے سنیئے! خدا فرماتا ہے۔

عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (نساء ۱۱۷)

یعنی اے نبی جو کچھ تو نہ جانتا تھا۔ خدا نے تجھے سکھا دیا۔ تجھ پر خدا کا بہت بڑا فضل ہے۔ سماجیو! اگر کچھ رکھتے ہو۔ تو لاؤ۔ دکھاؤ جس سے اسی طرح اگنی۔ وایو وغیرہ کے الہام کا دعویٰ ثابت ہو۔ اور تم اُس فرض سے سبکدوش ہو جاؤ۔ ؎

بس تنگ نہ کر ناصحِ ناداں مجھے اتنا یا چل کے دکھا دے دہن ایسا کمر ایسی

آریہ نمبر ۱۱۲ قرآن کی تعلیم کہ خدا نے اس کو عربی میں نازل کیا۔ یہ اس لئے کہ لوگ اس کی عجمی زبان میں ہونے پر کہیں یہ نہ کہدیں۔ کہ ہم اس کو نہیں سمجھ سکتے۔ بھلا خدا کو کیا معلوم نہ تھا کہ دوسرے لوگ جو عربی نہیں جانتے۔ وہ کیا بولیں گے۔

Marfat.com

اعتراض پیش کیجئے (حم سجدہ ۴۴)

مسلمان نمبر ۱۱۲ بابو صاحب! ہر کلام کا مطلب اُس کے عالم سے پوچھنا چاہیئے! یوں تو قرآن شریف کے مخاطب سب لوگ ہیں چنانچہ ارشاد ہے

مَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا (سبا ۳۷)

یعنی ہم (خدا) نے تجھکو (اے نبی) تمام لوگوں کیلئے راہنما کر کے بھیجا ہے۔

مگر چونکہ عرب کے لوگ ان سب سے اول طبقہ میں تھے اور سب سے مقدم حق رکھتے تھے۔ پھر انہی کے ذریعہ تمام لوگوں کو قرآن پہنچایا جاتا تھا۔ اس لئے فرمایا

اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ (یوسف ع ۱)

یعنی ہم (خدا) نے قرآن کو عربی زبان میں اس لئے اتارا ہے کہ تم اے عرب کے لوگو! اسے سمجھو!

دور کیوں جاتے ہو۔ اپنے میں مثال لو۔ دیانندجی نے اُس زبان میں کتابیں لکھیں جو وہ جانتے تھے۔ حالانکہ اُن کے مخاطب تمام دنیا کے لوگ ہیں۔ قرآن اور بائیبل کا (بزعم خود) رد کیا تو ناگری میں۔ حالانکہ دونوں کتابوں کے ماننے والے ناگری کم جانتے ہیں۔ پھر ان کتابوں کا آریہ سماج نے سب سے پہلے ترجمہ کیا تو ملک کی عام زبان اردو میں کیا۔ کیوں سب سے پہلے ترکی روسی جرمنی فرنچ وغیرہ زبانوں میں نہ کیا؟ اسی لئے نہیں کیا۔ کہ پہلے وہ لوگ تو سوامی جی کا مطلب سمجھ لیں۔ جن میں خود سوامی جی پیدا ہوئے جن کو وہ سمجھانے کے درپے تھے۔ یہی وجہ قرآن کے عربی میں آنے کی ہوئی۔ چنانچہ قرآن شریف خود بتلاتا ہے جس آیت کا آپنے حوالہ دیا ہے۔ وہ بھی تو یہی مضمون ادا کرتی ہے۔ غور سے سنو!

وَلَوْ جَعَلْنٰہُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِیًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰیٰتُہٗ ءَاَعْجَمِیٌّ وَّ عَرَبِیٌّ (حم سجدہ ع ۵)

یعنی اگر ہم (خدا) قرآن کو کسی عجمی (عرب کے سوا کسی اور) زبان میں نازل کرتے تو یہی لوگ کہتے کہ یہ کبھی ہوا ہے۔ کہ کلام عجمی ہو۔ اور مخاطب عربی؟ "

Marfat.com

کون اسے سمجھے اور کون اس پر عمل کرے - اور کون اسے لوگوں میں پھیلائے
بلکہ وہ یہ بھی کہتے کہ یہ تو ماجرا ہی ایسا ہے کہ سوامی دیانند جی کی تصنیف کا ترجمہ اردو
میں تو ہوا نہیں مگر روسی اور ترکی زبان میں کیا جاوے - اینچہ بوالعجبی است -

آریہ نمبر ۱۱۳

قرآن کی تعلیم ہے خدا کے کلمات تبدیل نہیں ہو سکتے اگر کلمات سے مراد ہم قانون قدرت لیں تو ہم دیکھتے ہیں - کہ قرآن کس قدر قانون قدرت کے خلاف باتوں اور لغویات سے بھرا ہوا ہے - اگر کلمات کے معنے محض باتوں یا آیتوں کے لیں تو بھی ہم دیکھ سکتے ہیں - کہ ایک آیت کو بدل کر دوسری آیت نازل کی گئی ہے (الانعام - ۱۱۴)

مسلمان نمبر ۱۱۳

ہائے کیا ظالم ہے جو متکلم کا مطلب سمجھے (دیباچہ ستیارتھ) بابو صاحب! آپکا کیا ہرج تھا - کہ آپ قرآن شریف کسی محقق عالم سے پڑھ لیتے - پھر آپکا اختیار تھا - آریہ نہیں - دہریہ ہو جاتے بلا سے - مگر قرآن شریف کے مضامین پر تو کامل عبور آپ کو ہوتا - سنیئے! کلمات سے مراد معلومات اللہ یعنی خدا تعالے نے جس چیز کو جس اندازہ پر جانا ہے اس سے کم و بیش نہیں ہو سکتی - اپنے گرو کے دستخط چاہو - تو ستیارتھ ص ۲۵۲ کو ملاحظہ کرو - قانون قدرت وغیرہ باتوں کا جواب پہلے کئی دفعہ آ چکا ہے نسخ کے متعلق تفسیر ثنائی جلد اول اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ فوز الکبیر مطالعہ کرو - پھر دکھلاؤ - کہ قرآن شریف میں کتنی آیتیں منسوخ ہیں اور کیوں ہیں؟ اگر کوئی کہدے کہ قرآن شریف میں کوئی آیت منسوخ نہیں - تو آپ اسکو نسخ کا ثبوت کیا دیجئے ؟

آریہ نمبر ۱۱۴

قرآن کی تعلیم ہے - کہ اے محمد لوگوں کو جو کافر ہیں کہدے کہ وہ اور ان کے معبود قرآن جیسی کتاب بنالائیں - اگر وہ سچے ہیں - اور وہ تحقیق نہیں بنا سکیں گے پس

Marfat.com

دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ حاضرین! کیا کسی کتاب کے منجانب اللہ ہونے کی یہ کوئی دلیل ہے۔ کہ اس کا ثانی کوئی نہیں بنا سکتا۔ ہرگز نہیں اگر یہی بات ہو۔ تو شاید شکسپیر کے تمام ناٹک اور مکالمے کے معنا مین جو اپنی طرز میں بالکل نرالے ہیں۔ سب منجانب اللہ ہی سمجھنے چاہئیں اور اسی طرح ایک شیر خوار بچے کی اوٹ پٹانگ بات چیت بھی کہ جس کی نقل کوئی نہیں کر سکتا۔ منجانب اللہ ہی ہونی چاہیئے۔ کیا اگر کوئی آدمی چیل اور کوّوں کی طرح کائیں کائیں۔ یا بندر کی طرح چر چر۔ یا چڑیوں کی طرح چوں چوں نہیں کر سکتا۔ تو اس کے معنے ہونگے کہ بندر کوے اور چڑیاں سب خدا کی بولی بول رہے ہیں؟ مطلق نہیں۔ اس بات کو نظر انداز کر کے اگر یہ کہا جاوے۔ کہ قرآن کی فصاحت اور بلاغت کی کیا تعریف ہے۔ کیا یہ کہ ایک قصّہ کو سینکڑوں دفعہ بار بار دُہرایا جاوے اور ایک ہی مضمون کو بار بار لایا جاوے۔ اور ایک ہی فقرے کو مکرّر سہ کرر لکھا جائے۔ اور مکڑی کا ہیڈنگ دیکر شیر۔ بھیڑیوں وغیرہ کا حال لکھدیا جاوے۔ شہد کی مکھی پر مضمون لکھنے کے وقت بابا آدم وغیرہ کے قصّے سنا دیئے جائیں۔

مسلمان نمبر ۱۱۴ بابو صاحب! کیا ضرورت تھی؟ کہ آپ پورے ایک سو سولہ سوال کرتے۔ صرف ۱۶ ہی کرتے مگر معقول کرتے مطلب تو یہ ہے کہ عرب کے لوگ جو اپنی زبان دانی کے زعم میں دوسری قوموں کو عجمی یعنی گونگے جانتے تھے۔ نظم و نثر میں ہی کامل مہارت رکھتے تھے۔ اُن کے سامنے ایک ایسے شخص نے دعوےٰ کیا۔ جس کو اُمّی (اَن پڑھ) کہتے تھے۔ کہ یہ کلام الہام سے کہتا ہوں۔ اور دعویٰ کرتا ہوں۔ کہ یہ بیمثل فصیح و بلیغ ہے۔ اگر تم میرے الہام کے دعوے کو نہیں مانتے تو یہی ایک دلیل فیصلہ کن ہے۔ کہ اس کلام جیسا کلام بنا لاؤ۔ اور

میں دعویٰ سے کہتا ہوں۔ کہ کبھی بھی نہ لا سکو گے۔ گو تم تمام ایک دوسرے کے مد
بن جاؤ۔ پس آپ ہی بتلاویں؟ ایک زبان دان قوم کے سامنے جو اپنی زبان
دانی میں کامل مہارت رکھتی ہو۔ یہ دعویٰ کرنا اور پھر اُن کو خاموش کرا دینا اپنے
دعویٰ کی تصدیق کرا دینا نہیں تو کیا ہے؟ اس پر آپ نے جن لوگوں کے نام
لئے ہیں۔ انہوں نے بے مثل ہونے کا کوئی دعویٰ نہیں کیا۔ نہ اہل زبان
نے ان کے کلام کو ایسا بے مثل مانا ہے۔ کہ باوجود للکارنے کے بھی کوئی نہ بنا سکے
اب آپ کو اختیار ہے۔ کہ کوّوں کی کائیں کائیں کو پسند کریں۔ یا گھوڑوں کی
ہنہناہٹ کو۔ کون منع کرتا ہے؟ بے سمجھی سے ایسی باتیں ہوا ہی کرتی ہیں۔
فصاحت بلاغت کے معنے آپ کو معلوم نہ تھے۔ تو کس نے کہا تھا۔ کہ ایسی جلدی
قرآن شریف پر معترض ہو۔ تعجب ہے۔ آپ بی اے ہو کر ایسی بہکی بہکی باتیں
کہتے ہیں۔ اور یہ نہیں جانتے۔ کہ ایک ہی سوال پر متعدد طلباء جواب مضمون لکھتے
ہیں۔ مگر اُن میں ایک دو ہی قابل تعریف ہوتے ہیں۔ ایک ہی قصّے کو بار بار ایک
تو اسی غرض سے بیان کیا گیا ہے۔ جو ہم صفحہ ۱۰۱ میں بتلا آئے ہیں۔ دوم آپ
جیسے معترض یہ بھی کہا کرتے ہیں۔ کہ اس جیسا کلام کیونکر لاویں۔ اگر بعینہٖ
ویسا ہی ہو۔ تو مسلمان کہیں گے۔ یہ تو قرآن کی سورت ہے۔ اور اگر اسکے

لہ ہمارے زمانے کے روشن دماغ مرزا صاحب قادیانی بھی بے مثل عربی لکھنے کا دعویٰ کرتے تھے
گر جب کبھی کوئی تحریر ایسی نکالتے تھے۔ تو اُس کو ایک وقت سے مقید کرتے تھے
جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو خود اس معجزے پر یقین نہیں۔ مگر قرآن شریف نے
کسی خاص وقت تک محدود نہیں کیا (طبع اول)
ان کا جواب قادیانی مصنف نے دیا ہے کہ مرزا صاحب اس لئے اپنے معجزے کو قرآن کی طرح
غیر محدود نہیں کرتے کہ اپنے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برابری پسند نہیں کرتے۔
(نور الدین صفحہ ۲۳۳)
بہت خوب! ہمیں بھی یہی کہلانا تھا۔ کہ مرزا جی کا دعویٰ قرآنی دعوے کے برابر نہیں۔
چہ نسبت خاک را با عالم پاک (ترک)

خلاف ہو۔ تو مثل نہ مانینگے۔ ان کو بتلانے کیلئے ایک ہی قصہ کو مختصر پیراؤں میں سنایا ہے۔ کہ تم بھی اسیلج قرآن شریف کے کسی قصے کو کسی عمدہ اسلوب سے بیان کردو۔ پھر کلام کی صفائی اور فصاحت اور بلاغت اہل زبان خود ہی جانچ لیں گے۔ اب آپکا اختیار ہے۔ کہ بقاعدہ تناسخ جس جون (قالب) کو پسند کریں۔ ان کی زبان بنیں۔ بندر کی چرچر۔ یا چڑیوں کی چوں چوں۔ یہ سب بے سمجھی کی دلیل ہے۔

آریہ نمبر ۱۱۵ قرآن کی تعلیم ہے۔ اے رسول تو لوگوں کو سنادے اگر قرآن خدا کی طرف سے نہ ہوتا۔ تو اس کی باتوں میں اختلاف پایا جاتا۔ لیکن سوچئے کن کا دم بھرنا۔ مگر پھر بھی چھ دن میں زمین وآسمان کا بنانا۔ ماں اور باپ کے نطفہ سے انسانی پیدائش کی تعلیم مگر آدم کو بغیر ماں باپ کے اور حضرت عیسےٰ کو بغیر باپ کے پیدا کرنا۔ لا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ (خدا کے قوانین بدل نہیں سکتے) کا دم مارنا مگر پھر بھی لاٹھیوں کے سانپ بنانا۔ اور پتھروں میں سے اونٹوں کا پیدا کرنا۔ خدا اقدس ہونا۔ مگر پھر بھی اس کا مکار اور فریبی لڑاکا۔ گمراہ کنندہ خالق شر ہونا وغیرہ وغیرہ باتیں کس قدر مختلف ہیں (نساء ۸۲)

مسلمان نمبر ۱۱۵ ع سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست

ان سب باتوں کے جوابات پہلے ہو چکے ہیں۔ ہاں صرف قرآن شریف کی اس آیت کے معنے بتلاتے ہیں۔ پس سنیئے! قرآن شریف کی آیت زیر بحث میں منافقوں کا ذکر ہے۔ اور منافقوں (یعنی ان لوگوں کے جو ظاہر میں تو مسلمان بنتے۔ مگر دل سے کافر ہوتے تھے ان) کے خفیہ راز عموماً قرآن شریف میں بتلائے جاتے تھے۔ جو بالکل حرف بحرف سچ ہوتے ان حالات کی نسبت خدا فرماتا ہے۔ پس سنو!

وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ

الَّذِیْ تَقُوْلُ وَاللّٰہُ یَکْتُبُ مَا یُبَیِّتُوْنَ فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا (نساء ع)

"یعنی منافق تمہارے سامنے آکر حضور حضور کہتے ہیں اور اپنی تابعداری کا اظہار کرتے ہیں مگر جب تمہارے پاس سے الگ ہوتے ہیں۔ تو بہت سے لوگ ان میں سے اپنے ہی کہنے کے خلاف مشورے کرتے ہیں۔ کیا یہ قرآن میں فکر نہیں کرتے اگر قرآن اللہ کے سوا کسی اور سے آیا ہوتا تو ضرور اس میں اختلاف پاتے"

یعنی اُن کے راز کی خبریں جو قرآن میں بتلائی جاتی ہیں۔ جنکو یہ خود بھی جانتے ہیں۔ وہ کبھی غلط ہوتیں اور کبھی صحیح۔ حالانکہ ایک بھی غلط نہیں۔

یا یہ معنے کہ قرآن میں جو خبریں بطور پیشگوئیوں کے بتلائی جاتی ہیں وہ ہمیشہ سچی ہوتی ہیں۔ ایک بھی غلط نہیں نکلتی۔ اگر غیر خدا کی طرف سے ہوتا تو کوئی نہ کوئی ضرور غلط ہوتی۔

یا یہ معنے کہ قرآن تیئس سال کا مجموعہ ہے۔ مگر جس انداز سے پیغمبر خدا نے شروع سے زہد اور توحید وغیرہ کی تعلیم شروع کی۔ اخیر عمر تک اُسی انداز پر رہی۔ حالانکہ تیئس سال کی عمر ایک ربع صدی ہے۔ جس میں انسان کے کئی طرح سے خیالات بدلتے ہیں۔ خود آنحضرت ایک غریبی کس مپرسی کی تکلیف سے بادشاہی ریاست حکومت تک پہنچے تھے۔ مگر تعلیم جیسی ابتدا سے تھی ویسی ہی رہی۔

یا یہ معنے کہ عموماً شعرا اور خطیبوں کی حالت ہوتی تھی۔ کہ بعض مضمونوں میں تو اعلےٰ درجے کے گویا ہوتے تھے۔ لیکن دوسروں میں ایسے نہیں۔ چنانچہ عرب کے مشہور شاعر امرء القیس کو شراب۔ کباب۔ تعیش کا مضمون باندھنے میں اعلےٰ درجہ کی دسترس تھی۔ مگر مرثیہ گوئی وغیرہ مضامین میں قافیہ تنگ ہوجاتا تھا۔ علی ہذا القیاس ہندوستان کے شعرا۔ ذوق۔ غالب وغیرہ کا

حالت تھی کہ ایک آدھ مضمون میں تو اعلےٰ درجہ کی فصاحت کا اظہار کر سکتے تھے مگر باقی مضامین میں فرق آجاتا تھا۔ لیکن قرآن کی فصاحت ہے کہ قصص ہیں تو اعلےٰ درجے کے فصیح۔ احکام ہیں۔ تو اُن کے مساوی۔ امثال ہیں۔ تو نہائت عالیشان۔ خطبات ہیں تو ویسے۔ پس آئت کا یہ مطلب ہے۔ اگر قرآن خدا کے سوا کسی اور کے پاس سے آیا ہوتا۔ تو ضرور اسکی فصاحت بلاغت میں فرق آجاتا۔ باقی سوالات کے جوابات سابقہ نمبروں میں ہو چکے ہیں۔

آریہ نمبر ۱۱۶ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ وہ لوگوں کے لئے ہدائت ہے۔ میں پوچھتا ہوں۔ کہ خدا کی کلام۔ اور وہ بھی لوگوں کی ہدائت کے لئے۔ مگر اس میں معموں اور بوجھارتوں کا کیا مطلب؟ اب تک بڑے بڑے مفسر اور فصیح البیان۔ حتیٰ کہ خود رسول خدا کے اصحاب بھی زور لگا چکے۔ مگر قرآن کے حروف مقطع کا اصل مطلب کسی کی سمجھ میں نہیں آیا۔ آخر سب کو یہ کہنا پڑا کہ یہ ایک بھید ہے۔ جس کو خدا ہی جانتا ہے۔ بھلا بتلائیے! ہدائت تو لوگوں کے لئے۔ مگر بھید کن کے لئے۔ لکھے موسےٰ پڑھے خدا۔ اس کے علاوہ کتنی ہی آئتیں ایسی ہیں۔ کہ جب تک آپ تفسیر اور حدیث لے کر نہ بیٹھیں۔ ٹکریں ماریئے۔ لیکن مطلب سمجھ میں نہیں آئیگا مشتے نمونہ از خروارے دیکھئے۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيْلِ (سورہ فیل)

یعنی کیا تو نے نہیں دیکھا۔ کہ تیرے خدا نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ (سورہ کوثر)

یعنی تیری بزرگی کی قسم کہ وہ شخص ابتر ہے وغیرہ وغیرہ ہزاروں آئتیں ہیں کہ حدیث کو برطرف کیجئے۔ تفسیر کو الگ رکھ لیجئے۔ اور پھر کوئی شخص بتائے۔ کہ اصحاب الفیل اور ابتر کیا معنے ہیں؟

Marfat.com

مسلمان نمبر ۱۱۶

اللہ اللہ! ایک معجزہ تو اس سورت کیوجہ سے اسوقت ظاہر ہوا تھا۔ جب یہ نازل ہوئی تھی۔ یعنی

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ (سورۂ کوثر)

جب نازل ہوئی۔ تو ایک فصیح اللسان شاعر نے بیساختہ کہدیا

مَا هٰذَا قَوْلُ الْبَشَرِ

(یہ آدمی کا کلام نہیں)

ایک تو اس سورت کا یہ اعجاز تھا۔ کہ مخالف نے صاف اقرار کیا۔ یہ کلام آدمی کا نہیں۔ مگر اس معجزے سے اعلےٰ اور واضح معجزہ اس صورت کے ذریعے سے خدا نے اس زمانے میں بھی ظاہر کیا۔ کہ بیچارے بابو عبدالغفور بی۔ اے (دھرمپال) باوجود ایسے دعویٰ ہمہ دانی کے اس سورت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ کہ "تیری بزرگی کی قسم کہ وہ شخص ابتر ہے" پھر اس پر اعتراض جاتے ہیں۔ سبحان اللہ کسی عربی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے ؎

وَإِذَا أَتَتْكَ مَذَمَّتِي مِنْ نَاقِصٍ ۔ فَهِيَ الشَّهَادَةُ لِي بِأَنِّي كَامِلُ

یعنی جب ناقص سمجھ کے لوگ میری مذمت اور ہجو کریں۔ تو بس وہی تو میرے کمال کی دلیل ہے"

آپنے سمجھا۔ کہ اس سورت میں جو شَانِئَكَ ہے اسکے معنی شان کے ہیں اسی طرح ایک جاہل ملا سے کسی عامی آدمی نے اس سورت کے معنے پوچھے مگر خیریت سے انہوں نے بھی قرآن شریف کا ترجمہ کبھی چھوا تک نہ تھا۔ اُنکی بلا سے لیکن چونکہ عوام میں مولوی کے نام سے مشہور تھے۔ ترجمہ بتا دیسے انکار بھی نہ کرسکے۔ آخر کہا۔ تو یہ کہا ؎

شان سے شان پیمبر ہے مراد ۔ اس کو گر ابتر کہوں ہووے فساد

سماجیو! سنو! آیت کے معنے یہ ہیں۔ بیشک تیرا دشمن پیچھا کٹا ہوا یعنی بے نسل ہے سچ پوچھو! تو آپ جیسے علم و فضل کے مدعی سے ایسا ترجمہ ہونا بھی اس

زندہ ثبوت ہے۔ کیونکہ آپ بھی تو اس وقت سیّد الانبیاء کے سابقہ دشمنوں سے کم نہیں۔ پس ضرور تھا۔ کہ آپ بھی اس ذلت اور خواری سے حصّہ لیتے جس ذلت کی اس آیت میں انکے لئے خبر دی گئی ہے۔ چنانچہ اس ترجمہ نے آپ کی علمی پردہ دری کر کے زندہ معجزہ دکھایا۔ فالحمد للہ

مطلب یہ ہے کہ (اے نبی) جو لوگ تجھ سے عداوت کرتے ہیں تیرے دین کی اشاعت میں حارج ہوتے ہیں۔ اور تیری تبلیغ کو ملیامیٹ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ایسے ملیامیٹ ہو جائیں گے۔ کہ اُن کا نام بھی کوئی نہ لیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور الحمد للہ۔

قرآن شریف کے اصلی مضامین کا سمجھنا نہ تو حدیث پر موقوف ہے اور نہ ہی کسی مفسّر کے قول پر۔ اعتبار ہو۔ تو ہماری تفسیر تَفْسِیْرُ الْقُرْاٰنِ بِکَلَامِ الرَّحْمٰن ملاحظہ کرو۔ البتہ جیسا کسی مجمل بلکہ واضح مضمون کا سمجھنا بھی اوستاد کی تقریر سے ہوتا ہے اسی قدر قرآن کو بھی کسی حدیث یا تفسیر کی ضرورت ہے۔ ہاں ایسے واقعات جو بوجہ مشہور اور زبان زد ہونے اہل زبان کے اشارتاً بتلائے گئے ہیں اُن واقعات کی تحقیق کتب حدیث یا تواریخ سے ہو سکتی ہے۔ مثلاً عرب میں عموماً اور مکّہ شریف میں خصوصاً فیل (ہاتھی) کا قصّہ مشہور تھا۔ کہ ایک زمانے میں یمن کے حاکم نے ہاتھیوں کے ساتھ مکّہ پر حملہ کیا تھا۔ جس میں ناکام رہا تھا۔ اُس مشہور قصّے کی طرف مجملاً اشارہ ہے۔

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ (فیل)

یعنی کیا تمہیں معلوم نہیں کہ پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا تھا۔ ان کو ناکام کیا برباد کیا وغیرہ

اس سے قرآن شریف کا اجمال یا اہمال تو کیا بلکہ نہایت کمال معلوم ہوتا ہے کہ مشہور قصّے کو جو ہر ایک کی زبان پر جاری تھا۔ اشارتاً بتلا کر اصل مطلب پر واضح الفاظ میں اطلاع دی۔ کلام میں نقص یا اہمال تو یہ ہوتا ہے کہ اُس کا مطلب ذہن نشین

نہ ہوسکے۔ یہ نہیں۔ کہ کسی مشہور قصّے کی طرف۔ یا اجمال اشارہ ہو تو کلام [illegible]
آئے۔ ایسا کہنے والوں کو ذوق صحیح حاصل کرنا چاہئیے۔ ویدوں میں کوئی [illegible]
اجمال بلکہ اہمال ہے۔ کہ شاید ہی کسی کتاب میں ہو کسی مشہور قصّے کی تو ان کو
حاجت ہی نہیں کیونکہ بقول آریہ سماج اُن کی عمر تو خدا کی عمر کے برابر ہے پھر ان
میں قصّے اور قصّوں کے اشارے کہاں؟ بلکہ نفس مضمون میں خرابی اور نقص ہیں

سماجیو! اعتبار نہو۔ تو سنو! ایشور پوچھتا ہے۔

اے بیاہے ہوئے مرد و عورت! تم دونوں رات کہاں ٹھیرے تھے؟ اور دن کہاں بسر کیا تھا؟ تم نے
کھانا وغیرہ کہاں کھایا تھا؟ تمہارا وطن کہاں ہے؟" (رگوید اشٹک ۷، ادھیا ۸ ورگ ۱۸ منتر ۲)

مضمون اس منتر کا تو صاف ہے کہ متکلم کسی گھر کے خاوند بیوی سے ان باتوں کا
سوال کرتا ہے مگر آریہ سماج یہ نہیں مانتی کیونکہ اس سے ایشور کی بے علمی ثابت
ہوتی ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک تو یہ کلام پرمیشور کا ہے۔ پس جو منے سماج
بتلاوے اور بابو صاحب [illegible] کریں اس کی تشریح اسی منتر سے بتلادیں۔ ورنہ
اُن کو ماننا پڑیگا۔ کہ خدا کا کلام [illegible] کیونکہ مشرح نہیں۔ دوسرے کا محتاج ہے اسی
طرح تمام ویدوں کا حال ہے کوئی صفحہ وید کا ایسا نہ ملیگا جو کسی حالت [illegible]
بتلاسکے دعویٰ کرے تو اس کو دلیل سے بھی ثابت کردے کسی مضمون کو شروع
کرکے باقاعدہ انتہا تک پہنچادے۔

• حروف مقطعات کی بابت بھی آپ نے معمولی لوگوں سے سُن سنا کر قرآن
شریف پر اعتراضات جما دیئے ہیں۔ ورنہ قرآن شریف کی معتبر تفاسیر [illegible]
محققین علماء کے اقوال غور سے پڑھتے۔ تو آپ کو معلوم ہو جاتا [illegible]
یہی ہے۔ کہ قرآن شریف کا کوئی لفظ بھی ایسا نہیں کہ [illegible] ہم نہ جانتے
ہوں۔ گو جانتے میں مراتب مختلف ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ جو [illegible]
کے محدث اور امام گذرے ہیں اپنی کتاب شرح حدیث النزول میں [illegible]
قاعدہ لکھتے ہیں۔ جو ایسے تمام مسائل پر حاوی ہے۔ آپ فرماتے ہیں [illegible]

Marfat.com

لا يحل لمسلم ان يقول ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما کان یعرف معنی ما یقوله و یبلغه من الایات والاحادیث بل کان یتکلم بالفاظ لایعرف معانیها الخ ملا

یعنی کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ یہ کہے کہ آنحضرت صلعم کو آئیتیں اور حدیثیں پہنچاتے تھے ان کے معنے نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ ایسے الفاظ بولتے تھے جنکے معنے نہ جانتے تھے

ایسا ہی امام نووی جو فن حدیث میں ایک بڑے پائے کے محدث گذرے ہیں فرماتے ہیں

یبعد ان یخاطب اللہ عباده بما لا سبیل لاحد من الخلق الی معرفته (اتقان بحث متشابہات)

یعنی یہ خیال صحت سے بہت دور ہے کہ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کو ایسے کلام سے مخاطب کرے جسے کوئی بھی نہ سمجھ سکے۔

ان دونوں بزرگوں کے کلام سے ایک عام اصول ثابت ہوتا ہے کہ علماء علی قدر المراتب قرآن کو سمجھ سکتے ہیں کوئی حصہ یا جملہ یا لفظ ایسا نہیں کہ علماء میں سے کوئی بھی اُسے نہ سمجھ سکے۔ اسی لئے حروف مقطعات کے معنی کتاب اتقان میں صحابہ کرام سے نقل کئے ہیں جو بابو صاحب کی نظر سے نہیں گذرے اگر عربی میں نہیں گذرے تو ہماری تفسیر ثنائی اردو میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

الحمد للہ کہ آریوں کے جملہ سوالات سے جو سوامی دیا نند اور بابو عبد الغفور دھرم پال نو آریہ نے قرآن شریف پر کئے تھے۔ آج ہم فارغ ہوتے ہیں۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمارے سماجی دوست جی کھول کر اپنے شبہات پیش کر کے جوابات لیا کریں کیونکہ انکے ایسا کرنے سے ہمیں بہت کچھ بہتری کی امید ہے ۵

راہ پر انکو لے آئے ہیں ہم باتوں میں اور کھل جاوینگے دو چار ملاقاتوں میں

خدا کے فضل سے اسلام کو ہمیشہ مخالفین سے مقابلہ رہا ہے۔ ایک زمانہ میں جبکہ اسلام عین شباب پر تھا۔ یونان کے فلسفہ سے اُس کو مقابلہ ہوا۔ تو نمایاں فتحیابی اسی کو ہوئی۔ اس سے بعد ہر زمانہ میں اسلام کو کفار سے مقابلہ رہا۔ اور خدا کے فضل سے فتحیاب رہا۔ ان بیرونی شہادات سے قطع نظر قرآن شریف پر

Marfat.com

نظر ڈالیں۔ تو وہ خود بھی ایک مناظرہ کی اصولی کتاب ہے کہیں مشرکوں سے مقابلہ ہے۔ تو کہیں عیسائیوں سے۔ کہیں یہودیوں سے کہیں مجوسیوں سے۔ کہیں دہریوں سے مباحثہ کہیں آریوں[1] سے غرض ہر ایک مخالف فریق سے روئے سخن ہے اور نہایت ہی شائستگی اور کمال سے پس قرآن شریف کے واقفوں کی نظروں میں تو اس قسم کے اعتراضات نئے اور اچنبہ بات نہیں ہیں۔ البتہ جن کی کتاب خاموش اور ساکت ہو وہ دل اور معتقدوں کا منہ تاکتی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہمنے کوئی نیا کام کیا ہے۔

مسٹر دھرمپال نے ترکِ اسلام کے دیباچہ میں بھی کئی ایک اعتراضات کئے ہیں۔ مگر ہمنے اُن سے تعرض نہیں کیا۔ اس لئے کہ ان اعتراضات پر کوئی حوالہ نہیں بلکہ محض اپنے دل کا غبار ہے۔ اور انہی ایک سو پندرہ سوالات پر وہ خیالات متفرع ہیں۔ پس اُن کے جوابات سے وہ خیالات کا بھی بیخ و بن سے اکھڑ جائیں گے۔

خاتمہ

ہم نے جو جو خیال مسٹر دھرمپال کی بابت اس رسالہ میں ظاہر کئے تھے سب پورے ہوئے۔ دیباچہ رسالہ ہذا ملاحظہ ہو۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج ہم اپنے دوست کو غازی محمود کے نام سے مخاطب کرتے ہیں۔

للّٰہ الحمد اوّلاً و آخراً تمّت کلمۃ ربک صدقاً و عدلاً

راقم۔ آریوں کا خادم ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری

[1] آریوں سے مراد منکرین نبوت ہیں (منہ)